کلیات طب پر جدید سائنسی اور تحقیقاتی کتاب

قانون مفرد اعضاء اور طب یونانی کے بنیادی
قوانین پر انقلاب انگیز جدید تحقیق

مصنفہ و مرتبہ

زبدۃ الحکماء الحاج حکیم محمد یسٰین دنیاپوری
شاگرد رشید حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی رح

حکیم محمد الیاس دنیاپوری یسین دواخانہ وطبی کتب خانہ
علم دین سنٹر نزد کربلہ گامے شاہ چوک لاہور
03014759408 , 03334229479

یسین دواخانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ یا حی یا قیوم اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد النبی الامی وعلی آلہ واصحابہ وعترتہ بعدد کل معلوم لک وبعدد خلقک ورضی نفسک وزنۃ عرشک ومداد کلماتک استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ یا حی یا قیوم

کلیات

قانونِ مفرد اعضاء

قانونِ مفرد اعضاء اور طبِ اسلامی کے
بنیادی قوانین پر دنیائے طب
میں انقلاب انگیز جدید تحقیق!

مصنفہ و مرتبہ

حکیم محمد یٰسین و حکیم محمد شریف دنیاپوری

شاگردِ رشید حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانیؒ

ملنے کا پتہ: یسین دواخانہ وطبی کتب خانہ دنیاپور ضلع لودھراں

یسین دواخانہ علم دین سنٹر ماتھر سٹریٹ کربلا گامے شاہ چوک لاہور

☆ نام کتاب ------- کلیات قانون مفرد اعضاء
☆ نام مصنف ------- الحاج حکیم محمد یٰسین و حکیم محمد شریف
☆ ناشر ---------- یٰسین طبّی کتب خانہ دنیاپور
☆ بار ششم ---------- 2001
☆ صفحات ----------- 256
☆ قیمت --- 230 --- روپے علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

حکیم محمد الیاس سرپرست یسین دواخانہ و طبی کتب خانہ علم دین سنٹر ماتھر سٹریٹ کربلا گامے شاہ چوک لاہور
☆ یٰسین دواخانہ و طبّی کتب خانہ ریلوے روڈ دنیاپور ضلع لودھراں

فون نمبر لاہور: 042-37358721,0301-4759408,0333-4229479
فون دنیاپور 03017501019
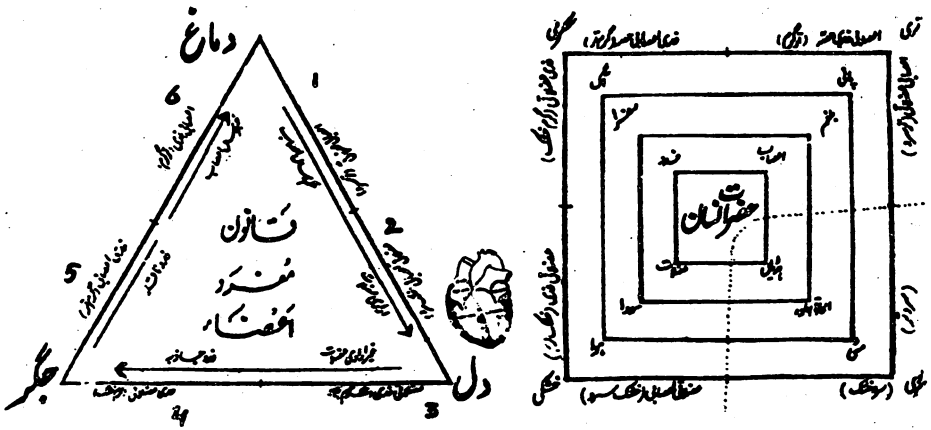
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشریح نقشہ

قارئین مندرجہ بالا نقشہ حقیقت میں قانون

مفرد اعضاء نے طب کے بنیادی قوانین کو سمیٹ کر ایک ڈبیہ میں اس طرح بند کر دیا کہ طبی کلیات اصول و قانون کے تحت مختصر طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ لیکن جب اس ڈبیا کو کھولا جاتا ہے تو تمام طب کھل کر سمندر کی طرح سامنے آجاتی ہے۔

کلیات قانون مفرد اعضا کی ابتدا چونکہ کیفیات سے کی گئی ہے اس لئے ٹائیٹل کے نقشہ کے بیرونی حصہ میں کیفیات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ قانون مفرد اعضاء نے کیفیات کے جم جانے یا ٹھوس یا بستہ صورت اختیار کرکے مادی صورت اختیار کرنے کو ارکان (آگ، پانی، مٹی، ہوا) سے تعبیر کیا ہے۔ چونکہ کیفیات

نے سکڑ کر صورت مادہ اختیار کی۔ اس لئے ان کی چوکور چھوٹی بتائی گئی ہے۔
جو چیز ان سے مل کر بنی ہے۔ اسے چوکور کے کونوں پر لکھ دیا گیا ہے۔
مثلاً گرمی سے آگ بنتی ہے۔ تری سے پانی بنتا ہے۔ سردی سے ہڈی بنتی ہے
اور خشکی سے ہوا کی پیدائش دکھائی گئی ہے۔

جب چاروں ارکان جسم انسان میں تحلیل ہو کر سیال صورت میں دورہ
کرتے ہیں تو ان سے صفرا۔ بلغم۔ الحاقی مادہ اور سودا اخلاط کے نام سے اکٹھے
ہو کر خون کی صورت میں دورہ کرتے ہیں۔

جب یہی خون کے اخلاط جسم انسان میں لیتہ و ٹھوس صورت اختیار
کرتے ہیں تو اول ٹشوز پھر ٹشوز مل کر مفرد اعضاء بنتے ہیں۔ جو غدد اعصاب ہڈیاں
اور عضلات کا نام پاتے ہیں۔

جب یہی مفرد اعضاء خاص ترکیب سے مل جاتے ہیں اور نشو و نما پا لیتے
ہیں تو حضرت انسان وجود میں آجاتا ہے۔

جب حضرت انسان کے مفرد اعضاء تیز یا سست ہو جاتے ہیں۔
تو ان میں تحریک تحلیل تسکین کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جنہیں ہم بیمار ہونا
کہتے ہیں
اگر مسکن مفرد اعضاء کو تیز کر دیا جائے تو امراض ختم ہو جاتے ہیں۔

حکیم محمد یسین دنیا پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معنون!

ہم اپنی اس فنی تحقیق کو مجاہدین قانون مفرد اعضاء و ممبران تحریک تجدید طب کے اسمائے گرامی پر نہایت محبت کے ساتھ معنون کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ کوشش و لگن کے ساتھ قانون مفرد اعضاء کی روشنی سے دنیا کو منور فرمائیں گے تاکہ استاد محترم جناب حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی نے جو ذمہ داری ہم پر عائد کی ہے اسے پورا کیا جا سکے۔

خادم فن،

حکیم محمد یٰسین و حکیم محمد شریف دنیاپوری

فہرست

تعارف قانون مفرد اعضاءؒ

قانون مفرد اعضاء ایک نیا طریقہ علاج ہے۔ پہلے علم وفن طب اور میڈیکل سائنس میں اس کا اشارہ تک نہیں ہے۔ اس لیے ہر نیا معالج جب تک اسے سمجھ نہ لے اسے بے معنی قرار دے دیتا ہے۔ اس کتاب میں قانون مفرد اعضاء کو چارٹوں کی صورت میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ قانون مفرد اعضاء کی ضرورت، اہمیت، فوائد، امراض و علامات کے ساتھ تطبیق اور موسم و کیفیات کے ساتھ تعلق واضح کیا گیا ہے۔

کتاب کی اہمیت کے پیش نظر تجدید طب کالجز کے نصاب میں شامل کرلیا گیا ہے۔

انقلابی خوشخبری

ماہنامہ رجسٹریشن فرنٹ

کے سابقہ شمارے دوبارہ شائع ہوگئے

قارئین آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ استاد محترم حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی کے ماہنامہ رجسٹریشن فرنٹ کے سابقہ شمارے فائلوں کی صورت میں دوبارہ شائع ہوگئے ہیں قیمت فی فائل ۴۰/ روپے

اور

ماہنامہ ترجمان نظریہ مفرد اعضا کے شمارے ۱۹۷۵ء تا ۱۹۹۶ء ہر سال کے الگ الگ فائلوں کی صورت میں دستیاب ہیں
قیمت فی فائل ۴۰/- روپے

ملنے کا پتہ

☆ یٰسین دواخانہ وطبی کتب خانہ ریلوے روڈ دنیاپور ضلع لودھراں

☆ یٰسین دواخانہ وطبی کتب خانہ علم دین سینٹر ماتھر سٹریٹ

بالمقابل کربلا گامے شاہ لاہور

حکیم محمد الیاس سرپرست یٰسین دواخانہ وطبی کتب خانہ علم دین سنٹر ماتھر سٹریٹ کربلا گامے شاہ چوک لاہور

فون نمبر لاہور: 042-37358721,0301-4759408,0333-4229479

سوانح حیات
حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانیؒ
مع
خواص المفردات و مجربات

مصنفہ و مرتبہ ——— حکیم محمد یٰسین دنیا پوری

مجدد طب حکیم انقلاب المعالج دوست محمد صابر ملتانی مرحوم و مغفور، موجد قانون مفرد اعضاء و بانی تحریک تجدید طب پاکستان کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ پاکستان کے علاوہ غیر ممالک کے لوگ بھی آپ کی شخصیت سے آگاہ ہیں۔

کتاب ہذا میں آپ کے مکمل حالاتِ زندگی، آپ کی تحقیقات قانون مفرد اعضاء کا پس منظر آپ کے اپنے قلم سے دیا گیا ہے اس کے علاوہ آپکے مختلف شہروں میں کئے گئے خطابات بھی کتاب کی زینت ہیں۔ ان خطابات میں انہوں نے مکمل طور پر نظریہ مفرد اعضاء کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ آپ کے مجربات اور وہ خواص المفردات جو آپ نے خود تحریر کئے تھے وہ بھی کتاب ہذا میں شامل کئے گئے ہیں آخر میں حکیم انقلابؒ کے شاگرد حکیم محمد شریفؒ کی مختصر سوانح حیات بھی شامل کر دی گئی ہے۔

ملنے کا پتہ: یٰسین دواخانہ و طبی کتب خانہ دنیا پور ضلع لودھراں فون نمبر ۲۷۳ کوڈ نمبر ۰۶۵۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے بے شمار علوم و فنون انسان کو ودیعت کئے ہیں۔ ساتھ ہی ہر علم و فن کی کی مبادیات سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی علم و فن کو سمجھنا یا سیکھنا چاہیں تو سب سے پہلے اس علم کی ماہیت حقیقت اور مبادیات جاننا سمجھنا یا سیکھنا ضروری ہے، ورنہ کسی بھی علم و فن کی مبادیات سیکھے اور سمجھے بغیر اس پر عبور حاصل کرنا صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن۔

یہی وجہ ہے کہ ہر علم و فن کے حامل اور پیروکار تو ہر گلی کوچہ میں دکانیں کھولے بیٹھے ہیں۔ لیکن ان میں حقیقی ماہر کوئی نہیں ملتا۔ جو ملتے ہیں اگر ان سے کوئی ماہر بنیادی سوال کر دے تو ادھر ادھر کی ٹامک ٹولیاں مارنے لگتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں اس قسم کی باتوں سے کیا تعلق ہے۔ ہم نے روزی کمانی ہے۔ چند ٹوٹکے استادوں سے مل گئے ہیں۔ ان سے روزانہ اچھے بھلے پیسے اکٹھے کر لیتے ہیں۔ گزارہ چل رہا ہے۔

یہ سب علوم و فنون حکمت کی شاخیں ہیں۔ حکمت کے ان بے شمار علوم و فنون میں ایک علم و فن طب بھی ہے جس کی بھی اپنی مبادمات اور اس کے بنیادی قوانین و اصول ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے قوانین و اصول دیگر علم و فن سے بہت زیادہ اور دقیق ہیں۔

دوسرے علوم کی نسبت علم و فن طب میں عقلیات کا بہت زیادہ دخل ہے۔ ایک اچھے طبیب کو اکثر کلیات سے جزئیات اور جزئیات سے کلیات کی طرف آنا پڑتا ہے۔ مثلاً معالج

کبھی کلی قوانین کے تحت جزوی معانی اخذ کرتا ہے۔ کبھی جزوی معلومات سے کلیات کو ترتیب دیتا ہے۔

بالکل اسی طرح ایک طبیب کو بار بار تصورات قائم کرنے پڑتے ہیں۔ اور فنی معلومات کے تحت دلائل کے ساتھ تصدیقات کی طرف آنا پڑتا ہے۔

لہٰذا ہر محقق علم و فن طب اور طبیب کے لئے لازم ہے کہ وہ علوم عقلیات کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہو تاکہ ان کلیات و جزیات کے تجزیہ و ترتیب اور تصورات و تصدیقات کو عملی جامہ پہنا سکے۔

لیکن

یہ سب کچھ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب وہ علم و فن طب کی مبادیات اور اور اس کی اصطلاحات سے پوری طرح آگاہ ہو۔

طالب علم کو علم و فن طب کی مبادیات سمجھنے میں بے حد مشکلات پیش آتی ہیں۔ جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مبادیات طب پر آسان فہم اور کسی قاعدہ کلیہ کے تحت کوئی کتاب طبی کتب خانوں میں نہیں ملتی جو ملتی ہیں انہیں طبیہ کالجوں میں بھی کسی قاعدہ کلیہ یا کسوٹی کے تحت پڑھایا نہیں جا سکتا جس سے طالب طب کے علمی حصہ اور عملی حصہ کو اچھی طرح سمجھ نہیں پاتا۔

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ کلیات طب پڑھاتے وقت طالب علموں کو دو متضاد نظریات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی جاتی ہے ان میں اول طب اسلامی کا نظریہ کیفیات مزاج اخلاط کی حقیقت اور ماہیت سمجھانے کے ساتھ ساتھ ان کے بگاڑ سے امراض کی حقیقت ماہیت پڑھائی جاتی ہے۔ جس سے طالب علم کو ذہن اور شعور میں ایک طرف کائنات کی ہر شے کی ماہیت حقیقت ذہن نشین ہو جاتی۔ دوسری طرف ان کے بگاڑ اور خرابی سے امراض کی ماہیت حقیقت نہ صرف ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ بلکہ علاج معالجہ بھی بڑے وثوق سے کرنے لگتا ہے۔

ایک نئی بدقسمتی

ہمارے طبی بورڈ کے اراکین نے نیشنل کونسل فار طب کے فارماکوپیا میں ایلوپیتھی کی تمام ادویات اور جراثیمی نظریہ کو شامل کر دیا ہے۔ جو طبِ اسلامی کی مبادیات اور اس کے بنیادی قوانین کے خلاف ہے۔

مثلاً جب طبِ اسلامی کا پروفیسر طالب علموں کو یہ پڑھاتا ہے کہ امراض کیفیات مزاج اخلاط کے کم و بیش ہونے اور ان کے بگاڑ سے پیدا ہوتی ہیں۔

اس کے تھوڑی دیر بعد ایک ایلوپیتھک ڈاکٹر آ کر پڑھاتا ہے کہ امراض کی پیدائش کا اصل سبب جراثیم ہیں۔ لہٰذا جراثیم تلاش کر کے اور انہیں ہلاک کر کے علاج کریں۔ فوراً شفا ہو گی ورنہ علاج ناکام ہو جائے گا۔ اس پر طالب علم ڈاکٹر صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ استاد صاحب (ڈاکٹر صاحب) ابھی ابھی ہمارا طبِ اسلامی کا پروفیسر تو امراض کی پیدائش کا سبب کیفیات مزاج اخلاط کے کم و بیش ہونے اور ان کے بگاڑ سے بتا کر گیا ہے۔ آپ امراض کا سبب جراثیم کو بتا رہے ہیں اور انہیں ہلاک کرنے کو یقینی علاج بتا رہے ہیں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ حکما کا نظریہ امراض غلط ہے۔

طالب علم چونکہ طبی علم سے نابلد ہوتے ہیں اور اپنے اُستادوں کے سامنے بولنے اور اعتراض کرنے سے بھی گریز کرتے اور کتراتے ہیں۔ مجبوراً چار سال تک جو کچھ پڑھایا جاتا ہے پڑھ لیتے ہیں اور آخری امتحان دیکر مستند طبیب ہو کر کسی گاؤں یا شہر میں شفاخانہ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔ جب ان کے پاس کوئی پیچیدہ مریض آتا ہے تو چکرا جاتے ہیں۔ کبھی طبِ اسلامی کے اصول کے مطابق کیفیات مزاج اور اخلاط کے تحت تشخیص کرتا ہے۔ کبھی ایلوپیتھی کے جراثیمی نظریہ کے تحت جراثیم تلاش کر کے جرم کش ادویہ تجویز کرتا ہے۔ چونکہ ایسا حکیم دونوں طریقہ علاج سے متاثر ہوا ہوتا ہے اس لئے اکثر دیسی اور انگریزی ادویہ

ملا کر علاج تجویز کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر ناکام رہتا ہے۔ آہستہ آہستہ مایوس رہنے لگتا ہے۔ یہی وہ اہم غلطی ہے۔ جسکی وجہ سے استاد صابر ملتانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان کو بنے ہوئے (تیس سال) گزر چکے ہیں۔ پاکستان کے ہر بڑے شہر میں طبیہ کالج طبی کونسل کی نگرانی میں چل رہے ہیں۔ لیکن آج تک کسی بھی طبیہ کالج سے ایک بھی کامیاب اور محقق طبیب پیدا نہیں ہو سکا۔

ظاہر ہے طبیہ کالجوں میں علم فن طب کی مبادیات خلط ملط کر کے پڑھانے کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ سوائے وقت کے ضیاع کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ جو طبیب بن کر آتے ہیں وہ آدھے تیتر اور آدھے بٹیر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکمت کی بے حد تعریف کی۔ حکمت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ من یوت الحکمت فقد اوتی خیراً کثیراً گویا جس کو حکمت (عقل) بخشی گئی اس کو بہت بڑی دولت عطا فرمائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم طب ایک انتہائی شریف فن ہے۔ جس کی ماہیت حقیقت سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ اس سے خیر کثیر بھی اس وقت حاصل ہوگا۔ جب حکمت طب و طبابت کی مبادیات اچھی طرح ذہن نشین ہوں گی

علم و فن طب سمجھانے کے لئے بے شمار کتب شائع ہوئی ہیں۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ معیاری کتاب "القانون" ہے۔ جو جناب شیخ الرئیس بو علی سینا بن حسین صاحب کی تصنیف ہے۔ اس کی خوبیوں اور افادیت کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اس کے عربی سے ہر زبان میں ترجمے کئے گئے ہیں۔ لطف کی بات ہے کہ یورپ کی یونیورسٹیوں میں سات سو سال تک پڑھائی جاتی رہی ہے۔ اس کتاب میں جس قدر حقائق بیان کئے گئے ہیں وہ قانون LAWS کا درجہ رکھتے ہیں۔

آج بھی زمانے کی ضروریات کے مطابق چند معمولی ترمیمات و تنقیحات کے

علاوہ اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی جا سکتی اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک "القانون" کو پوری طرح سمجھا نہ جائے علم فن طب پوری طرح ذہن نشین نہیں ہو سکتا۔

مصنف نے "القانون" کی ترتیب و تدوین فطری تقاضوں کے مطابق دی ہے۔ علم فن طب کو کتاب میں چار فنون کے باب میں تقسیم کر کے قلم بند کیا گیا ہے۔ فن اول میں امور طب کے قوانین پر کلی بحث کی گئی ہے۔

فن دوم میں علم الادویہ کے افعال و اثرات خواص فوائد ذہن نشین کرائے گئے ہیں۔

فن سوم میں امراض خصوصی کی تفصیل و تشریح بیان کی گئی ہے۔

فن چہارم میں امراض عامہ کے حقائق و رموز بیان کئے ہیں۔ گویا ایک گلدستہ ہے۔ جو سجا کر رکھ دیا گیا ہے۔ جس سے ہر علم و فن طب سمجھنے والا مستفید ہو سکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ "القانون" میں ایسے لاتبدیل قوانین اور افادی قوانین درج کئے ہیں جن کا جواب آج بھی یورپی دنیا کی سائنس دے سکتی نہیں۔

اس کتاب کے ہر مضمون پڑھنے اور ذہن نشین کرنے سے ذہن اور دماغ میں جو جلا پیدا ہوتا ہے۔ وہ یورپ اور مغربی طب کی کسی کتاب سے ممکن نہیں۔

اس لئے میں نے اپنی کتاب کلیات قانون مفرد اعضاء تحریر کرنے کے لئے "القانون" "قانونچہ اور موجز" کو منتخب کیا ہے۔

میں نے بھی القانون کی ترتیب و تدوین کو اپنی کتاب کلیات قانون مفرد اعضاء کی زینت بنایا ہے۔

البتہ اس میں ضروریات زمانہ کے تحت تمام قوانین کو عام فہم زبان میں قانون مفرد اعضاء کے تحت ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔

یہ حقیقت کہ کسی بھی علم فن میں جو تحقیقات آج تک ہو چکی ہے۔ ان میں آنے والے زمانہ اور حالات کے مطابق اصلاح و تجدید ہو گی اور ہونا بھی ضروری ہے تاکہ

ان سے فی زمانہ پورا پورا مستفید ہوا جا سکے۔ یہ اصلاح و تجدید کا اصول اب نہیں پیدا ہوا بلکہ ہر زمانہ سے سابقہ تحقیقات سے اصلاح و تجدید کا عمل ہوتا آیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس حقیقت کی تصدیق ہر مصنف کی ہر کتاب کے نئے ایڈیشن سے بھی ہوتی ہے۔ نئے ایڈیشن میں مصنف اپنی کتاب کے ہر موضوع پر نظر غائر کر کے اصلاح و تجدید کرتا ہے اور نئے ایڈیشن میں بعض غیر ضروری اور فاضل مضامین کو خارج کر دیتا ہے اور بعض میں اصلاح و تجدید کر کے چھاپتا ہے جس سے کتاب نکھر کر صاف ستھری ہو جاتی ہے۔ بالکل یہی صورت القانون میں بھی ہوتی رہی ہے۔

القانون میں مضامین بہت طویل اور شرح بسط سے لکھے ہوتے تھے جنہیں ہونے والے زمانہ کے شائقین سمجھنے سے قاصر تھے۔ لہٰذا اس تلخیصات اور نچوڑ اسی زمانہ اور بعد کے قریب زمانہ ہی میں کیئے گئے۔ جن کو قانونچہ اور موجز وغیرہ نام دیئے گئے ہیں۔

محققین نے ان میں صرف علم فن طب کے قوانین کو مختصر بیان کیا اور طویل تشریحات کو نظر انداز کر دیا گیا جس سے القانون کی افادیت اور اہمیت پھر سے محسوس کی جانے لگی۔ لہٰذا بعد کے زمانہ میں قانونچہ اور موجز کی پھر تفسیریں لکھی گئیں۔

لیکن مصنفین نے جب طب کے بنیادی قوانین کی پھر تشریح کی تو اُن سے بے حد موشگافیاں ہوئیں۔ لمبی لمبی بحثوں سے بنیادی قوانین اُلجھ گئے۔ بے حد حشو و خاشاک سے حقیقت مستور ہو کر رہ گئی۔ اس خرابی کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہر مسئلہ میں بے ضرورت فلسفہ اور منطق کو دخل کر دیا گیا تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ طالب علم کے دماغ پر بے حد بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ ہر طالب علم کو علم فن طب کے ساتھ ساتھ فلسفہ اور منطق کی بحث کو ذہن نشین کرانا ضروری ہو گیا۔ اس طرح طالب علم ان مباحث کی اہمیت اور دلچسپی میں اپنے مقاصد سے

دور ہو گئے اور فن طب پر جس قسم کی دسترس حاصل ہونی چاہیے تھی وہ کامیابی کے ساتھ ان کتب سے حاصل ہونی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو گی۔

قانون مفرد اعضاء علم فن طب فلسفہ اور منطق کی چاشنی یا ضرورت کے مخالف نہیں کیونکہ کسی علم فن کے حقائق بغیر علم فلسفہ اور منطق کے ذہن نشین نہیں ہو سکتے۔

لیکن یہ اس وقت تک ہی مفید ہو سکتے ہیں جب کہ ان کو صرف اس علم فن کی اصطلاحات کے افہام و تفہیم تک ہی محدود رکھا جائے۔ لیکن جب تک ان حدود سے باہر قدم رکھا جائے اور بے ضرورت اور واضح مسائل کے امکانات اور حقیقت امری پر بحث کی جائے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ مبحث جواب الجواب کی صورت میں شیطان کی آنت کی طرح طوالت اختیار کر جائے تو پھر ان صورتوں سے اجتناب ہی بہتر ہے

لہذا ان غیر ضروری مباحث کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ البتہ کوشش کی ہے۔ کہ سوائے ضروری مسائل اور قوانین کے بے معنی بحثوں کو نظر انداز کرتے ہوئے فنی اصطلاحات اور مشکل قوانین کو عام فہم صورتوں میں تشریح و توضیح کر کے ذہن نشین کرانے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔

ہم نے اس فن شریف کو قانون مفرد اعضاء کے تحت سمجھنے اور حقائق کو جاننے کے لئے عرصہ ۳۰ سال خرچ کئے ہیں۔ اور اب اس قابل ہوئے ہیں کہ علم فن طب کے ہر موضوع پر موجودہ زمانے کے مطابق ہر ہر نقطہ کی قانون مفرد اعضاء کے تحت مختصر اور جامع انداز میں تشریح و توضیح کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہم نے کلیات قانون مفرد اعضاء تحریر کی ہے۔ جس کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہم نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے۔ کہ کوئی بات ایسی نہ لکھی جائے جو تجربہ مشاہدہ اور تحقیق میں درست ثابت نہ ہوئی ہو۔ محض سنی سنائی باتوں اور کتابوں کی بے معنی نقل اور بغیر غور و فکر کئے کسی بھی مسئلہ کو لکھنے کی جرأت نہیں کی۔

۲۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ صحیح علم وفن کو ایسے بہترین طریقہ سے ذہن نشین کرائیں تاکہ معمولی پڑھے لکھے اور طب سے شوق رکھنے والوں کے دل ودماغ میں پوری طرح سرائیت کر جائے اور اس سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہو سکیں۔

۳۔ ان قدیم مسائل کو جن کو عرصہ سات سو سال یعنی شیخ الرئیس بوعلی سیناؒ کے بعد سمجھانے کی ناکام کوششیں کی گئیں۔ یعنی مسائل سمجھانے کی کوشش میں مسائل کو الجھا دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم فن طب کو زوال آنا شروع ہو گیا۔ مخالفین نے اس کمزوری سے خوب فائدہ اٹھایا اور آوازے کسے کہ اب یہ فن زمانے کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ اور حکومتِ وقت کو مشورے دیئے گئے کہ اب اسے قانوناً ختم کر دیا جائے۔

خدا کا شکر ہے کہ استاد صابر ملتانیؒ فرنگی ڈاکٹروں کے سامنے ڈٹ گئے انہوں نے پہلے مبادیات طب پیش کی۔ پھر اس کے ایک ایک نقطے کی وضاحت کے لئے ایک اور کتاب "فرنگی طب غیر علمی اور غلط" ہے۔ دس ہزار روپے کے چیلنج کے ساتھ علمی دنیا کے سامنے پیش کی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آج تک اس کا کوئی جواب پیش نہیں کیا جا سکا۔

یہ کتابیں طب اسلامی اور قانون مفرد اعضاء کے لئے ایلوپیتھی کے مقابلہ میں ڈھال بنی ہوئی ہیں۔

میں نے بھی زیر نظر کتاب میں طب کے ہر نقطہ پر مختصر جامع اور عام فہم الفاظ میں تشریح کی ہے۔

۴۔ یہ قدرتی امر ہے کسی بھی علم فن کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ تو ذہن میں ہر نقطہ پر کئی کئی سوال اٹھتے ہیں۔ جن کا جواب طالب علم جاننا چاہتا ہے۔

میں نے طالب علموں کی اس مشکل کو حل کرنے کے لئے طب کے ہر نقطہ اور موضوع

پر سوال پیدا کر کے ان کے مدلل جواب دیئے ہیں۔ اس سے کتاب عام فہم بن گئی ہے۔
اس کے ہوتے ہوئے مسائل کو سمجھنے میں استاد کی بہت کم ضرورت محسوس کی جاتی ہے
یعنی کلیات قانون مفرد اعضاء ایک استاد کا کام دیتی ہے۔

۵۔ بعض مسائل ایسے تھے جن کو آج کل کی سائنس غلط قرار دیتی ہے۔ ان میں مسائل ارکان مزاج کیفیات، اخلاط اربعہ اور مسئلہ ارواح وقویٰ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بلکہ تشریح وافعال الاعضاء کے بعض مسائل میں بھی موجودہ سائنس اور ڈاکٹری اختلاف کرتی ہے۔

ان مسائل میں استاد صابر ملتانیؒ نے بڑی جرات سے کام لیکر ان کو فطری حقائق کی روشنی میں بیان کر کے ڈاکٹروں کا منہ بند کر دیا ہے۔ بلکہ موجودہ سائنس اور ڈاکٹروں کی غلطیاں نکالی ہیں۔ بعض مضامین کی ایک ایسی حسین تعبیر و تفسیر کی ہے جس سے وہ مسائل و مضامین باہم منطبق ہو گئے ہیں۔ بعض مسائل میں بالکل نئی راہیں پیدا ہو گئی ہیں۔

اس سے پہلے نہ طب یونانی نے بیان کیا اور نہ کسی اور طب نے بلکہ موجود سائنس بھی ان حقائق سے خالی ہے۔ یہ سب کچھ استاد صاحب نے اپنی کتاب "فرنگی طب غیر علمی اور غلط ہے" میں تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے چونکہ یہ کام استاد صاحب نے پہلے ہی کر دیا ہے اس لئے نہ اس سے بہتر تشریح ہو سکتی ہے اور نہ تشریح کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ اسی وجہ سے ان تفصیلات کو کتاب ہذا میں طوالت کے خوف سے درج نہیں کیا۔ شائقین استاد صاحب کی شہرہ آفاق کتاب "فرنگی طب غیر علمی اور غلط ہے" منگوا کر مطالعہ کر کے اپنے شوق کی تکمیل کریں۔ اس کو پڑھنے کے بعد ہی اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے گا اور پوری طرح لطف اندوز ہوا جا سکے گا۔

۶۔ طب یونانی نے علم فن طب کی ابتدا امور طبیعہ سے کی ہے۔ اور سب سے پہلے ارکان

(مٹی۔ ہوا۔ آگ اور پانی) کی مبادیات اور ان کی ماہیت وحقیقت بیان کی ہے اور بعد میں ان کے مزاج کیفیات کی صورت میں بیان کئے ہیں۔ یعنی مٹی سرد خشک۔ ہوا گرم تر آگ گرم خشک وغیرہ بتاتے ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ جب ان کی ماہیت حقیقت بیان کی ہے تو کہا گیا ہے۔ کہ جب کیفیات گرمی سردی۔ خشکی تری وغیرہ آپس میں ملتی ہیں تو کسر وانکسار اثر ومتاثر کے بعد جو کیفیات باقی بچی ہیں۔ اور لبستہ وٹھوس شکل اختیار کرتی ہیں۔ تو ارکان بن جاتی ہیں جس سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ارکان کیفیات سے بنتے ہیں۔ لیکن افسوس کیفیات گرمی۔ سردی۔ خشکی تری وغیرہ کی حقیقت وماہیت اور ان کے افعال واثرات خواص فوائد کو ایک الگ باب کی صورت میں بیان نہیں کیا جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ طالب علم اشیاء کے مادی اثرات سے تو واقف ہو جاتے ہیں۔ لیکن کیفیات کے بادی اثرات سے نابلد رہ جاتے ہیں۔ جبکہ طبی کتب میں امراض کی صورت میں بادی اور مادی اسباب کے اثرات کے افعال واثرات بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ طالب علم مادی اثرات کو تو آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن کیفیات کے غیر مادی صورت میں بیان نہ کرنے کی وجہ سے بادی اثرات سمجھتے وقت الجھ جاتے ہیں۔ میں نے کتاب ہذا میں ارکان سے پہلے کیفیات کا باب قائم کر کے اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔

اور ثابت کیا ہے کہ جس طرح اخلاط کے لبستہ وجم جانے کی صورت میں مفرد اعضاء بنتے ہیں بالکل اسی طرح مختلف کیفیات کے ملنے اور لبستہ صورت اختیار کرنے سے ارکان بنتے ہیں۔

(د) طب یونانی میں چار اخلاط تسلیم کئے جاتے ہیں۔ مثلاً صفرا۔ سودا۔ بلغم اور خون جب ان کی تشریح کی جاتی ہے تو صفرا سودا۔ بلغم کو تو مفرد اخلاط بیان کرتے ہیں لیکن خون کو تینوں اخلاط (صفرا۔ سودا۔ بلغم) کا مجموعہ بیان کرتے ہیں اور یہ بھی بیان

کرتے ہیں۔
کہ جسم کے تمام اعضاء کی غذا خون میں شامل ہوتی ہے یا جسم کے جم جانے کے تمام اعضاء خون سے غذا جذب کر کے اپنی بقا قائم رکھتے ہیں۔ اور نشوونما کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ خون تینوں اخلاط کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے مفرد خلط نہ ہے۔

اسی طرح صفرا بلغم سودا کی پیدائش کے مرکز تو بیان کئے جاتے ہیں لیکن خون کی پیدائش کا مرکز بیان نہیں کیا جاتا۔ جسے تیز یا سست کر کے خون کی پیدائش میں کمی بیشی کی جا سکے۔

لہذا قانون مفرد اعضاء نے تین فعلی اخلاط کو تسلیم کیا ہے جنہیں صفرا سودا بلغم کہتے ہیں

(۸) اکثر کتب میں لکھا ہوا ہے کہ چاروں اخلاط جگر میں بنتے ہیں۔ لیکن جب انہیں کم و بیش کرنا ہو تو ان اخلاط کے مزاج والے مفرد اعضاء کو تیز یا سست کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ جبکہ کہنا یہ چاہیے تھا کہ کسی بھی خلط کو کم و بیش کرنے کے لئے جگر کے فعل کو کم و بیش کریں۔ لیکن ایسا نہ کرایا جاتا ہے نہ کیا جاتا ہے اور نہ جگر کے تیز سست کرنے سے مطلوبہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس خلط کا جو مزاج ہے وہ اسی مزاج والے مفرد اعضاء کی غذا بنتا ہے اور اسی مفرد عضو کو تیز یا سست کر کے اسے کم و بیش کیا جا سکتا ہے مثلاً صفرا بڑھانا ہو تو جگر کو تیز کرتے ہیں۔ بلغم بڑھانی ہو تو دماغ و اعصاب کے فعل کو تیز کرتے ہیں۔ کتاب ہذا میں ان کمیوں کو پورا کیا گیا ہے۔

(۹) علم جسم جسے حالات بدن کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ جسم کے بگاڑ یا کسی مرض کی حقیقت ماہیت جاننے کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس علم کے بغیر بڑی مرض تو کیا چھوٹی سے چھوٹی مرض کی حقیقت و ماہیت سمجھ نہیں آسکتی۔ کم از کم ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام نظام ہائے جسم کے طبعی افعال اور بگاڑ کی حالتوں سے

اچھی طرح واقف ہو۔ تاکہ مرض کی صحیح حقیقت ماہیت جان کر صحیح و تشخیص و علاج تجویز کیا جا سکے۔

یہی کتاب ہذا میں منافع اعضاء کے تحت نظامات جسم کی جامع اور مختصر تشریح کر کے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔

(۱۰) علم اسباب فن علاج کی جان ہے اور ان کو سمجھنے سے ہی امراض کی حقیقت ماہیت ذہن نشین ہوتی ہے جن کا فائدہ یہ ہے کہ اسباب مرض سمجھ کر اور انہیں رفع کر کے ہی ہر مرض کا علاج ممکن ہے۔

اس لئے کتاب ہذا میں طالب علم کے لئے علم الاسباب کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

(۱۱) جب کسی سبب سے مرض نمودار ہو جاتی ہے یا مفرد اعضاء کے افعال بگڑ جاتے ہیں۔ تو مرض کی واضح علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ ذہین معالج مخصوص علامات سے محرک و مسکن مفرد اعضاء کو تلاش کرتا ہے۔ پھر مسکن مفرد عضو کو تحریک اور محرک عضو مفرد میں تحلیل پیدا کر کے ان میں اعتدال کرتا ہے جس سے غیر طبعی علامات غائب ہو جاتی ہیں اور مریض تندرست ہو جاتا ہے۔

کتاب ہذا میں علامات کا باب قائم کر کے مخصوص ظاہری علامات جسم۔ قارورہ۔ براز وغیرہ کی علیحدہ علیحدہ بالاعضاء علامات کی تشریح و توضیح کی ہے۔ تاکہ طالب علم سے لیکر عام اشخاص بھی انہیں مطالعہ کر کے علاج معالجہ کر سکیں۔

(۱۲) علم فن طب میں نبض کو تشخیص الامراض میں اعلیٰ مقام حاصل ہے جو معالج نبض دیکھ کر امراض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ انہیں نباض کہتے ہیں۔

نبض کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر مریض جب کسی ڈاکٹر یا حکیم کے پاس علاج کی غرض سے جاتا ہے تو سب سے پہلے وہ معالج کو

تشخیص مرض کے لئے نبض دیکھتا ہے تاکہ وہ نبض کے ذریعہ اس کی مرض تشخیص کرے۔
میں نے کتاب ہذا میں نبض کا الگ باب قائم کر کے قانون مفرد اعضاء کے تحت نبض کی تین اقسام مقرر کر کے ہر نبض کے تحت امراض و علامات کی تشریح و توضیح کی ہے۔ ہر نبض دیکھنے کے لئے چھ شرائط مقرر ہیں تاکہ غلطی کا امکان نہ رہے اور مرض کی صحیح تشخیص ہو سکے۔

(۱۳) دنیا میں جتنے علوم و فنون پائے جاتے ہیں ان کے علمی و عملی دو حصے ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح طب کے بھی دو حصے ہیں پہلا حصہ علمی ہے جس میں مبادیات طب پڑھائی جاتی ہیں جس میں غیر مادہ سے شروع کر کے مادہ یعنی جمادات نباتات حیوانات جس میں انسان بھی شریک ہے کی حقیقت و ماہیت بتائی جاتی ہے۔ چونکہ علم فن طب انسان کی بقا اور صحت و مرض سے بحث کرتا ہے۔ اس علم فن طب کے پہلے حصہ میں امورِ طبیعہ انسان کی بناوٹ۔ اس کے افعال اور بگاڑ پر بحث کی جاتی ہے علم فن طب کا یہ حصہ طب علمی کہلاتا ہے۔

اس کے بعد علم فن طب کا دوسرا حصہ ہے جس کو طب عملی کہتے ہیں۔ اس حصہ میں انسان تندرست ہے تو اس کی حفاظت کا علم پڑھایا جاتا ہے۔ جو علم حفظانِ صحت کہلاتا ہے اگر کسی سبب سے انسان بیمار پڑ جاتا ہے تو اس کی صحت بحال کرنے کی کوشش کا علم پڑھایا جاتا ہے جسے عرفِ عام میں علم العلاج کہا جاتا ہے۔
چونکہ علم حفظانِ صحت اور علم العلاج عمل سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے علم فن طب کے اس حصہ کو طب عملی کہتے ہیں۔ میں نے کتاب ہذا میں علم حفظانِ صحت اور علم العلاج کے دو باب قائم کر کے اطباء کو تنبیہ کی ہے کہ جب تک وہ طب کے علم حفظانِ صحت اور علاج کے اصول کو ذہن نشین نہیں کریں گے وہ ایک بھی انسان کی نہ صحت کی حفاظت کر سکیں گے اور نہ انسان کی کسی معمولی سی تکلیف و بیماری کا علاج کر سکیں گے۔ خادم فن۔ حکیم محمد یٰسین دنیاپور

انسانی نفس اور زندگی کا تعلق آفاق اور کائنات سے

قدیم طب اور قانون مفرد اعضاء میں ابتدائی قوانین طبیہ بیان کرتے وقت ان تمام امور کو سامنے رکھا گیا ہے جس میں نفس و آفاق اور زندگی و کائنات دونوں شریک ہیں۔ گویا دونوں کا گہرا تعلق اور چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لئے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یعنی جب زمین و آسمان میں کوئی تغیر پیدا ہوگا۔ اس کا اثر زندگی اور نفس پر ضرور پڑے گا۔

بالکل اسی طرح جب زندگی اور نفس میں تغیرات پیدا ہوں گے تو ان کا اثر کائنات اور آفاق پر بھی ہوگا۔

مثلاً جسم اور نفس دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں وہ ایک دوسر پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لیکن دونوں ایک دوسرے سے جدا ہستی بھی رکھتے ہیں۔ ان میں ایک غیر مادی ہے اور دوسرا مادی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔

بالکل یہی صورت آفاق اور ارض کی ہے۔ یعنی اگر آفاق غیر مادی ہے تو ارض (مٹی) مادی صورت میں جلوہ گر ہے۔

دوسرے لفظوں میں انسانی روح غیر مادی ہے لیکن انسانی جسم مادی ہے یا مادی ذرات سے بنا ہے۔

بالکل یہی صورت اس کائنات میں پائی جاتی ہے۔ یعنی آفاق و کائنات میں اگر کیفیات غیر مادی صورت میں پائی جاتی ہیں تو زمین موالید ثلاثہ میں یہی کیفیات مادہ کی صورت میں موجود پنہاں ہیں۔

قارئین یہ حقیقت بھی ذہن نشین کرلیں کہ اگر کیفیات گرمی سردی خشکی تری کائنات و آفاق میں آزادانہ طور پر پائی جاتی ہیں تو انسانی خون و جسم میں محصور طور پر موجود ہیں جن کا اظہار مفرد اعضا اپنی تیزی و سستی سے کرتے رہتے ہیں۔

چونکہ آفاق اور نفس انسانی میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ لہذا جب آفاق میں کوئی تغیر آتا ہے۔ تو ہمارا جسم بھی اس کے تغیر سے متاثر ہوتا ہے۔

قانون مفرد اعضا کی تحقیق

قانون مفرد اعضا کی انسان کی بنیاد کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ انسان بھی کائنات اور آفاق کا ایک جز ہے۔ جس طرح بال ہمارے جسم کا جز ہیں۔ سو اس جز ہونے کی وجہ سے جو مزاج ارضی و سماوی حرکات اور کائنات و آفاق کے اثرات کے تحت ظاہر ہوگا۔ انسان بھی اس میں شریک ہوگا۔

کیفیات

طب یونانی اور قانون مفرد اعضا میں کیفیات سے مراد گرمی سردی خشکی تری

ہیں۔ جو تعداد میں چار ہیں

کیفیات کا حلقہ اثر

تری گرمی

خشکی سردی

کیفیات جہاں ہماری فضا میں ہر وقت گردش کرتی رہتی ہیں وہاں اس کائنات کی ہر شے میں اجزائے صورت میں پائی جاتی ہیں۔

ایک اعتراض

طبی کتب میں ہر شے کے اجزا اولیہ تو ارکان بتائے جاتے ہیں۔ اگر ہر شے کے اجزا اولیہ کیفیات کو مان لیا جائے تو ارکان کی ہستی قائم نہیں رہے گی۔

جواب

یاد رکھیں جس طرح اخلاط سیال حالت سے ٹھوس صورت اختیار کر کے اعضا میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح کیفیات ورت مادہ اختیار کرتی ہیں۔ تو اوّل ارکان بنتی ہیں اور ارکان کے امتزاج سے اس کائنات کی تمام اشیا بن جاتی ہیں۔

چونکہ ایک طرف ارکان کیفیات سے بنے ہیں۔ دوسری طرف ارکان سے تمام اشیا۔ اس لئے ہر شے کے اجزا اولیہ کیفیات کو کہہ لیا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا

کیفیات کی اقسام

فعل و انفعال کے لحاظ سے کیفیات کی دو اقسام ہیں۔

اول فعلی کیفیات - دوم انفعالی کیفیات
۱- فعلی کیفیات : فعلی کیفیات میں گرمی اور سردی شامل ہیں۔
۲- انفعالی کیفیات : انفعالی کیفیات میں مادی صورت تری خشکی شامل ہیں۔

فعلی و انفعالی کیفیات میں فرق

جیسا کہ اوپر بتا چکا ہوں، کہ دو کیفیات فعلی اور دو انفعالی ہیں۔ فعلی کیفیات میں گرمی سردی شامل ہیں۔ اور انفعالی کیفیات میں خشکی اور تری شامل ہیں۔
قادر مطلق نے ہر شے کو ایک کیفیت فعلی اور ایک انفعالی (کیفیت) ودیعت کر کے پیدا کیا ہے۔
یہ ناممکن ہے کہ کوئی چیز صرف فعلی یا انفعالی کیفیات سے مرکب ہو۔ مثلاً کوئی چیز گرم سرد نہیں ہو سکتی اسی طرح کوئی چیز خشک و تر نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دونوں کیفیات ایک دوسری کی ضد ہیں۔ دو ضدیں ایک جگہ اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی چیز میں انفعالی کیفیت زیادہ اور فعلی کم ہو۔ مثلاً املی پھٹکڑی وغیرہ میں خشکی و سردی کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ یعنی ان میں خشکی زیادہ اور سردی کم ہے۔ اسی وجہ سے قانون مفرد اعضاء میں انہیں خشک سرد عضلاتی اعصابی ادویہ کہتے ہیں۔

اسی طرح لونگ دارچینی۔ کچلہ وغیرہ کو خشک گرم کہتے ہیں۔ قانون مفرد اعضا میں انہیں عضلاتی غدی ادویہ کہتے ہیں۔

اس کے برعکس چاکسو۔ اجوائن۔ رائی وغیرہ میں گرمی زیادہ اور خشکی کم ہوتی ہے۔ انہیں قانون مفرد اعضا میں گرم خشک غدی عضلاتی ادویہ کہتے ہیں ان میں گرمی فعلی کیفیت ہے اور خشکی انفعالی کیفیت ہے

اسی طرح نوشادر۔ سنڈھ۔ ملٹھی۔ مرچ سیاہ کو گرم تر کہتے ہیں جن میں گرمی زیادہ اور تری کم ہوتی ہے۔

ایک غلطی کا ازالہ

یہاں اس بات کو بھی ذہن نشین کرلیں کہ طبی کتب میں کیفیات کی کمی بیشی کے اظہار کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ مثلاً ہمارے پاس دو قسم کی چیزیں ہیں۔ جن میں گرمی تری اور تری گرمی کی کیفیات پائی جاتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک گروپ میں گرمی زیادہ تری کم ہے جبکہ دوسرے میں تری زیادہ گرمی کم ہے۔ ان میں کوئی فرق بیان نہیں کیا جاتا۔ بلکہ دونوں کو گرم تر لکھا جاتا ہے۔

مثلاً آم شیریں۔ کھجور۔ پستہ اور امرود گرم تر ہیں ان کے برعکس روغن بادام۔ گھی ملائی۔ بالائی۔ گاجر اور حلوہ تر گرم ہیں۔ قانون مفرد اعضا نے ان کے اس فرق کو غدی

کیفیات کے افعال اثرات

طب یونانی اور قانون مفرد اعضا سردی اور گرمی کو فعلی کیفیات تسلیم کرتے ہیں۔ افعال کے لحاظ سے سردی کے مقابلہ میں گرمی تسلیم کی گئی ہے۔ یعنی جو افعال سردی سے سرزد ہوتے ہیں۔ گرمی اس کے برعکس افعال انجام دیتی ہے۔

بالکل اسی طرح تری کے مقابلہ میں خشکی ہے۔ یعنی جو افعال تری سے سرزد ہوتے ہیں خشکی ان کے برعکس افعال انجام دیتی ہے۔ یاد رکھیں کہ اگر خدانخواستہ متضاد قسم کی کیفیات نہ پائی جاتیں تو ہمارے لئے بہت مشکلات ہوتیں۔ مثلاً نہ متضاد قسم کے افعال و اثرات رکھنے والی اشیاء ہوتیں اور نہ ہی ہم انہیں اپنی مرضی کے مطابق قابل استعمال بنانے کے لئے شکلوں میں ڈھال سکتے۔

اب چونکہ نہ صرف متضاد افعال و اثرات کی حامل کیفیات پائی جاتی ہیں بلکہ اس کائنات کی تمام اشیاء کے علاوہ ہمارے جسم میں بھی متضاد کیفیات کے حامل اعضا پائے جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اب ہم کیفیات کے افعال و اثرات جانتے ہوئے اپنی حسبِ منشا نہ صرف کائنات کی اشیا میں بلکہ جسم میں بھی مختلف تبدیلیاں لا سکتے ہیں۔

اب ہم جب چاہیں جسم میں بڑھی ہوئی گرمی خشکی کو سرد تر اشیا سے اور بڑھی ہوئی سردی تری کو گرم خشک اشیاء کھلا کر دور کر سکتے ہیں۔

لہذا جب تک طالب علم کو کیفیات کے افعال و اثرات خواص و فوائد کا علم نہ ہوگا۔ اس وقت تک اس کا علم و حکمت نامکمل ہوگا۔

یعنی نہ وہ اغذیہ ادویہ اشیاء کے افعال و اثرات سے واقف ہوگا بلکہ جسم انسان کے مفردِ اعضا کی ماہیت، بناوٹ اور ان کے افعال سے بھی نابلد رہے گا

کیفیات کے افعال اثرات خواص فوائد

۱۔ سردی سے جسم انسان میں ہڈی جیسے سرد مفرد اعضا کی پیدائش ہوتی ہے

۲۔ سردی ہر قسم کی رطوبت کو جما دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ جسم انسان کے جوڑوں کی رطوبات جم کر تحجر مفاصل ہو جاتا ہے

۳۔ سردی سے ہر قسم کی نشوونما بند ہو جاتی ہے

۴۔ سردی موت لاتی ہے۔ یعنی جب کوئی انسان یا حیوان کا جسم بالکل سرد ہو جاتا ہے۔ تو ہم سمجھ لیتے ہیں۔ کہ اب یہ مر چکا ہے یا مرنے کے قریب ہے۔

۵۔ سردی ہر تر یا نم دار چیز میں خمیر و تعفن پڑنے سے روکتی ہے اور ہر چیز کو پہلی حالت میں رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لاشوں کو متعفن ہونے سے

۱۔ گرمی سے جسم انسان میں جگر و غدد جیسے نرم اعضا کی پیدائش ہوتی ہے۔

۲۔ گرمی سے ہر ٹھوس شے تحلیل ہو جاتی ہے یا پگھل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہمارے جسم میں گرمی یا صفرا بڑھا دیا جائے تو تحجر مفاصل ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ گرمی سے جمادات۔ نباتات اور حیوانات میں نشوونما کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔

۴۔ گرمی زندگی عطا کرتی ہے۔ جب تک کسی حیوان یا انسان کا جسم مناسب گرم رہتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ابھی اس کی زندگی باقی ہے

۵۔ گرمی سے ہر تر چیز میں خمیر و تعفن پڑ جاتا ہے۔ جس میں جراثیم بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

روکنے کے لئے برف یا انتہائی سرد کمروں
میں رکھتے ہیں۔

۶۔ سردی سے مٹی کا وجود ظہور میں آتا
ہے۔ جو ارکان اربعہ میں سے ایک الگ
رکن ہے۔

۷۔ مٹی جو سردی کی حامل ہے جلتی ہوئی
چیزوں کو بجھا دیتی ہے

۸۔ چونکہ سردی ہر چیز کے فعل میں سکون پیدا
کر دیتی ہے۔ اس لئے سردی کی حامل مفرد
اعضاء (ہڈی۔ کری) وغیرہ کو اطبا تقدیم
ساکن اعضا میں شمار کرتے ہیں۔

۹۔ سردی کی زیادتی سے تری کم اور خشکی
بڑھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنوری فروری
میں سردی کی زیادتی تری کو ختم کرکے خشکی
کی ابتدا کر دیتی ہے۔ جو گرمی کے موسم کا
پیش خیمہ ہوتی ہے۔

۱۰۔ سکون سے سردی پیدا ہوتی ہے

۱۱۔ سردی ہر شے کو سکیڑ دیتی ہے۔

۶۔ گرمی سے آگ کا وجود ظہور میں آتا
ہے۔ جو ارکان اربعہ میں سے ایک الگ
رکن ہے۔

۷۔ آگ جو گرمی کی حامل ہے ہر قسم کی چیز د
کو جلا دیتی ہے

۸۔ چونکہ گرمی ہر چیز میں زندگی اور نشوونما
کرتی ہے یا زندہ چیزوں میں گرمی لازمی ہے
اس لئے جسم انسان میں گرمی کے حامل مفرد
اعضاء (جگر و غدد) کو فعلی و حیاتی اعضاء
میں شمار کرتے ہیں۔

۹۔ گرمی کی زیادتی سے خشکی کم ہو کر تری
بڑھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب فضا
گرمی کی زیادتی ہو جاتی ہے اور خشکی کم
ہو جاتی ہے تو بارشیں شروع ہو جاتی ہیں
جو سردی کے موسم کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔

۱۰۔ حرکت یا رگڑ سے گرمی پیدا ہوتی ہے۔

۱۱۔ گرمی ہر شے میں تحلیل کا عمل کرکے
اسے پھیلا دیتی ہے۔

تری	خشکی
۱۔ تری کی زیادتی سے چیزیں پھول جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ تری کی زیادتی سے عظم قلب یا عظم الطحال وغیرہ ہو جایا کرتا ہے	۱۔ خشکی کی زیادتی سے چیزیں پھٹ جاتی ہے یعنی ان میں ٹوٹ پھوٹ واقع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں پانی خشک ہو جاتا ہے۔ وہاں کی زمین بھی پھٹ جاتی ہے یا اس میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔
۲۔ تری جلتی ہوئی چیزوں کو بجھا دیتی ہے	۲۔ خشکی نہ جلنے والی چیزوں کو جلنے کے لئے تیار کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گیلی لکڑی خشک ہو کر جلنے لگتی ہے یا جلنے کے قابل ہو جاتی ہے۔
۳۔ تری بالفعل دماغ و اعصاب کی محرک ہے	۳۔ خشکی بالفعل قلب و عضلات میں تحریک پیدا کرتا ہے۔ پیدا کرتی ہے۔
۴۔ تری جب صورت مادہ اختیار کرتی ہے تو اول پانی بنتی ہے جو ارکان اربعہ کا ایک رکن ہے۔	۴۔ خشکی جب صورت مادہ اختیار کرتی ہے تو اول ہوا بنتی ہے جو ارکان اربعہ کا ایک رکن ہے۔
۵۔ تری پر ہی دماغ و اعصاب کی بنیاد	۵۔ خشکی پر ہی قلب و عضلات کی بنیاد

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دماغ و اعصاب
کا مزاج تر تسلیم کیا جاتا ہے

۶۔ تری کی زیادتی سے نیند آتی ہے۔
چنانچہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک مریض
کئی کئی دن تک سویا رہا۔ بلکہ تاریخ میں
کئی کئی ماہ تک انسان کے سونے کی روایت
آتی ہے۔ یہ تری کا کرشمہ ہے۔

۷۔ تری کی زیادتی سے قلب و عضلات
میں تسکین پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
اعصابی تحریک والے مریضوں کی نبض
بے حد سست ہوتی ہے۔

۸۔ تری کی زیادتی سے جسم انسان پھول
کر موٹا ہو جاتا ہے

۹۔ تری یا رطوبات میں جب حرارت عمل
کرتی ہے تو اگر حرارت بہت زیادہ
نہ ہو تو ان میں خمیر و تعفن پیدا ہو جاتا

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قلب و عضلات
کا مزاج خشک تسلیم کیا گیا ہے۔

۶۔ خشکی کی زیادتی سے نیند ختم ہو جاتی
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ایسے اشخاص
بھی پائے جاتے ہیں جو کئی کئی سال تک
نہیں سوئے۔ چند دن نہ سونا تو عام آدمیوں
کا مشاہدہ ہی ہوتا ہے۔

۷۔ خشکی کی زیادتی سے جگر و غدد میں تسکین
پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غدد و جگر
کے سکون سے تحلیل غذا کا فعل تقریباً بند
ہو جاتا ہے۔ جس سے انسانی جسم کی نشوونما
بند ہو جاتی ہے۔

۸۔ خشکی کی زیادتی سے چونکہ رطوبات ختم یا کم
ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس سے انسان دبلا
پتلا ہو جاتا ہے۔

۹۔ خشک چیزوں میں جب شدید حرارت عمل
کرتی ہے تو وہ آگ پکڑ لیتی ہے۔ البتہ
اگر حرارت زیادہ نہ ہو تو خشک چیزیں

ہے۔ البتہ اگر حرارت زیادہ ہو تو رطوبات تحلیل ہو کر اڑ جاتی ہے

۱۰۔ تری میں جب سردی عمل کرتی ہے۔ تو ٹھوس و بستہ صورت اختیار کر لیتی ہیں

۱۱۔ تری کی حامل چیزوں میں لچک پائی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ بچوں میں تری زیادہ ہونے کی وجہ سے اعضا میں ٹوٹ پھوٹ بہت کم ہوتی ہے

پہلے سے نرم ہو جاتی ہیں۔

۱۰۔ خشک چیزوں پر جب سردی عمل کرتی ہے تو وہ اپنے حجم سے بھی سکڑ جاتی ہے جس سے ان میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور پہلے سے سخت ہو جاتی ہیں۔

۱۱۔ خشک چیزوں میں سختی پائی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ بوڑھوں میں خشکی زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کے اعضا، ٹانگوں بازوؤں اور پسلیوں وغیرہ میں ٹوٹ پھوٹ جلد واقع ہوتی ہے۔

کیفیات کی اہمیت و ضرورت

کیفیات کی اہمیت اور ضرورت بیان کرنے کا سوال اس لئے پیدا ہوتا ہے کیونکہ ایلوپیتھی طریقہ علاج کے حامیین سرے سے کیفیات کو علم الامراض علم الادویہ اور علم الاعضا میں بھی اہمیت نہیں دیتے جبکہ طب یونانی۔ ایورویدک اور قانون مفرد اعضا میں بنیادی طور پر یہی پڑھایا جاتا ہے کہ جہاں کیفیات غیر مادی طور پر فضا میں پائی جاتی ہیں۔ وہاں ہر شے کے اجزاء اولیہ بھی کیفیات ہیں۔ یعنی ہر شے چاہے وہ غذا ہے چاہے

دوا اس کے جوہر میں کیفیات ہی پنہاں ہیں۔

اگر اوپر کی سطور میں سردی۔ گرمی اور تری و خشکی کے افعال و اثرات اور خواص فوائد میں کیفیات کی اہمیت اور ضرورت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اب یہاں مزید تشریح کر رہا ہوں تا کہ ان کا کوئی پہلو بیان کرنے سے نہ رہ جائے۔

۱۔ کیفیات کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ ان کے بغیر ارکان یا مادہ ظہور میں نہیں آسکتا۔ جس طرح ہم مٹی کے بغیر اینٹ نہیں بنا سکتے اور پانی کے بغیر برف نہیں بنا سکتے بالکل اسی طرح کیفیات کے بغیر مادہ نہیں بن سکتا۔

۲۔ دوسری اہم ضرورت یہ ہے کہ ان کی مدد سے ہم اشیاء کو حسب منشا قابل استعمال بناتے ہیں۔ مثلاً زیادہ سرد چیزوں میں حرارت شامل کر کے انہیں ہم آسانی سے استعمال کر لیتے ہیں۔ اسی طرح انتہائی سخت چیزیں بھی حرارت سے نرم کر لی جاتی ہیں۔ مثلاً لوہے کو گرم کر کے اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ ہمارے جسم کے جوڑ جب تحجر مفاصل (سردی کی شدت سے) کی وجہ سے منجمد ہو جائیں تو گرم خشک اور مولد صفرا ادویہ سے جمے ہوئے مواد کو تحلیل کر کے جوڑ چلا سکتے ہیں۔

۳۔ جب ہمیں سخت گرمی لگ رہی ہو تو ہم سرد ماحول میں چلے جاتے ہیں یا سرد چیزیں استعمال کرتے ہیں

ہمارے جسم کے باہر جس طرح رطوبات کو حرارت کی مدد سے تحلیل کر کے اڑا دیا جاتا ہے یا جس جگہ یا شے سے رطوبات اڑائی جاتی ہیں۔ اس سے ہم ہم پہلے سے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ بالکل یہی صورت ہمارے جسم کی ہے مثلاً ہمارے جسم میں بلغم اور رطوبات کی کثرت ہو جاتی ہے تو ہمارا جسم ان کے بوجھ سے بے چین ہو جاتا ہے ہم ایسے شخص کو عضلاتی (خشک) ادویہ کھلاتے ہیں۔

جس سے ایک طرف دماغ و اعصاب کی طرف دوران خون کم ہو کر رطوبات کی پیدائش بند ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف پڑی ہوئی رطوبات تحلیل ہو کر خشک ہو جاتی ہیں یا اڑ جاتی ہیں۔

۴۔ اگر بدقسمتی سے کیفیات نہ ہوتیں تو دنیا کی کوئی شے نہ ہوتی اور نہ ہم اشیاء کو مختلف شکلوں میں تبدیل نہ کر سکتے، بلکہ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہتیں۔ مثلاً اگر حرارت نہ ہوتی۔ تو ہم ٹھوس اشیاء کو تحلیل نہ کر سکتے۔ اب چونکہ حرارت کا وجود موجود ہے۔ اس لئے اسے ہم کسی نہ کسی طریقے سے پیدا کر سکتے ہیں۔ اور ضرورت کے مطابق مختلف اشیاء پر اثر انداز کر کے اپنی منشا کے مطابق انہیں ٹھوس سے مائع یا گیس میں تبدیل کر لیا کرتے ہیں۔

صرف ایک کیفیت کے ہونے سے خرابیاں

۱۔ اگر صرف رطوبات ہی ہوتیں۔ تو کوئی چیز ٹھوس حالت میں نہ ملتی بلکہ سیال حالت میں ہی ملتی۔ کیونکہ تری کا خاصہ یہ ہے کہ وہ آسانی کے ساتھ ہر قسم کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

۲۔ اگر صرف سردی کی کیفیت ہی ہوتی۔ تو عام چیزیں بستہ اور ٹھوس حالت میں ملتیں اور ان میں اتنی سختی ہوتی کہ وہ کسی صورت میں بھی توڑی پھوڑی نہ جاتیں سب سے مشکل بات یہ ہوتی کہ پانی بھی برف کی صورت میں ملتا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات خصوصاً ہوتی کہ ہمارے جسم میں الحاقی مادہ کے سوا کچھ بھی نہ ہوتا اور نہ ہی مختلف قسم و مزاج کے اعضاء ہوتے بلکہ انسان صرف ہڈیوں کریوں اور رباط وغیرہ کا ڈھانچہ ہوتا۔

اگر صرف خشکی کی کیفیت ہی ہوتی۔ تو دنیا کی تمام چیزیں خشک اور ریت کی مانند ریزہ ریزہ ہوتیں۔ کیونکہ خشکی کا خاصہ ہے کہ وہ ہر شے کو توڑ پھوڑ دیتی ہے۔

جس طرح سائنس حرارت کے متعلق تسلیم کرتی ہے کہ حرارت سے چیزیں پھیلتی ہیں بالکل اسی طرح قانون مفرد اعضاء خشکی کے متعلق تسلیم کرتا ہے کہ خشکی سے چیزیں پھٹتی اور ریزہ ریزہ ہوتی ہیں۔

صرف خشکی کے پائے جانے سے اس کائنات میں زندگی کا نام و نشان نہ ہوتا البتہ اگر زندگی ہوتی تو جراثیموں سے لیکر حیوانات تک ایک ہی قسم کے کشوز سے بنے ہوتے ہیں ان کی نہ تشکیل ہوتی ہیں اور نہ ایسی نشوونما ہوتی ہے کیونکہ نشوونما رطوبت عزیزی اور حرارت عزیزی کے بغیر ناممکن ہے۔ یاد رکھیں خشکی رطوبت عزیزی کے برعکس ہے۔

اوپر کی سطور میں کیفیات کی اہمیت اور ضرورت میں لکھ چکا ہوں کہ کیفیات اربعہ موجود ہیں تو کائنات کی تمام اشیاء موجود ہیں۔ اگر کیفیات نہ ہوتیں تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور اگر چار کیفیات کی بجائے صرف ایک کیفیت ہوتی تو باقی تین کیفیات کے نہ ہونے سے فلاں فلاں خرابیاں یا کیمیائی ہوتیں

اب یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر صرف دو کیفیات ہوتیں تو اشیاء میں کس کس قسم کی خرابیاں اور کمیاں ہوتیں۔

فرض کیا کہ سردی اور خشکی موجود ہوتی۔ گرمی اور تری نہ ہوتی تو........

۱۔ اس کائنات میں اشیاء نہایت سخت ہوتیں مائع اور گیس کی صورت میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی۔ جبکہ ہمارے اجسام کے لئے خون جیسے سیال اور روح جیسے گیسز کی سخت ضرورت ہے۔ ان کے بغیر ہماری زندگی کی بقا ناممکن تھی۔

۲۔ سردی اور خشکی کی زیادتی سے اشیاء کے مزاج سرد خشک ہونے اور ہر شے سخت ٹکڑوں کی صورت میں پائی جاتی۔ ان میں کسی قسم کی لچک نہ پائی جاتی۔ کیونکہ دنیا میں جتنی چیزیں نرم اور لچک دار ہوتی ہیں ان میں حرارت اور رطوبت کا اثر بار رجحان موجود ہوتا ہے۔

• مثلاً درخت کی شاخوں میں چونکہ رطوبت کثرت سے موجود ہوتی ہے لہٰذا انہیں ہم اپنی مرضی سے بڑی آسانی کے ساتھ موڑ سکتے ہیں۔ اس کے برعکس جب یہی شاخیں خشک ہو جاتی ہیں تو ان میں ٹوٹنے کی صفت آجاتی ہے اور اپنی پہلی صفت کھو بیٹھتی ہے۔

یہی حال ہمارے جسم کے اعضاء کا ہے۔ جب ہمارا بچپن ہوتا ہے۔ تو اس وقت رطوبت و حرارت کی زیادتی ہونے کی وجہ سے اعضاء میں نشوونما ہوتی ہے اور ان میں ٹوٹ پھوٹ واقع نہیں ہوتی۔ لیکن جب بڑھاپا میں حرارت اور تری کے اثرات کم ہو جاتے ہیں تو ایک طرف جسم کی نشوونما بند ہو چکی ہوتی ہے۔ دوسری طرف ہاتھ پاؤں کا گوشت پھٹنا (بیوایاں پھٹنا) شروع ہو جاتا ہے اسی طرح ہڈیاں معمولی سے دباؤ سے ٹوٹ جاتی ہیں۔ حالانکہ اس عمر میں بھی حرارت اور رطوبت کلی طور پر ختم نہیں ہو چکی ہوتیں صرف ان کے مقابلہ میں سردی اور خشکی بڑھی ہوتی ہے۔

۳۔ تمام اشیاء بوجھل ہوتیں ہیں۔ کیونکہ سردی خشکی کی وجہ سے ان کے ذرات سختی کے ساتھ ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ان کو توڑنا بے حد مشکل ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ جن دھاتوں میں کیمیاوی طور پر گرمی موجود ہوتی ہے وہ سرد دھاتوں سے نرم ہوتی ہیں مثلاً لوہا سرد خشک ہونے کی وجہ سے سخت ہے جبکہ سونا حرارت کی وجہ سے لوہے کی نسبت نرم ہے۔

اسی طرح کچلہ جو تیسرے درجے میں خشک ہونے کی وجہ سے نہایت سخت ہے جب ہم اس میں حرارت داخل کرتے ہیں تو اس سے خشکی نکل جاتی ہے اور یہ پھیل کر نرم ہو جاتا ہے اور آسانی سے رگڑا اور پیسا جا سکتا ہے۔

اگر حرارت نہ ہوتی تو پھر اسے کسی صورت میں توڑا نہیں جا سکتا تھا اور نہ ہی اس سے خشکی خارج کی جا سکتی تھی۔

اسی طرح نمونیہ جیسے سرد امراض کا علاج نہ ہوتا۔ اب حرارت موجود ہے ہم گرم خشک اشیاء دے کر فوراً نمونیہ کا علاج کر لیتے ہیں۔

اگر سردی خشکی گرمی موجود ہوتی

۱۔ اگر سردی خشکی اور گرمی موجود ہوتی تو اس کائنات کی اشیاء ٹھوس ذرات یا گیس کی حالت میں ہی ہوتیں مائع و سیال صورت میں کوئی چیز نہ ہوتی۔ سمندر ناپید ہوتے۔ بارشیں بالکل نہ ہوتیں۔

جہاں سردی خشکی ہوتی وہاں اشیاء میں شدید سختی ہوتی۔ جہاں گرمی خشکی ہوتی وہاں آندھیاں آتیں۔ ہوائیں گرمی خشکی کی شدت ہونے سے لوئیں چلتیں جگہ جگہ آگ جلتی۔ جس میں انسانی زندہ رہنا ناممکن ہوتا۔

اب چونکہ کائنات میں تری موجود ہے لہٰذا ایک طرف تری سے خشکی کم ہو جاتی ہے دوسری طرف سردی حرارت کو اعتدال پر رکھتی ہے۔

جس سے نہ تو چیزیں زیادہ خشک ہی ہوتیں ہیں اور نہ زیادہ سیال۔

۲۔ سردی خشکی اور گرمی کی موجودگی میں ہمارے جسم کے تین قسم کے مفرد اعضاء ہوتے یعنی ہڈیاں، عضلات اور غدد ہوتے۔ دماغ جو جسم انسان کا سب سے بڑا تر سرد عضو ہے۔ انسان کو نفع نقصان کی معلومات پہنچانے کے لیے تر سرد نہ ہونے کی صورت میں موجود نہ ہوتا۔ انسان ایک گونگا بہرا ہو جاتا۔ ۔۔۔

چونکہ عضلات ذو ذنب کو کسی قسم کی معلومات نہ آتیں لہذا ہمارے جسم میں ارادی حرکات نہ ہوتیں اور ہم درختوں سے بھی بدتر ہوتے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی کیفیت جسم انسان میں بڑھ جائے تو اسے کم و بیش کرنے کے لئے قانون مفرد اعضاء میں کیا طریقہ ہے۔

کیفیات کو کم و بیش کرنیکا طریقہ

جواب: ہاں واقعی کیفیات کو کم و بیش کیا جا سکتا ہے۔ یاد رکھیں ہر فعلی کیفیت ایک انفعالی کیفیت کو پیدا کرتی ہے مثلاً اگر گرمی خشکی کو ختم کرتی ہے تو اس کی زیادتی تری کو پیدا کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ غدی تحریک سے عضلاتی تحریک جس میں خشکی زیادہ ہوتی ہے ختم ہو جاتی ہے۔ جونہی گرمی سے خشکی کم ہوتی ہے تو فوراً تری پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے جو اعصابی تحریک کے پیدا ہونے کا سبب ہوتی ہے۔ اسی طرح تری سے ایک طرف حرارت ختم ہوتی ہے تو دوسری طرف سردی

بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔

قانون مفرد اعضا میں اس کا اظہار یوں ہوتا ہے۔

سردی — خشکی — گرمی — تری

سردی تری سردی خشکی	خشکی سردی خشکی گرمی	گرمی خشکی گرمی تری	تری گرمی تری سردی
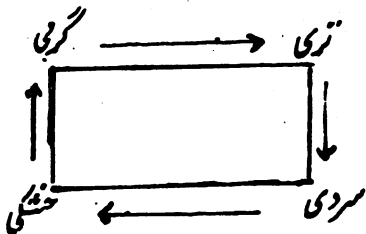
اس کی تشریح اس نقشہ سے بھی واضح ہوتی ہے۔

ایک اہم غلطی کا ازالہ

چونکہ طب یونانی بالضد طریقۂ علاج ہے۔ لہذا حاملین طب یونانی بالضد طریقہ کے معالج ہونے کی حیثیت سے گرمی خشکی کا علاج سردی تری سے کرتے ہیں اور سردی تری کا علاج گرمی خشکی سے کرتے ہیں۔

لیکن

قانون مفرد اعضا اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں ایک زبردست غلط فہمی میں مبتلا سمجھتا ہے۔

کیونکہ

یہ عملی فطری اعمال کے مطابق نہیں ہے۔

(کیفیات کو کم و بیش کرنیکا فطری طریقہ)

مندرجہ بالا دونوں نقشوں میں کیفیات کو کم و بیش کرنے کا فطری طریقہ دکھایا گیا ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

قارئین ذہن نشین کرلیں کہ دو موجود کیفیات کو یکسر ختم کرکے دونوں بالعند کیفیات کو پیدا کرنے کی کوشیش کرنا فطری عمل نہیں ہے
بلکہ اس کی خلاف ورزی ہے۔

کیونکہ

فطرت یا قدرتِ کائنات میں گرم خشک دو موجود فعلی و انفعالی کیفیات کو یکسر ختم نہیں کرتی بلکہ ان میں سے اول فعلی کیفیت گرمی کو مزید بڑھاتی ہے اور انفعالی کیفیت خشکی کو ختم کرتی ہے جس کے نتیجے میں گرمی تری پیدا ہوجاتی ہے۔

اب چونکہ گرمی کی انتہا ہوچکی ہوتی ہے اس لئے قدرت گرمی کے بجائے تری انفعالی کیفیت کو مزید بڑھاتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فضا میں تری ہی تری (پانی ہی پانی) ہوجاتا ہے۔یعنی فضا میں مرطوب ہوائیں چلتی ہیں۔بارشیں کثرت سے ہونے لگتی ہیں۔سیلاب آجاتے ہیں۔سمندر جوش مارنے لگتے ہیں۔جن سے فضا و کائنات کا مزاج تر گرم ہوجاتا ہے

اب چونکہ تری انتہا کو پہنچ چکی ہوتی ہے لہذا قدرت گرمی کو ختم کرکے سردی کو لے آتی ہے جس سے فضا میں تری سردی کی کثرت ہوجاتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سردی کی شدت سے تری خشک و بستہ ہونے لگتی ہے۔فضا میں انتہائی سرد ہوائیں چلتی ہیں ہر طرف برف باری ہوتی ہے اس وقت ایسے موسم کو عرف عام میں خشک سردی

پڑ رہی ہے کہتے ہیں۔

جب سردی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو سردی کم یا ختم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔
اور گرمی کی ابتدا ہوتی ہے یعنی فضا و موسم میں خشکی گرمی بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ جس سے بستہ و جمی ہوئی رطوبات دوبارہ سیال ہونے لگتی ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شے خصوصاً نباتات میں نشو ونما شروع ہو کر بہار کا موسم بن جاتا ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ بڑے بڑے درختوں سے لیکر جڑی بوٹیاں اور گھاس پھوس پھولوں سے مہک رہے ہوتے ہیں۔

یہ سلسلہ بھی زیادہ دیر قائم نہیں رہتا۔ قدرت فضا میں خشکی کو مزید بڑھاتی ہے جس سے فضا خشک گرم ہو جاتی ہے۔ فضا پانی کے لئے ترس جاتی ہے خشک گرم ہوائیں چلتی ہیں ہر شے خشک ہونے لگتی ہے۔ کپاس اور گندم کے کھیتوں کے کھیت خشک ہو جاتے ہیں ایسے موسم کو عرف عام میں خشک گرمی پڑنا کہتے ہیں اب یہی خشکی جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو گرمی زور پکڑ لیتی ہے جس سے موسم گرم خشک ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے ثابت کرنا مقصود ہے کہ قدرت یا فطرت کائنات میں بھی دو کیفیات کو یکسر ختم نہیں کرتی۔ بلکہ باری باری ایک کیفیت بڑھاتی ہے تو دوسرے کو ختم کر کے تیسری کو لے آتی ہے جس سے اس کائنات کا نظام باقاعدہ خوش اسلوبی سے چل رہا ہے۔

اگر بد قسمتی سے بعض مخصوص اسباب سے فضا میں کہیں یکدم تبدیلی آجائے تو آفتیں مصیبتیں اور وبائیں اور بیماریاں مخلوقِ خدا کو گھیر لیتی ہیں جس سے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں اموات ہونے لگتی ہے۔

مثلاً کسی علاقے میں شدید گرمی پڑ رہی ہے اچانک پہاڑی ہوائیں آجاتی ہیں

شدید بارش اور اولے گر جاتی ہیں۔ فضا یک دم سرد ہو جاتی ہے مخلوقِ خدا اسے اتنی جلد برداشت نہیں کر سکتی لہذا فوراً نزلہ زکام بخار کھانسی دم کشی وغیرہ میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جنگوں میں جو اموات ہوتی ہیں ان سے فضا متعفن ہو جاتی ہے جو کہ بہت سی اموات کا سبب بنتی ہے۔

طب یونانی اور قانون مفرد اعضاء کے معالجین کے لئے ضروری ہے کہ وہ فطرت کے مطابق امراض و علامات کا علاج کریں۔

مثلاً ایک شخص کو گرمی خشکی کی وجہ سے صفرا بڑھ کر یرقان ہو گیا ہے اس کا علاج سرد تر اغذیہ نہیں کیونکہ یہ فطری اعمال کے خلاف ہے بلکہ اس کا علاج گرم تر اغذیہ ادویہ سے کریں جو فطرت کے مطابق ہے

قانون مفرد اعضاء اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کی توضیح و تشریح اس طرح بیان کرتا ہے کہ جب جسمِ انسان میں گرمی خشکی بڑھتی ہے تو غدد جاذبہ (گرم خشک اعضاء) صفرا کو بنا بنا کر خون میں روکتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس غدد ناقلہ (گرم تر اعضاء) صفرا کو خارج نہیں کر رہے ہوتے جس سے یرقان ہو جاتا ہے۔

اب معالج کے لئے ضروری ہے کہ وہ غدد ناقلہ کے فعل کو تیز کرے تاکہ صفرا کا اخراج شروع ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے اسے گرم تر اغذیہ ادویہ کھلانی پڑیں گی۔ جونہی مریض گرم تر اغذیہ ادویہ کھائے گا فوراً ہی صفرا کا اخراج شروع ہو جائے گا جس سے اسے گھبراہٹ بے چینی اور جلن کم ہونا شروع ہو جائے گی۔ صرف چند دن کے اندر اندر فاضل صفرا خارج ہو جائے گا اور مریض کلی طور پر تندرست ہو جائے گا

مادہ

"قارئین آپ تک کیفیات گرمی، سردی، تری، خشکی کے بارے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے امید ہے کہ ان کیفیات کی حقیقت ماہیت ضرورت اور ان کے افعال و اثرات خواص و فوائد وغیرہ اچھی طرح ذہن نشین کر چکے ہوں گے اب کیفیات کے ایک دوسرے سے ملنے اور لبستہ ہونے کی صورت میں جو شے (مادہ) ظہور میں آتی ہے اس کی ماہیت حقیقت اور اس کے خواص فوائد اور افعال و اثرات کی تشریح کرنا چاہتا ہوں۔

مادہ کی حقیقت

مادہ کیا ہے اس کی کتنی اقسام ہیں؟ کیسے وجود میں آگیا۔ کائنات کے ساتھ اس کا تعلق کیا ہے اور زندگی کیسے پیدا ہوئی اس کی ارتقائی منزلیں کیا ہیں؟

مادہ ایک ایسا جوہر بسیط ہے جس سے کائنات کے موالید ثلاثہ کے اجسام تیار ہوتے ہیں۔

یہاں مادہ کے جوہر بسیط ہونے کے متعلق متکلمین کا قول نقل کر رہا ہوں۔ آپ فرماتے

ہیں کہ اجسام کی ترکیب ان کے اجزائے پریشان سے ہوتی ہے۔ جو انقسام وہمی و خارجی کسی بھی انقسام کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

یہ اجزاء فضائے عالم میں متحرک و منتشر ہیں۔ جب صانع عالم کی قدرت کاملہ سے باہم مل کر سکون و استقرار حاصل کر لیتے ہیں تو جسم کی صورت وجود میں آجاتی ہے۔ ان اجزاء کی ماہیت و حقائق مختلف ہیں۔ بعض ناریہ بعض ہوائیہ۔ مائیہ اور ارضیہ ہیں۔

ان جواہر فردہ آگ، ہوا، پانی اور مٹی کو متقدمین اطباً مادہ اولی بھی کہتے ہیں۔ جو مختلف کیفیات کے جم جانے یا البتہ ہونے سے اولیں (پہلے) مادے ہیں۔

مادہ اولی اور ارسطو

مادہ اولی کے متعلق معلم اول ارسطو رقم طراز ہیں کہ یہ ایسا جوہر بسیط ہے۔ جو خود تو جسم نہیں لیکن جسم کی صورت قبول کرنے کی اس میں صلاحیت ہے۔

جیسے تخم خود تو درخت نہیں لیکن اس میں درخت بن جانے یا صورت قبول کرنے کی استعداد ہے۔ آنکھیں اس کو دیکھنے اور حواس اس کو محسوس کرنے سے عاجز ہیں۔

آگے مادہ اولی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ مادہ اولی کو سمجھنے کے لئے جسم انسان کو لیکر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ مرکب ہے مختلف اعضائے سے اور اعضاء مرکب ہیں گوشت پوست اور استخوان سے۔ یہ سب کچھ اخلاط کے مجسم ہونے سے بنتے ہیں اور اخلاط جسم کی اصل غذا ہے۔ غذا کی اصل نباتات۔ نباتات کی اصل ارکان و عناصر۔

یہاں تک ایک جسم دوسرے جسم سے بنتا چلا آیا ہے۔ اب عناصر بھی اگر اجسام مرکب ہوں اور ان کی ترکیب بھی دیگر اجسام سے ہو تو ہم ان اجسام کا مادہ دریافت کریں گے۔ اگر عناصر اجسام مفرد ہوں تو سوال یہ ہوگا کہ عناصر کس چیز سے بنے ہوتے ہیں۔ ان کا مادہ کیا

ہے لامحالہ آخر میں ایک ایسے مادہ کے وجود کا اقرار کرنا پڑے گا۔ جو جسم نہ ہو گا۔ ورنہ مادہ کا سلسلہ کہیں ختم نہ ہو گا۔ کیونکہ ہر جسم کے لئے مادہ کا ہونا لازمی ہے۔ بس اس آخری مادہ کو مادہ اولیٰ کہتے ہیں۔

قانون مفرد اعضا اور مادہ اولےٰ

قانون مفرد اعضا، مادہ اولیٰ کی ماہیت اور تعریف یوں کرتا ہے کہ مادہ اولیٰ کیفیات کا برتو اور عکس ہے۔ جس نے ابھی جسم کی صورت قبول نہیں کی

مادہ اولیٰ اور ارکان

جب یہی مادہ اولیٰ جسم کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو قانون مفرد اعضاء اسے ارکان کا نام دیتا ہے۔ جس کی تصدیق متکلمین اور مشہور ماہر ریاضیات سر جیمس اور شیخ الرئیس کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً متکلمین فرماتا ہے کہ یہ اجزا جو فضائے عالم میں متحرک و منتشر ہیں جب صانع عالم کی قدرت کاملہ سے باہم مل کر سکون و استقرار حاصل کر لیتے ہیں۔ تو جسم کی صورت وجود میں آجاتی ہے۔ ان اجزا کی ماہیت اور حقائق مختلف ہیں۔ بعض ناریہ بعض ہوائیہ مائیہ اور ارضیہ ہیں۔

متکلمین کے نظریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیفیات کے اجزا کو فضائے عالم میں متحرک و منتشر مانتے ہیں جو صانع عالم کی قدرتِ کاملہ سے سکون و استقرار حاصل کر کے صورت مادہ کی شکل میں آگ۔ ہوا، پانی اور مٹی بن کر ظاہر ہوتے ہیں۔

علم طب

سوال :۔ علم طب کی تعریف بیان کرو

جواب :۔ علم طب وہ علم ہے۔ جس کے ذریعہ بدن انسان کے حالات صحت و مرض کا پتہ چلتا ہے۔

سوال :۔ علم طب کی غرض و غائت کیا ہے۔

جواب :۔ علم طب کی غرض و غائت یہ ہے۔ کہ اگر صحت ہو تو اس کی حفاظت کی جائے اور اگر مرض پیدا ہو جائے تو حتی الامکان اس کے ازالہ کی کوشش کی جائے۔

علم طب کی تقسیم

سوال :۔ علم طب کی قسمیں بیان کرو۔

جواب :۔ علم طب کی دو قسمیں ہیں (۱) علمی یا نظری (۲) عملی۔

سوال :۔ حصہ علمی کی تعریف بیان کرو۔

جواب :۔ حصہ علمی وہ علم ہے جس سے محض اشیاء اور کائنات کا علم اور اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً ارکان یا کسی شے کی ذات اور اس کے افعال کا علم ہو علاوہ ازیں اس علم کا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

سوال :۔ حصہ عملی کی تعریف بیان کرو۔

جواب :۔ یہ وہ علم ہے جس میں ایسے مسائل کا علم ہوتا ہے۔ جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے۔ مثلاً آمد و رفت کیسے کی جائے۔ صحت کو برقرار رکھنے کے لئے کن اصولوں کو مدنظر

دکھا جائے۔ نبض کیسے دیکھی جائے۔ فن ادویہ سازی کا تعلق بھی عمل سے ہے۔

طب علمی اور عملی کی مزید تقسیم

سوال :۔ طب علمی کو زیادہ سے زیادہ کتنے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

جواب :۔ طب علمی کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے (۱) امور طبعیہ کا علم (۲) بدن انسان کے حالات کا علم (۳) علم الاسباب (۴) علم العلامات۔

سوال :۔ طب عملی کی اقسام بیان کرو۔

جوات :۔ طب عملی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علم حفظان صحت (۲) علم العلاج۔

سوال :۔ طب علمی اور عملی کی اقسام بذریعہ نقشہ تحریر کرو۔

جواب :۔

علم طب

طب علمی

۱ علم امور طبعیہ۔ ۲ علم حالات بدن۔ ۳ علم الاسباب۔ ۴ علم العلامات۔

طب عملی

(۱) علم حفظان صحت (۲) علم العلاج
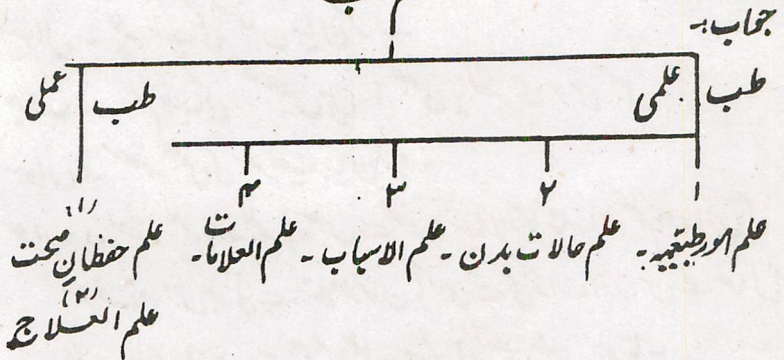
حصہ اوّل

سوال :۔ امور طبعیہ اور طبیعت پر مختصر نوٹ لکھو۔

جواب :۔ امور طبیعہ طبیعت کی طرف منسوب ہیں۔ طبیعت کو قوت مدبرہ کہا جاتا

ہے کیونکہ طبیعت ہی بدنِ انسان کے اندر تدبیر و اصلاح کے سارے کام سرانجام دیتی ہے۔ ہر قسم کے غیر طبعی افعال اور امراض کا مقابلہ کرتی ہے۔ مقابلہ کے دوران ایسے عجیب و غریب اور حیرت انگیز اعمال سرانجام دیتی ہے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ ہماری طب کو جو خصوصی امتیازات حاصل ہیں ان میں سب سے اہم انسانی طبیعت مدبرہ کے وجود کا اقرار ہے۔ روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ جب طبیعت مدبرہ کمزور ہو جاتی ہے۔ تو کوئی تدبیر کوئی علاج اور کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی جیسا کہ امراض کہنہ میں آخر وقت اور بڑھاپے میں غایت پیری کے وقت دیکھا جاتا ہے۔

"طب کا مشہور مقولہ ہے کہ
معالج حقیقت میں طبیعت ہے"

طبیب معالج نہیں ہے بیچارہ تو محض خادم کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو اصلی معالج (معالج) بجائے "طبیعت مدبرہ بدن" کی امداد و اعانت کے فرائض انجام دیتا ہے۔

سوال :- امور طبعیہ کی تعریف بیان کرو۔

جواب :- امور طبعیہ چند ایسے امور ہیں جن پر بدن انسان کی بنیاد قائم ہے۔ یعنی بدن انسان انہی سے مل کر بنا ہے ان میں سے اگر ایک بھی نکل جائے تو بدن انسان قائم نہیں رہ سکتا ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1 ارکان 2 مزاج 3 اخلاط 4 اعضاء 5 ارواح 6 قویٰ 7 افعال۔

امور طبعیہ

7	6	5	4	3	2	1
افعال	قویٰ	ارواح	اعضاء	اخلاط	مزاج	ارکان
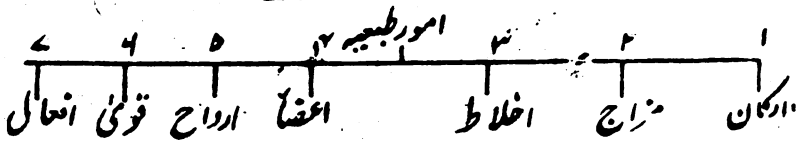
(۱) ارکان

ہوا	آگ	پانی	مٹی
عضلاتی مادہ	غدی مادہ	اعصابی مادہ	الحاقی مادہ

سوال :۔ ارکان کس طرح وجود میں آئے ہیں۔ ؟

جواب :۔ جب کیفیات گرمی۔ سردی، خشکی۔ تری مل کر اور لیسنہ ہو کر صورت مادہ اختیار کرتی ہیں۔ تو اوّل ارکان کہلاتی ہیں اور مادی طور پر یہ ارکان مفرد ہوتے ہیں۔

سوال :۔ ارکان کی تعداد بتاؤ۔

جواب :۔ ارکان چار ہیں۔ مٹی، پانی، ہوا، آگ۔

سوال :۔ ارکان کی تعریف بیان کرو۔

جواب :۔ ارکان وہ بسیط (مفرد) اور سادہ اجسام ہیں۔ جن کے ملنے سے حیوانات نباتات۔ جمادات اور دنیا کی سب چیزیں بنتی ہیں۔

بسیط کے معنی یہ ہیں کہ اس کے اندر جداگانہ خواص و مزاج کے اجزاء نہیں پائے جاتے خواہ کسی طرح ان کا تجزیہ کیا جاسکے۔ مرکب کے معنی یہ ہیں۔ کہ وہ مختلف خواص کے چند اجزاء سے مل کر بنتا ہے۔

سوال :۔ عناصر اور ارکان میں کیا فرق ہے۔ ؟

جواب :۔ مختلف کیفیات کے ملنے اور مادہ کی صورت اختیار کرنے سے ارکان بنتے ہیں اور مختلف ارکان کے ملنے سے عناصر بنتے ہیں۔

سوال :۔ چاروں ارکان کے مزاج بتاؤ۔

جواب :۔ ۱۔ آگ، غدی عضلاتی (گرم خشک) ۲۔ پانی اعصابی عضلاتی تر سرد
۳۔ مٹی، سرد خشک۔ ۴۔ ہوا گرم تر، عضلاتی۔اعصابی

سوال :۔ کیا ارکان مختلف مادوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں۔

جواب :۔ ارکان مختلف مادوں میں تقسیم نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ بسیط (مفرد) اقسام ہیں۔ بسیط ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے اندر جداگانہ خواص و مزاج کے اجزاء نہیں پائے جاتے خواہ کسی طرح بھی ان کا تجزیہ کیا جا سکے۔

۲۔ مزاج

گرم | سرد | تر | خشک
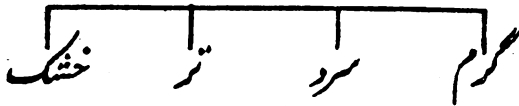
سوال :۔ مزاج کی تعریف بیان کرو۔

جواب :۔ جب عناصر کے اجزاء بہت چھوٹے چھوٹے ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہیں۔ تو یہ اجزاء اپنی متضاد (مخالف) قوتوں سے ایک دوسرے میں اثر کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک عنصر دوسرے عنصر کی کیفیت (گرمی۔ سردی خشکی۔ تری) کو مغلوبہ (زیری) توڑ دیتا ہے آخر کار جب ان کا فعل انفعال (تاثیر و تاثر) ایک حد تک پہنچ چکتا ہے۔ تو (عناصر) کے اس مرکب میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو اس مرکب کے تمام اجزاء میں یکساں (برابر) ہوتی ہے۔ اس درمیانی کیفیت کا نام مزاج ہے۔ (قانونچہ)

سوال :- مزاج کی قسمیں بیان کرو۔
جواب :- مزاج کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) مزاج مفرد مثلاً گرم۔ خشک۔ تر۔ سرد۔
(۲) مزاج مرکب گرم خشک۔ گرم تر۔ سرد خشک۔ سرد تر۔

مزاج

مفرد — مرکب

گرم، سرد، خشک، تر — گرم خشک، گرم تر، سرد خشک، سرد تر

سوال :- مزاج حقیقی کسے کہتے ہیں۔
جواب :- مزاج حقیقی وہ مزاج ہے جس میں چاروں کیفیات برابر ہوں لیکن مساوی پایا جانا ناممکن ہے اس لئے اطباء نے ایک فرضی مزاج تسلیم کیا ہے۔
سوال :- فرضی مزاج کی تعریف بیان کرو۔
جواب :- فرضی مزاج وہ مزاج ہے جو ضرورت کے مطابق موالید ثلاثہ (حیوانات نباتات۔ جمادات) کی کسی شے کو عطا کیا جائے۔ جس سے اس کی صحت قوی اور نشوونما قائم رہے۔ یعنی جس مزاج میں گرم کی زیادہ ضرورت ہے اس کو گرمی کی زیادہ دی جائے اور جس مزاج میں سردی کی ضرورت ہو اس کو سردی زیادہ دی جائے۔ مثلاً شیر کو حرارت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس خرگوش کو برودت (سردی) کی۔ اگر ان کے مزاج میں کمی بیشی ہو جائے تو ان کی صحت قوی اور نشوونما قائم نہیں رہ سکتی۔

۳۔ اخلاط

سوال :۔ خلط کی تعریف بیان کرو۔

جواب :۔ اخلاط جمع ہے خلط کی خلط ایک ایسا رطب (تر) سیال رہنے والا مادہ ہے جو مجسم صورت اختیار کرنے کے بعد اپنے ہم مزاج اعضاء کے بالمثل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

سوال :۔ اخلاط کن چیزوں سے بنتے ہیں ان کے بننے کے مختصر مراحل بیان کرو۔

جواب :۔ اخلاط صرف غذا سے ہی بنتے ہیں۔ اخلاط کے بننے کی صورت یہ ہوتی ہے۔ کہ جو غذا ہم کھاتے ہیں وہ اول معدہ میں ہضم ہوتی ہے اس کے بعد کیلوس کیموس کی صورت اختیار کر کے اخلاط میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

سوال :۔ اخلاط کی تعداد بتاؤ۔

جواب :۔ اخلاط چار ہیں۔ ۱ بلغم ۲ صفرا ۳ سودا ۴ خون۔

دراصل اخلاط صرف تین ہی ہیں خون تو ان اخلاط (بلغم۔ صفرا۔ سودا) کے مرکب کا نام ہے جیسا کہ اطباء متقدمین کا خیال ہے کہ بلغم کا تعلق دماغ و اعصاب کے ساتھ ہے۔ صفرا کا تعلق جگر و غدد کے ساتھ اور سودا کا تعلق طحال کے ساتھ ہے۔

اخلاط

بلغم	صفرا	سودا	خون

سوال :۔ خلط کے لغوی معنی بیان کرو۔

جواب :۔ خلط کے لغوی معنی ملی ہوئی چیز کے ہیں بدن کے اندر جو رطوبت پائی جاتی
ہیں۔ ان میں "خون" بحیثیت بلغم صفرا سودا کے مرکب کی صورت میں شریک ہوتا
ہے۔ اس لئے ان سب کو اخلاط کہا جاتا ہے۔

سوال :۔ ہر خلط کے مختصر فوائد بیان کرو۔

جواب :۔

نمبر ۱۔ خون کے فوائد

چونکہ تمام اخلاط مناسب مقدار میں خون میں ملے ہوئے
ہوتے ہیں۔ اس لئے جسم انسان کے تمام اعضا اپنی اپنی ضرورت کی غذا خون سے حاصل کرتے ہیں
خون ہی ایک ایسا مادہ ہے جو حرارت عزیزی کو وافر مقدار میں جمع رکھتا ہے اور
ہر وقت ضرورت کے مطابق اعضا تک خود پہنچ کر مہیا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ جب دوران خون سست ہو جاتا ہے تو جسم انسان سرد پڑ جاتا ہے اور جب
دوران خون تیز ہوتا ہے تو جسم ضرورت کے مطابق گرم ہو جاتا ہے۔ خون کا طبعی
رنگ سرخ ہے اور مزاج گرم تر ہے۔

نمبر ۲۔ صفرا

سوال :۔ خلط صفرا کے فوائد بیان کرو۔

جواب :۔ صفرا کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ صفرا جگر و غدد کے فعل میں تیزی سے پیدا
ہوتا ہے۔ جگر و غدد کی غذا بنتا ہے۔ گرم۔ شیریں۔ چکنی۔ روغنی۔ چربیلی اغذیہ
کو تحلیل و جزو بدن ہونے میں مدد دیتا ہے۔ خون اپنی حرارت سے لطیف

بناتا ہے۔ جس سے وہ تنگ و تاریک مجاری (عروق شعریہ) میں سے نفوذ کرنے کے قابل بناتا ہے۔ آنتوں کے فضلات کو دفع کرنے میں مدد دیتا ہے۔ آنتوں میں سدے صفرا ہی کی کمی کی وجہ سے بنتے ہیں۔ جسم میں خارش۔ پھوڑے پھنسیوں کو دفع کرنے کے لئے اسے محرک جگر و غدد اغذیہ و ادویہ سے کر بڑھایا جاتا ہے تاکہ جمے ہوئے اور گاڑھے فضلات تحلیل ہو کر خارج ہو جائیں۔ صفرا کی پیدائش کے لئے غدی عضلاتی گرم خشک اغذیہ۔ ادویہ سے بڑھائی جا سکتی ہے۔ صفرا کی زیادتی سے پیشاب کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔

نمبر ۳۔ بلغم

سوال :۔ خلط بلغم کے فوائد بیان کرو۔

جواب :۔ بلغم کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ بلغم دماغ و اعصاب کے فعل میں تیزی سے پیدا ہوتی ہے اور دماغ و اعصاب کی غذا بنتی ہے۔ بدن کو رطوبات پہنچانا اس کا سب سے بڑا کام ہے۔ حرارت کی زیادتی کو تسکین خالتو صفرا کو اپنی سردی و رطوبت کی وجہ سے سرد کر کے خارج کر دیتی ہے۔ تمام جسم کے جوڑوں میں گریس کا کام دیتی ہے اور اعضا کو تر رکھتی ہے۔

بلغم کی پیدائش (تر سرد) اعصابی اغذیہ۔ ادویہ۔ اشیاء سے عمل میں آتی ہے۔ بدن کو غذائی کمی کا احساس بھی اس سے ہوتا ہے۔ اور یہی غذا پہنچاتی ہے۔

طبعی بلغم سے ہی طبعی خون بنتا ہے۔ بلغم کو کچا خون کہتے ہیں۔

نمبر ۴۔ سودا

سوال :۔ خلط سودا کے فوائد بیان کرو۔

جواب :۔ چونکہ سودا عضلات و قلب کے فعل میں تیزی سے پیدا ہوتا ہے اس لئے انہی اعضا کی غذا بننا اور ان کو تحریک میں لانا اس کا کام ہے۔ ذائقہ میں ترش ہوتا ہے۔ ترشی ہی کی وجہ سے بھوک لگاتا ہے۔ فم معدہ پر گر کر غذا کی خواہش پیدا کرتا ہے۔

خون کو گاڑھا کرتا ہے۔ بلغم کی کثرت کو دور کرتا ہے۔ عضلاتی (خشک تر) اغذیہ۔ ادویہ۔ اشیاء سے اس کی پیدائش کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ جب خون میں سفیدی زیادہ ہو جاتی ہے۔ جسے عرف عام میں جسم کا پھیکا پن فقرالدم اور خون کی سرخی کا زائل ہو جانا کہتے ہیں۔ اس وقت خون کے اندر کی رطوبات کو سودا ہی سے خشک کر کے خون کی سرخی بحال کی جاتی ہے۔

سوال :۔ نظریہ مفرد اعضاء میں طبعی سودا کس تحریک میں بنتا ہے۔ اور غیر طبعی کس تحریک میں ہو جاتا ہے۔

جواب :۔ نظریہ مفرد اعضاء میں ہر حیاتی عضو کے دو فعل تسلیم کئے جاتے ہیں ایک کیمیاوی دوسرے مشینی

ہر حیاتی عضو کیمیاوی فعل میں اپنے مزاج کی خلط پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اسے خون کے اندر جمع بھی رکھتا ہے۔ یہی خلط طبعی ہوتی ہے۔ جب کیمیاوی تحریک سے پیدا شدہ خلط خون کے اندر ضرورت سے زیادہ جمع ہو جاتی ہے

تو وہ اس کے لئے ایک فضلہ کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ اس وقت وہ عضو رئیس اپنے مشینی فعل سے اس فاضل خلط کو خون سے خارج کرنا شروع کر دیتا ہے وہ خارج اسس لئے کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ اور غیر طبعی صورت اختیار کر چکی ہوتی ہے۔ چونکہ تلب کی عضلاتی اعصابی تحریک کیمیائی ہے اس لئے اس تحریک میں طبعی سودا خون کے اندر رہا پایا جاتا ہے۔ اور عضلاتی غدی صورت میں چونکہ سودا خون کے اندر ضرورت سے زیادہ جمع ہو چکا ہوتا ہے۔ اور اس میں صفرا کی آمیزش ہو چکی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ سودا غیر طبعی کہلاتا ہے۔

نوٹ :۔ یہی صورت دوسرے حیاتی اعضا کے پیدا کرنا اخلاط کی ہے۔
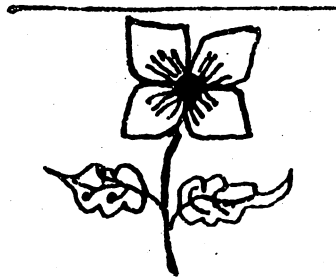
۴۔ اعضاء

امور طبعیہ میں سے چوتھی چیز اعضاء ہیں۔

سوال :۔ اعضا کی تعریف بیان کرو۔

جواب :۔ اعضاء وہ کثیف اجسام ہیں جو اخلاط کی ابتدائی ترکیب رطوبت ثانیہ

سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارکان اخلاط کی ابتدائی ترکیب سے ظہور میں آئے

سوال :۔ قانون مفرد اعضاء کے مطابق اعضاء کس طرح بنتے ہیں۔

جواب :۔ جو غذا ہم کھاتے ہیں اس سے اخلاط بنتے ہیں۔ جب یہی اخلاط گاڑھے ہو کر مجسم صورت اختیار کرتے ہیں۔ تو مفرد اعضاء (انسجہ۔ نشوونما) اعصاب۔ غدد عضلات بن جاتے ہیں۔ انہی مفرد اعضاء سے مرکب اعضاء ترتیب پاتے ہیں جیسے معدہ پھیپھڑے گردے وغیرہ۔

سوال :۔ جو غذا ہم کھاتے ہیں وہ معدہ میں پہنچ کر کن کن مراحل سے گزر کر اخلاط کی صورت اختیار کرتی ہے۔

جواب :۔ واضح ہو کہ غذا ایک جسم ہے جب وہ معدہ میں پہنچتا ہے۔ تو بدن انسان کا جزو بن جاتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے۔ کہ غذا معدہ میں پہنچنے کے بعد ایک ایسے جوہر میں تبدیل ہو جاتی ہے جو آش جو کی مانند ہوتا ہے اس کو کیلوس کہتے ہیں یہ ہضم اول بھی کہلاتا ہے۔ اس کے بعد کیلوس کا روحی حصہ مجری القصہ کے ذریعہ دل میں چلا جاتا ہے۔ باقی حصہ آنتوں میں گر کر صفرا اور آنتوں کی دیگر رطوبات کے ملنے سے پکتا ہے یہ کیموس کہلاتا ہے۔ اس کو ہضم ثانی بھی کہتے ہیں۔ پھر یہ کیموس عروق ماساریقا کے ذریعے جگر کی طرف جذب ہو جاتا ہے اور یہاں پر طبخ پانے کے بعد اخلاط میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ان اخلاط کی ابتدائی ترکیب سے جو رطوبت بنتی ہے اسے رطوبت ثانیہ کہتے ہیں۔ اس رطوبت سے اعضاء بنتے ہیں۔

سوال :۔ بناوٹ کے لحاظ سے اعضاء کی قسمیں بتاؤ۔

چڑھایا ہوا ہے۔ اس گوشت کے اوپر الحاقی بافت بطور سیمنٹ یا گارا کے لگی ہوئی ہے۔ جس کے اوپر غشا مخاطی ہے۔ اس غشا مخاطی کے اوپر پھر الحاقی بافت ہے جو اعصاب کو جوڑنے کے لئے غشا مخاطی پر چڑھی ہوئی ہے۔ اس کے اوپر اور آخر میں اعصاب اور جلد ہے۔ اس ترکیب سے معدہ آنتیں۔ پھیپھڑے۔ گردے۔ مثانہ آنکھ۔ ناک۔ کان بنے ہوئے ہیں۔

سوال :۔ اوپر آپ نے بازو کی مثال سے اس کی بناوٹ بتا کر کہہ دیا۔ کہ اس ترکیب سے دوسرے اعضا آنکھ۔ معدہ۔ آنتیں۔ پھیپھڑے۔ گردے۔ مثانہ بنے ہوئے ہیں۔ لیکن بازو میں تو ہڈی ہوتی ہے۔ جس پر گوشت چڑھا ہوتا ہے لیکن دوسرے اعضا میں ہڈی کا نام و نشان بھی نہیں۔ ان کی بناوٹ کے متعلق بھی ذرا تفصیل سے وضاحت کر دیں۔

جواب :۔ مرکب اعضا میں آپ پھیپھڑوں کو لے لیں۔ پھیپھڑے نہایت نرم و نازک ہیں۔ ان کی بناوٹ تین جھلیوں سے ہے۔ اور چوتھا الحاقی مادہ ان کو جوڑنے کے لئے درمیان چسپاں ہے۔

چونکہ پھیپھڑوں کے اندر خون کی آمد اور واپسی ہوتی ہے۔ جو عضلات کی حرکت کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے قدرت نے پھیپھڑوں کی اندرونی جھلی عضلات کی بنائی ہے۔

الحاقی مادہ
عضلاتی جھلی
اعصابی جھلی
غدی جھلی
الحاقی مادہ
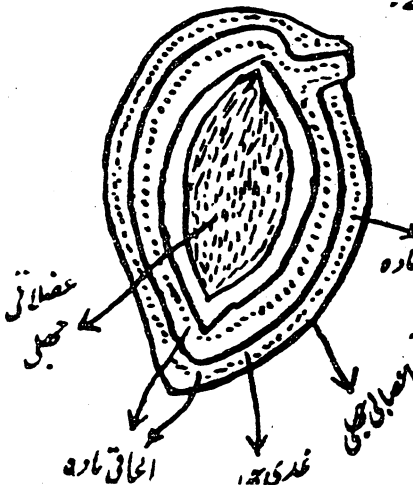
اور دوسری جھلیوں سے زیادہ ہے۔ تاکہ اس میں شریانوں کا جال آسانی سے بچھایا جا سکے۔ اور ان میں پھیلنے اور سکڑنے کی قوت زیادہ سے زیادہ ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ کثیف خون صفائی کے لئے پھیپھڑوں کے اندر آ سکے۔

پھیپھڑوں کے عضلات کے اوپر غدی جھلی لگی ہوتی ہے اور اسی میں وریدوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ انہی وریدوں کے ذریعے وہ خون قلب کی طرف جاتا ہے۔ جو نسیم جذب کر چکا ہوتا ہے اور کاربن ڈائی اوکسائڈ خارج کر چکا ہوتا ہے۔ غدی جھلی کے اوپر الحاقی مادہ پھر بچھا ہوا ہے۔ اور اس کے اوپر اعصابی جھلی بچھی ہوئی ہے اور اس میں اعصاب کا جال بچھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعے پھیپھڑوں کے اندر ضرورت کے مطابق رطوبات کی سکریشن ہوتی ہے۔

اس طرح معدہ بھی تین جھلیوں سے مرکب ہے۔ جس میں عضلاتی جھلی زیادہ۔ غدی جھلی کم اور اعصابی سب سے کم ہے۔ اور یہ بالترتیب ایک دوسرے کے اوپر چڑھی ہوئی ہیں۔

گردے چونکہ غدی اعضا میں شامل ہیں۔ اس لئے ان کی بناوٹ بالکل جگر کی مانند ہے یعنی گردوں کا اندرونی حصہ غدی مادہ یا تشوز کا بنا ہوا ہے۔ اس کے اوپر اعصابی پردہ اور اعصابی پر عضلاتی پردہ چڑھا ہوا ہے۔

سوال :- چاروں مفرد اعضاء ہڈیاں۔ عضلات۔ غدد اور اعصاب میں شرافت اور عظمت کے تحت کیا فرق ہے۔ اور ان کے مختصر افعال کیا ہیں۔

جواب :- چونکہ ہڈیاں ساکن اعضاء میں شمار ہوتی ہیں۔ اور عضلات غدد اعصاب فعلی اعضاء میں شمار ہوتے ہیں۔ جسم انسان کی بقا انعال اعضاء پر قائم ہے۔ اس

لئے ساکن اعضاء (ہڈیاں) کی نسبت فعل اعضاء کی اہمیت و عظمت زیادہ ہے۔
دوسرا فرق یہ بھی ہے۔ کہ ہڈیوں میں کسی قسم کی روح یا قوت پیدا نہیں ہوتی اس کے برعکس عضلات غدد اعصاب الگ الگ روح پیدا کرتے ہیں جنہیں روح حیوانی۔ روح طبعی۔ روح نفسانی کہتے ہیں۔ یہی ارواح ان میں قوت حیوانی۔ قوت طبعی اور قوت نفسانی پیدا کرتی ہیں۔ جن سے ان کے اپنے اپنے افعال انجام پاتے ہیں۔ انہیں افعال کی بدولت انسان حیوان چلتے پھرتے ہیں کھاتے پیتے ہیں۔
اس لئے ہڈیوں کی نسبت فعلی اعضاء کی اہمیت و عظمت زیادہ ہے تیسرا اور سب سے بڑا فرق ان میں یہ ہے۔ کہ فعلی اعضاء رئیس یا حیاتی اعضاء کہلاتے ہیں۔ جبکہ ہڈیوں کو غیر مردسہ اعضاء میں شمار کیا جاتا ہے۔
سوال :۔ آپ نے دل و دماغ جگر کو رئیس اعضاء یا حیاتی اعضاء کہا ہے۔ اور ہڈیوں کو غیر مردسہ اعضاء کا نام دیا ہے۔ یہاں آپ رئیس اعضاء اور غیر مردسہ اعضاء میں فرق تو واضح کر دیں۔
جواب :۔ یہ فرق شیخ الرئیس کا بنایا ہوا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔
اعضاء کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) رئیس اعضاء (۲) غیر رئیس اعضاء۔
رئیس اعضاء تین ہیں۔ جن میں دل۔ دماغ جگر شامل ہیں۔ جو ارواح و قوتوں کے مبادی و سرچشمہ ہیں۔ جو رئیس اعضاء نہیں ہیں۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) خادم رئیس - (۲) غیر خادم رئیس -

خادم رئیس کی تین اقسام ہیں ۱. عضلات ۲. اعصاب ۳. غدد -

۱- عضلات قلب کے خادم ہیں - اور قلب ہی سے روح و قوت حاصل کرتے ہیں

۲- اعصاب دماغ کے خادم ہیں - دماغ ہی سے روح وقوت حاصل کرتے ہیں -

۳- غدد جگر کے خادم ہیں - جگر ہی سے روح وقوت حاصل کرتے ہیں -

غیر خادم رئیس کی بھی دو اقسام ہیں -

مردسہ اعضاء - غیر مردسہ اعضاء -

مردسہ اعضاء میں مرکب اعضا شامل ہیں - مثلاً معدہ - آنتیں - گردے

مثانہ - آنکھ - ناک - کان - وغیرہ شامل

ہیں - ان کو مردسہ اعضا اس لیے کہتے ہیں -

کیونکہ ان کی بنیاد تینوں مفرد اعضاء اعصاب

غدد عضلات سے ہوتی ہے - اور ان کو تینوں حیاتی اعضاء سے فرداً فرداً قوت

روح اور غذائیت آتی ہے - غیر مردسہ اعضاء میں ہڈی کری رباط وتر شامل

ہیں - ان کو غیر مردسہ اعضاء اس لئے کہتے ہیں - کیونکہ ان کی طرف رئیس اعضاء

سے کسی قسم کی قوت و روح و غذا نہیں آتی - اور نہ ان کی طرف رئیس اعضاء

کی طرف کسی قسم کی قوت و روح جاتی ہے -

سوال :- جیسا کہ غیر مردسہ اعضاء کے متعلق یہ حقیقت سمجھائی گئی ہے - ان میں

رئیس اعضاء کی طرف سے کوئی قوت نہیں آتی نہ کسی قسم کی غذائیت ان اعضاء

کی طرف سے آتی ہے - تو بتایا جائے کہ ہڈیوں میں نشو و نما کس مادہ سے ہوتی ہے

اور وہ کہاں سے حاصل ہوتا ہے۔

جواب :۔ اس سوال کے جواب کو ذہن نشین کرنے کے لئے طب قدیم کی اس حقیقت کو یاد رکھنا ضروری ہے۔ کہ ہڈیاں۔ کریاں وتر کو طب قدیم نے اعضا اصلیہ میں شمار کیا ہے۔ اعضائے اصلیہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ منی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں زندگی تک حرارت عزیزی قائم رہتی ہے۔ تاکہ اس کی وجہ سے اس میں نشو ارتقا اور زندگی کے لئے غذا حاصل کرنے کے لئے قوت رہے۔ اگر کبھی تھوڑا بہت ضرورت پڑے تو وہ مقصد حاصل ہو جائے۔ مثلاً ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ جائے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اشخاص میں پانچ سے زائد انگلیاں۔ زائد دانت یا ضرورت سے لمبے دانت۔ بچوں میں پہلے دانت گرنے کے بعد نئے نکل آتے ہیں۔ ناخن ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ حرارت عزیزی کی قوت پر منحصر ہے۔ جس سے اعضائے اصلیہ میں نشو و ارتقا اور زندگی قائم رہتی ہے اسی حرارت عزیزی کی مدد سے وہ اپنے نشو و ارتقا اور زندگی کے لئے غذا خون سے حاصل کرتے ہیں۔

سوال :۔ فعلی اعضا کے لئے جو خون کے اندر فعلی اخلاط پائے جاتے ہیں۔ (مثلاً دل دماغ جگر کے لئے صفرا۔ سودا۔ بلغم) ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن ہڈیوں کے لئے جو مادہ خون میں پایا جاتا ہے۔ اس کا ذکر اخلاط کے ساتھ کیوں نہیں کیا۔ حالانکہ ہڈیوں کو اپنی بقا کے لئے اس مادہ کی سخت ضرورت ہے۔ جب اس کی کمی ہو جاتی ہے۔ ہڈیاں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔ ناخن بیٹھ جاتے ہیں۔ اور چمچہ کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ اور اس مادہ کی زیادتی

سے ہڈیاں ضرورت سے زائد بڑھ جاتی ہیں۔ یا بھربھری ہوکر ٹوٹنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی تشریح کر دی جائے کہ جب اس مادہ کی کمی بیشی ہو جائے تو کس قسم کی اغذیہ ادویہ اشیا کھلائی جائیں اور کونسی تحریک پیدا کی جائے۔ جس سے مندرجہ بالا تکالیف رفع ہو جائیں۔

جواب :۔ چونکہ ہمارا جسم حیاتی اعضا کے افعال سے زندہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ انہی اعضا کا تعلق ایک ایک فعل خلط کے ساتھ ہے ان اخلاط کی کمی بیشی سے ان میں علامات غیر طبعی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے صرف انہی اخلاط کا ذکر خون میں کیا جاتا ہے۔

خون کے اندر جو مادہ ہڈیوں کے لئے پایا جاتا ہے۔ وہ الحاقی مادہ ہی ہوتا ہے۔ وہ گھٹیا قسم کا ہوتا ہے۔ اور اس کا کوئی خاص فعل نہیں ہوتا ہے

یادداشت

یہاں اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ اگر خون کو تین اجزا کا مرکب ہی تسلیم کر لیں۔ تو خون کو تین اعضا کے لئے غذا مہیا کرنے والا تو مان سکتے ہیں۔ لیکن خون کو تمام اعضا کو غذا دینے والا تسلیم نہیں کر سکتے۔ جب کہ ہم جسم کو چار اقسام کے مادوں سے مرکب مانتے ہیں۔ اس لئے ہمیں خون میں چار مادے بھی ماننے پڑیں گے۔ یہ چاروں ایک ہی مادے کی ارتقائی صورتیں ہیں ان کا اولین مادہ الحاقی مادہ ہوتا ہے۔ یہ الحاقی مادہ جہاں ہڈیوں کریوں کی غذا بنتا ہے۔ وہاں اعصاب غدد عضلات کو ایک دوسرے کے ساتھ چسپاں کرنے کا کام بھی دیتا ہے۔ اس مادے کی مدد سے اعصاب غدد عضلات مل کر مرکب اعضا بناتے ہیں۔

جب خون کے اندر الحاقی مادہ کم یا زیادہ ہوتا ہے۔ تو اس وقت دو مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً جب الحاقی مادہ کی زیادتی ہوتی ہے۔ اس وقت عضلاتی اعصابی تحریک ہوتی ہے۔ اس تحریک کو پیدا کرنے والی جتنی ادویہ اغذیہ اشیاء ہوتی ہیں ان میں الحاقی مادہ زیادہ ہوتا ہے مثلاً کیلشیم۔ فولاد۔ وغیرہ۔ چونکہ الحاقی مادہ سے عضلاتی مادہ بنتا ہے۔ اس لئے اس مادہ کے ارتقائی اجزاء فعلی اعضاء عضلات و قلب کو تحریک دے دیتے ہیں۔ اور اس کے کثیف اجزاء ہڈیوں کریوں کی غذا بن جاتے ہیں۔

جب اس مادہ کی زیادتی ہو جاتی ہے تو عضلاتی ادویہ بند کر کے غدی ادویہ اغذیہ اشیاء کھلائی جاتی ہیں۔ جس سے اس کی زیادتی کی علامات اور تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ٹوٹی ہوئی ہڈیاں جڑ جاتی ہیں ان کا بھربھرا پن ختم ہو جاتا ہے۔

جب الحاقی مادہ کی انتہائی کمی ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت اعصابی عضلاتی تحریک ہوتی ہے اور مریض اعصابی اغذیہ اشیاء ادویہ زیادہ سے زیادہ استعمال کیا کرتا ہے۔ ان میں الحاقی مادہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ چونکہ اس تحریک کی اغذیہ اشیاء ادویہ میں الحاقی مادہ انتہائی کم ہوتا۔ اس لئے خون میں الحاقی مادہ بھی کم ہو جاتا ہے۔ جس سے ہڈیوں کریوں کے لئے خون میں غذائیت کم ہو جاتی ہے۔ اکثر کار ہڈیاں غذا کی کمی سے کمزور ہو جاتی ہیں۔ اکثر ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔ ایلوپیتھی میں اس بیماری کو رکٹس رہڈیوں کا ٹیڑھا ہونا کہتے ہیں۔

بعض مریضوں کے ناخن درمیان سے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ان کی شکل

پچھیوں کی سی ہو جاتی ہے۔

چونکہ یہ علامتیں الحاقی مادہ کی کمی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لئے مریض کو عضلاتی اعصابی اغذیہ اور یہ اشیا جن میں کیلشیم۔ چونا۔ فولاد۔ فاسفورس وغیرہ کھلاتے ہیں جس سے چند دنوں کے اندر ہی ناخن ابھر آتے ہیں ٹیڑھی ہڈیاں سیدھی اور سخت ہو جاتی ہیں۔

یہاں اس حقیقت کو بھی ذہن نشین کر لیں۔ کہ بچپن میں الحاقی مادہ بہت کم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ان کی ہڈیاں زیادہ سخت نہیں ہوتیں جب کبھی اونچی جگہ سے گرتے ہیں۔ تو ہڈیاں لچک دار ہونے کی وجہ سے نہیں ٹوٹتیں بلکہ خم کھا کر پھر اصل حالت پر آ جاتی ہیں۔

سوال :۔ جسم انسان ہو یا حیوان۔ ان کا خون رگوں میں دوڑتا ہے۔ کیا ان رگوں کے نام بھی طب یونانی یا نظریہ مفرد اعضا نے تجویز کئے ہیں۔

جواب :۔ ہاں ان رگوں کے نام علم تشریح افعال الاعضا میں شریانیں اور وریدیں تجویز کئے ہیں۔ جب یہی وریدیں اور شریانیں انتہائی باریک اور پتلی ہو جاتی ہیں۔ تو ان کے عروق شعریہ کہتے ہیں یعنی بال سے باریک عروق۔

سوال :۔ عروق شعریہ تو ان وریدوں اور شریانوں کی باریکی اور پتلا پن ہی ہے۔ لیکن ہمیں یہ تو بتلاؤ کہ شریانیں اور وریدیں کہاں سے اُگتی ہیں۔ اور ان کا تعلق کن مفرد اعضا سے ہے۔ اور مختصر افعال بھی بیان کر دیں۔

جواب :۔ شریانیں قلب سے اُگتی ہیں۔ ان کا کام دل کے بائیں بطن کا صاف اور نسیم و حرارت عزیزی سے بھرپور خون تمام جسم میں پہنچانا ہے۔ جسم میں

جتنی رگیں تڑپتی اور حرکت کرتی ہیں۔ وہ سب کی سب ہی شریانیں ہی ہیں۔ ان شریانوں کی تڑپ کو نبض بھی کہتے ہیں۔

دل سے جب یہ شریانیں نکلتی ہیں۔ تو یہ موٹی اور بڑی ہوتی ہیں۔ اس لئے دل سے نکلنے والی سب سے بڑی شریان کو شریان اعظم کہتے ہیں۔ جوں جوں قلب سے دور ہوتی ہیں۔ سینکڑوں ہزاروں حصوں میں تقسیم ہوتی جاتی ہیں۔ اور اعضاء کے اندرونی و بیرونی حصوں کے آخر مقامات پہ پہنچ کر یہ بال سے باریک ہو جاتی ہیں۔ یہیں پر انہیں عروق شعریہ کہا جاتا ہے۔

عروق شعریہ کے سروں پر غدد جاذبہ لگے ہوتے ہیں۔ جو خون عروق شعریہ میں خرچ ہونے سے بچ جاتا ہے۔ وہ ان میں سے چھن کر ان وریدوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ جو ان غدد جاذبہ کے ساتھ ملی ہوتی ہیں۔ جو عروق شعریہ کے سروں پر لگے ہوتے ہیں۔

یہ بال سے باریک وریدیں جگر تک جاتی ہیں۔ اور جگر سے وریدی خون کو واپس قلب میں پہنچاتی ہیں۔ یہ وریں جگر سے اُگ کر ایک طرف بال سے باریک وریدوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ دوسری طرف جگر سے قلب تک جاتی ہیں۔ ان وریدوں میں حرکت بالکل نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے انہیں عروق ساکن بھی کہتے ہیں۔

سوال :۔ ہمارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت بھی موجود ہے۔ جس سے ہم کہہ سکیں کہ واقعی شریانیں قلب سے اُگتی ہیں اور وریدیں جگر سے۔

یہ سوال اس لئے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ ایلوپیتھی ڈاکٹر شریانوں اور وریدوں کا مرکز قلب ہی قرار دیتے ہیں۔ وہ وریدوں کی پیدائش جگر سے نہیں مانتے۔

جواب :۔ یہ دقیق مسئلہ علم الانسجہ کو اچھی طرح سمجھنے سے ہی حل ہو سکتا ہے۔ یاد رکھیں دماغ انسجہ اعصابی سے بنا ہوا ہے۔ اس پر دو عدد پردے ہیں۔ ایک پردہ غشائی۔ جو انسجہ قشری سے بنا ہوا ہے۔ دوسرا پردہ حجابی ہے جو انسجہ عضلاتی سے بنا ہوا ہے۔

اسی طرح قلب انسجہ عضلاتی سے بنا ہوا ہے۔ اس پر بھی دو پردے ہیں۔ ایک پردہ غشائی۔ جو انسجہ قشری سے بنا ہوا ہے۔ دوسرا پردہ مخاطی ہے۔ جو انسجہ اعصابی سے بنا ہوا ہے۔

بالکل اسی طرح جگر انسجہ قسری سے بنا ہوا ہے۔ اور اس پر بھی دو پردے ہیں۔ ایک عضلاتی دوسرا اعصابی ہے۔

اس تحقیق سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس طرح دماغ اور اعصاب کے انسجہ کی بناوٹ ایک ہے اسی طرح قلب و شرایئن کی ترتیب و بناوٹ کی ایک ہی صورت ہے۔

بالکل اسی طرح جگر اور وریدوں کی ترتیب و بناوٹ ہم شکل ہے۔ اس لیئے اعصاب و شرائین اور وریدیں اپنی اپنی خدمت بالترتیب دماغ و قلب اور جگر کی خادم ہیں۔

سوال :۔ دل دماغ جگر کی جسم انسان کو کیوں ضرورت ہے۔

جواب :۔ جسم انسان چند اجزا کا مرکب پتلا ہے۔ یہ اس وقت تک کوئی کام نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کے اندر یا باہر سے کوئی قوت عمل مدد کرے۔ باہر سے اگر کوئی قوت عمل کرے گی تو اس کا مسلسل ملتے رہنا ناممکن ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے

ہیں کہ دنیا کی کوئی چیز بھی باہر سے قوت لے کر زندہ اور قائم دائم نہیں رہ سکتی اس کے برعکس اندر سے پیدا ہو کر عمل کرنے والی قوتوں سے انسان حیوان نا صرف زندہ رہتے ہیں بلکہ مدت مدید تک اس کائنات میں تعمیر و تخریب کا کام جاری رکھتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جسم کے اندر سے پیدا ہو کر عمل کرنے والی قوتیں کن اعضا کی پیدا دار ہیں۔ تو تحقیقات اور تجربات سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ قوتیں دل دماغ جگر کی پیدا دار ہیں۔ کیونکہ جسم انسان جن اجزا سے مرکب ہے وہ دل دماغ جگر کے مفرد اعضا ہی ہیں۔ اس لئے دل دماغ جگر کی جسم انسان کو سخت ضرورت ہے۔ اگر جسم انسان میں یہ نہ ہوں تو جسم ایک بت بن کر ہی رہ جائے۔

یہاں یہ بھی ذہن نشین کر لیں یہ اعضا جسم انسان کے لئے اس وقت تک ہی مفید ہیں جب تک یہ اپنے اپنے مفروضہ افعال انجام دیتے ہیں۔ جب یہ اپنا اپنا کام چھوڑ دیں تو یہ بھی جسم کے لئے ایک قسم کے بت ہی ہوں گے۔

سوال:۔ پچھلے سوال کے جواب میں دل دماغ جگر کی ضرورت ان میں چند قوتوں کے پیدا ہونے اور ان کے مفروضہ افعال انجام دینے کی اہمیت ثابت کی گئی ہے۔ لیکن یہ نہیں بتلایا کہ ان سے کون کون سی قوتیں پیدا ہوتی ہیں اور کون کون سے ان کے مفروضہ افعال ہیں۔ دل دماغ جگر نظریہ مفرد اعضا میں فعلی و حیاتی اعضا تسلیم کئے ہیں۔ چونکہ کوئی فعل بغیر قوت کے عمل میں نہیں آ سکتا یہی وجہ ہے کہ ان اعضا کی ایک ایک قوت تسلیم کی گئی ہے طب یونانی نے بھی ان اعضا کی قوتوں کے نام علیحدہ علیحدہ تجویز کئے ہیں۔

جواب:- دماغ کو قوت (مینٹل فورس) نفسانی پیدا کرنے والا تسلیم کیا ہے اور دل کو قوت (اینی مل فورس) حیوانی پیدا کرنے والا مانا ہے۔ اور جگر کو قوت طبعی (فزیکل فورس) پیدا کرنے والا بیان کیا ہے۔

دماغ:- اپنی قوت نفسانی سے احساسات کا کام لیتا ہے۔ جس میں حواس خمسہ اندرونی اور حواس خمسہ بیرونی سب کے سب شامل ہیں

دل:- دل اپنی قوت حیوانی سے ہر قسم کی حرکات قائم رکھتا ہے۔ جس میں حرکات ارادیہ اور حرکات غیر ارادیہ شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نظریہ مفرد اعضاء میں عضلاتی نظام کو حرکتی نظام کہا جاتا ہے۔

جگر:- جگر اپنی قوت طبعی سے ہر قسم کی غذا دوا اور زہر کو تحلیل کرتا ہے۔ جس سے اعضائے انسانی کی نشو نما اور ان کی صفائی وغیرہ ہوتی رہتی ہے۔

سوال :- جب دل دماغ جگر حیاتی اعضاء ہیں۔ تو کیا ان کا تعلق جسم انسان میں ایک دوسرے سے بھی ہے۔ اگر ہے تو پھر کس طرح اپنے اپنے مفروضہ افعال ایک دوسرے سے مل کر کرتے ہیں۔ ؟

جواب :- دل دماغ جگر کا تعلق لازم ملزوم کی حیثیت سے ہے۔ ان میں سے اگر کسی ایک میں تیزی یا سستی ہوتی ہے۔ تو دوسرے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ نظریہ مفرد اعضاء میں اس تعلق کو تحریک تحلیل تسکین سے ظاہر کیا گیا ہے یعنی اگر ایک عضو رئیس میں تیزی ہوتی ہے۔ تو اس سے اگلے عضو میں تسکین اور اس کے بعد والے عضو میں تحلیل جیسا کہ سامنے نقشہ میں ثابت کیا گیا ہے

دماغ — تحریک
جگر — تحلیل
دل — تسکین
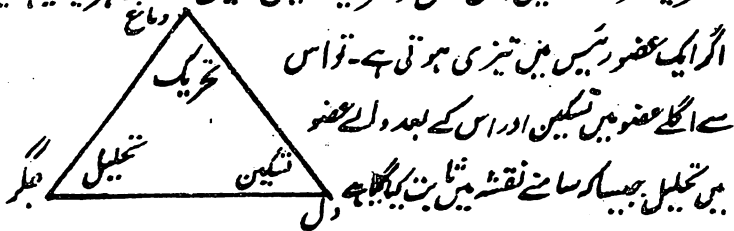
اس میں دماغ میں تحریک فرض کی گئی ہے۔ اس کے بعد والے عضو دل میں تسکین یعنی تسکین ظاہر کی گئی ہے۔ اور جگر میں تحلیل اُن کے تعلق کو اس طرح بھی سمجھ لیں کہ جب دماغ اپنی حاسہ قوتوں سے کسی امر کا احساس کرتا ہے۔ تو وہ بات جسم کے لئے مفید ہوگا یا مضر۔

دماغ ان معلومات پر کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے۔ چونکہ بغیر حرکت کئے کسی مفید چیز کو حاصل نہیں کیا جا سکتا اور نقصان دہ چیز سے بغیر حرکت کے بچا نہیں جا سکتا اس لئے دماغ اپنے فیصلے کو ایک حکم کی صورت میں قلب اپنی ارادی و غیر ارادی قوتوں سے ان احکامات کو عملی جامہ پہناتا ہے۔

جگر اپنی قوتوں (حرارت) سے ان اعضاء کے لئے غذا تحلیل کر کے کمک کی صورت میں ان تک پہنچاتا ہے۔ یہی ان کا آپس میں تعلق ہے۔

سوال :۔ حیاتی اعضاء کی ضرورت اور ان کے افعال کی تشریح تو بڑے احسن طریقہ سے سمجھا دی ہے اسی طرح بنیادی اعضاء کی ضرورت اور ان کے مختصر افعال تحریر کریں۔

جواب :۔ بنیادی اعضاء میں ہڈی کری اور وتر شامل ہیں جو جسم کا ڈھانچہ تیار کرتے ہیں۔ اور تمام جسم کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ ان میں ہڈی سب سے سخت ہے کری اس سے نرم اور لچک دار ہے۔ اوتار پٹھوں کے مشابہ تاروں اور دھاگوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ان کی غرض یہ ہے کہ کری ہڈی کو نرم اعضاء سے جوڑنے کے کام آتی ہے۔

اوتار عضلات کے سروں پر لگے ہوتے ہیں۔ اور ان کی حرکات کو کم و بیش کرتے

ہیں۔ یعنی جب عضلہ سکڑتا ہے۔ تو یہ انہیں کھینچ لیتے ہیں۔ جب عضلہ پھیلتا ہے۔ تو یہ خود ڈھیلے ہو کر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عضلات کے پھیلنے اور سکڑنے میں اوتار اہم کام کرتے ہیں۔

رباط بھی ایک قسم کے دھاگے ہی ہوتے ہیں۔ جو شکل میں پٹھوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ دراصل یہ اوتار کی قسم ہی ہیں۔ ان کا کام جوڑوں کی ہڈیوں کو ایک دوسرے سے باندھنا ہے۔ کہیں یہ ہڈی سے شروع ہو کر گوشت میں ختم ہو جاتے ہیں۔

سوال:۔ دل دماغ جگر جسم انسان میں کہاں کہاں واقع ہیں۔

جواب:۔ دل، سینے میں بائیں پستان کے نزدیک واقع ہے۔

دماغ، سر کے مرکز میں جاگزیں ہے۔

جگر، دائیں طرف کی آخری پسلیوں کے نیچے واقع ہے۔

سوال:۔ دل دماغ جگر کو نقشوں کے ذریعے دکھائیں تاکہ ہر طالب علم کے ذہن پر ان کا خاکہ بیٹھ جائے۔

جواب:۔ لیجیے نقشہ جات یہ ہیں۔

دماغ
حرام مغز

جگر

سوال :۔ دل کی بناوٹ پیچیدہ نظر آ رہی ہے۔ براہ کرم اس کی تفصیل اور اس کے کام کرنے کا طریقہ بیان کریں۔

جواب :۔ دل ایک مخروطی شکل کا جوفدار عضلاتی عضو ہے۔ یہ اپنے غلاف میں ملفوف سینے میں دونوں پھیپھڑوں کے درمیان واقع ہے۔ اس کا وزن عورتوں میں ½ ا پاؤ اور مردوں میں ½ ا پاؤ تک ہوتا ہے۔ دل جسامت میں بڑھاپے تک بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے اندر ایک جھلی لگی ہوتی ہے۔ جو شرائن کی اندرونی جھلی کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔ اس کو عربی میں مستبطن القلب اور انگریزی میں انڈو کارڈیم کہتے ہیں۔ دل کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک دایاں اور ایک بایاں۔ یہ دونوں حصے ایک درمیانی دیوار کے ساتھ علیحدہ ہوتے ہیں۔ ہر حصے میں دو۔ دو خانے ہوتے ہیں۔ اوپر والے چھوٹے خانے کو دل کا کان (اذن القلب) اور انگریزی میں آرٹیکل کہتے ہیں۔

نچلے اور موٹے خانے کو بطن القلب (وِنٹریکل) کہتے ہیں۔

دائیں طرف کے دونوں چھوٹے اور بڑے خانے ایک سوراخ سے ملے ہوتے ہیں ان کے درمیان سیاہ خون ہوتا ہے۔ بائیں طرف کے دونوں خانے بھی ایک سوراخ کے ذریعے ملے ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان سرخ خون ہوتا ہے۔ ان خانوں کے درمیان کواڑیں لگی ہوتی ہیں۔ جو ایک طرف کھلتی ہیں۔ اور خون کو جانے دیتی ہیں۔ مگر خون کو واپس نہیں آنے دیتیں۔ اگر خون میں دباؤ ہو تو وہ بند ہوتی ہیں۔

دل کا یہ فعل اس کی اپنی انقباضی حرکت سے خون کو شرائین میں دھکیلتا ہے جس سے وہ بدن کے ہر حصے میں دورہ کرتا ہے۔

سوال :۔ دل خون کو کس طرح دھکیلتا ہے۔

جواب :۔ اس کی صورت یہ ہے۔ کہ اس کی عضلی دیواریں پے در پے سکڑتی پھیلتی ہیں۔

جس سے دل متواتر سکڑتا اور پھیلتا ہے۔ چنانچہ دل کے دونوں اذن ایک ہی وقت میں پھیلتے اور دونوں بطن ایک ہی وقت میں سکڑتے ہیں جب دونوں اذن پھیلتے ہیں تو دائیں اذن میں اجوف صاعد اور نازل وریدوں کے ذریعے جسم کا کثیف سیاہی مائل خون آتا ہے۔ اور بائیں اذن میں پھیپھڑوں کی وریدوں کے ذریعے صاف شدہ خون آیا ہے۔ پھر دائیں اذن کا کثیف خون درمیانی سوراخوں کے راستے دائیں بطن میں اور بائیں اذن کا لطیف خون بائیں بطن میں چلا جاتا ہے جب دونوں بطن سکڑتے ہیں۔ تو دائیں بطن کا کثیف خون بذریعہ شریان ریوی پھیپھڑوں میں صفائی کے لئے چلا جاتا ہے۔ اور بائیں بطن کا خون بذریعہ شریان اعظم راہ آرٹا تمام بدن میں پرورش کے لئے چلا جاتا ہے۔ دل کے سکڑنے اور پھیلنے کی یہ حرکت ایک لمحہ سے بھی تھوڑے عرصہ میں ہو جاتی ہے۔ دل کے ہر ایک سکڑنے کی حرکت میں قریباً ۲½ اونس تک خون شریان اور ورید شعریانی میں چلا جاتا ہے۔

سوال:۔ کیا ہڈی کری رباط وتر غشا وریدیں شرائن۔ شعر۔ ناخن۔ چربی اور بال مفرد اعضا ہیں۔ یا ان میں کوئی مرکب اعضا میں بھی شامل ہے۔

جواب:۔ مندرجہ بالا تمام مفرد اعضا نہیں ہیں۔ مفرد اعضا میں صرف ہڈی کری رباط وتر ناخن اور بال مفرد اعضا ہیں۔ اس کے برعکس غشا وریدیں۔ شرائن اور چربی مرکب اعضا میں شامل ہیں۔ کیونکہ ان کی بناوٹ میں اعصاب غدد عضلات پائے جاتے ہیں۔

ارواح

س:۔ ارواح کسے کہتے ہیں؟

ج:۔ ارواح جمع ہے روح کی۔ ارواح وہ لطیف اجسام ہیں۔ جو اخلاط اور ان کی لطافت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اپنی اپنی طبیعتوں کی طرف تقسیم ہو جاتی ہیں۔ یہ تعداد میں تین ہیں۔

(۱) روح طبعی (۲) روح حیوانی (۳) روح نفسانی

س: تینوں ارواح کی مختصر تعریف بیان کیجئے۔

ج:۔ **روحِ طبعی** روح طبعی وہ روح ہے جو جگر سے بذریعہ اوردہ تمام جسم میں پہنچتی ہے۔ یہ روح غدی تحریک سے پیدا ہوتی ہے۔

روحِ حیوانی روح حیوانی وہ روح ہے جو قلب میں پیدا ہوتی ہے اور قلب سے شریانوں کے ذریعے تمام بدن میں پہنچتی ہے۔ یہ روح عضلاتی تحریک سے پیدا ہوتی ہے۔

روحِ نفسانی روح نفسانی وہ روح ہے جو دماغ سے پیدا ہو کر پٹھوں و اعصاب کے ذریعے اعضاء کے انتہائی حصوں تک جاتی ہے۔ یہ روح اعصابی تحریک سے پیدا ہوتی ہے۔

س:۔ روح اور ریاح میں کیا فرق ہے؟

ج:۔ ارواح صرف حیاتی اعضاء کی تحاریک سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ [illegible] لکھا جا چکا ہے۔ ریاح کی پیدائش معدہ و امعاء میں یا کسی ایسی جگہ پر جہاں رطوبات رک جاتی ہیں اور ان کے متعفن ہونے سے جن میں غذا، دوا، زہر اور نفخ پیدا کرنے والی اشیاء

سب شریک ہیں۔ یہ صرف عضلات سے تعلق رکھتی ہیں۔ معدہ و امعاء کے علاوہ دوسرے مقامات پر رطوبات اعضا کی سکریشن سے ترشح ہوتی ہیں اور دوبارہ جذب نہ ہونے کی صورت میں متعفن ہو جاتی ہیں۔ نتیجہ کے طور پر وہاں ریاح پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر نفخۃ الرحم۔ ریح گردہ۔ نفخۃ الکبد وغیرہ۔

س:۔ ریاح پیٹ میں جمع ہو جائیں تو شدید درد کیوں ہوتا ہے۔ اسی طرح رحم، گردوں اور جوڑوں میں بھی ہوا بھر جائے تو درد ہو جاتا کرتا ہے۔ کیوں!

ج:۔ ریاح پیٹ میں جمع ہوں یا جوڑوں میں۔ رحم میں ہوں یا گردوں میں ان سب کی تحریک عضلاتی اعصابی ہوتی ہے۔ یاد رکھیں کہ ریاح پیٹ میں جمع ہوں یا کہیں اور وہاں کے عضلات میں سکیڑ پیدا کرتی ہیں۔ پھیلاتی نہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ عضلاتی تحریک جب شدت اختیار کرتی ہے تو عروق و شریانیں سکڑ جاتی ہیں جس سے خون کا دباؤ بڑھ کر درد شروع ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ریاح سے پیٹ یا کسی اور عضو میں درد ہوتا ہے۔ اس لئے ریاح کا علاج تحلیل سے کرنا چاہیے نہ کہ تحریک سے۔

س:۔ کیا ارواح زندگی کے لئے ضروری ہیں یا ریاح!

ج:۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر حیاتی عضو کے لئے روح ضروری ہے جو اس کے زندہ رہنے کے لئے غذا سے بھی ضروری ہے۔ روح کے بغیر کوئی عضو فعل میں نہیں آسکتا۔ اگر کسی حیاتی عضو کو روح ملنا بند ہو جائے تو اُسے فوراً موت آجاتی ہے۔ جس سے دوسرے حیاتی اعضا بھی اصولی تعلق کی وجہ سے اپنا فعل چھوڑ دیتے ہیں۔ حیاتی اعضا کے منقطع افعال سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس ریاح جو غذا، دوا، زہر اور رطوبات کے متعفن ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ فوری طور پر موت کا باعث نہیں ہو سکتے بلکہ ایسے ریاح کے خاتمہ سے فوراً صحت ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیں کہ جب تک غذا، دوا، زہر اور رطوبات متعفن نہ ہوں۔ ریاح پیدا نہیں ہو

ہو سکتے۔ ایسے ریاح عضلاتی تحریک سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر عضلاتی تحریک اعتدال پر رہے تو ایسے ریاح صحت کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ کیونکہ ریاح سے اعصابی رطوبات ہوا یا گیس بن کر ختم ہوتے رہتے ہیں جس سے صحت قائم رہتی ہے۔ خون صاف ہوتا ہے کیونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ پانی یا رطوبت گرمی سے نہیں اڑ سکتیں بلکہ ہوا سے اڑا کرتی ہیں۔ گرمی تو رطوبت میں تحلیل پیدا کرتی ہے۔ اس لئے جن اشخاص میں رطوبات زیادہ ہوں ان کے لئے ایسے ریاح صحت کا باعث ہوتے ہیں۔

س:۔ ہر تحریک ریاح کی شدت سے پیدا ہوتی ہے تو کیوں نہ ہر تحریک کو عضلاتی قرار دیا جائے۔

ج:۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ ریاح دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) مادی ریاح (۲) عضوی ریاح۔ مادی ریاح کسی مادہ کے متعفن ہونے سے پیدا ہوتے ہیں اور عضوی ریاح کسی عضو کے انقباض سے پیدا ہوتے ہیں۔ مادی ریاح صرف عضلات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور عضوی ریاح یا کسی عضو کے ذاتی ریاح اس عضو کے پیدا کردہ ہیں جو کسی عضو کے اندر محدود ہیں۔ ذاتی ریاح یا روح بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً روح نفسانی روح حیوانی اور روح طبعی۔ یہ ارواح بھی تینوں حیاتی اعضاء دماغ، دل اور جگر میں فرداً فرداً پیدا ہوتے ہیں یا یہ اعضاء ان ارواح سے تیز ہوتے ہیں مادی ریاح کو یوں سمجھ لیں کہ رطوبتی مواد حرارت پا کر تبخیر کرتی ہے تو وہ بخارات میں تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے اگر ایسے مواد میں حرارت مسلسل اثر کرے۔ تو اس میں خمیر و تعفن پیدا ہو جاتا ہے جو ناسد ریاح کا سبب بنتا ہے۔

عضوی ریاح کی پیدائش کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر ... یا تو ہے کہ ہتھیلیوں کو آپس میں رگڑا جائے تو وہاں سے برقی رو نکلنا شروع ہو جاتی ہے یہی اس کی ذاتی یا عضوی ارواح ہیں بالکل اسی طرح جب دو لکڑیوں کو آپس میں رگڑا جائے تو وہاں حرارت پیدا ہو کر لکڑی جلنا شروع ہو جاتی ہے یہاں واضح طور پر ریاح کا اخراج شروع ہو جاتا ہے یہی

اس کے اپنے ریاح ہیں.

یہی صورت ہمارے اعضائے رئیسہ کی ہے جب یہ تحریک میں آتے ہیں تو اپنی ارواح پیدا کرتے ہیں یا ان ارواح سے ان میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے. نتیجہ یہ ہوا کہ مادی ریاح سے اعضائے رئیسہ تحریک میں نہیں آتے بلکہ وہ اپنی اپنی ذاتی ارواح سے تحریک میں آتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ذاتی ارواح ہر عضو کی مناسبت سے علیحدہ علیحدہ خاصیت رکھتے ہیں اس لئے وہ کسی اور روح سے تیز نہیں ہو سکتے اس لئے ہم کسی طرح بھی انہیں صرف عضلاتی تحریک کا محرک قرار نہیں دے سکتے۔

ایک دوسرے زاویہ نگاہ سے اس مسئلہ کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ تینوں حیاتی اعضا میں تسکین مختلف تحاریک سے ہوتی. مثلاً اعصاب میں تسکین ہو تو غدی تحریک. عضلاتی تسکین ہو تو اعصابی تحریک اور غدد میں تسکین ہو تو عضلاتی تحریک ہوگی

تینوں مفرد اعضا میں جو صالح رطوبات ٹپکتی ہیں. ان کا مزاج بالکل مختلف ہوتا ہے دوسرے یہ حقیقت ہے کہ تحریک ہمیشہ کسی عضو میں انتہائی سکون کے بعد پیدا ہوتی ہے تاکہ اس مسکن عضو کی رطوبات کو ریاح میں تبدیل کر کے خارج کیا جا سکے. اس لئے اعضا کی ریاح لامحالہ مزاجاً مختلف ہوں گی لیکن پیٹ اور امعا کے ریاح غذا میں خمیر سے پیدا ہوتے ہیں. جو اعضا کے ریاح سے بالکل مختلف ہوتے ہیں اس لئے ہر عضو کی تحریک کو عضو کی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

قویٰ

س :۔ قوت کی تعریف بیان کیجئے

ج :۔ قوت وہ شے ہے جو فعل کا بالذات مبدا اور مرکز ہے جس سے طبعی روح کے افعال صادر ہوں۔ یعنی قوت خود کار شے ہے۔ جو روح کے واسطہ سے اپنا عمل کرتی ہے۔

س :۔ قویٰ کی اقسام اور ان کی علیحدہ علیحدہ مختصر تعریف بیان کیجئے۔

ج :۔ شیخ الرئیس لکھتے ہیں۔ وھی ثلثہ اقسام طبیعۃ وھی فی الکبد و حیوانیۃ وھی فی القلب .ونفسانیہ وھی فی الدماغ

قوتوں کی تین اقسام ہیں۔ (۱) قوت طبعی یا طبیعہ (۲) قوت حیوانیہ جو قلب میں ہے۔ (۳) قوت نفسانیہ جو دماغ میں ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ امر حقیقت پر مبنی ہے کہ دُنیا کی ہر قوت کا منبع حرکت ہے اور اس حرکت سے دوسری قوت پیدا ہوتی ہے اور پھر اس سے قوت کا ظہور عمل میں آتا ہے۔ اس کو غذائیت بھی کہتے ہیں۔ ان کو ماڈرن سائنس میں بالترتیب فورس، ہیٹ اور انرجی کہتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ دُنیا میں صرف تین ہی قوتیں ہیں۔ قویٰ کے تین ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بدنی قوت فعل دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا وہ شعور کے ساتھ ہوگی یا غیر شعوری ہوگی اگر شعور کے ساتھ ہوگا تو وہ قوت نفسانیہ ہے۔ اگر شعور کے ساتھ نہیں ہوگا تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں یا وہ حیوان کے ساتھ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر حیوان کے ساتھ خاص ہے۔ تو اس کا نام قوت حیوانیہ ہے۔

اگر اس کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ تو اس کا نام قوت طبیعہ ہے۔

س:۔ اُوپر کی بیان کردہ تین قوتوں کی جسم انسان کو کیوں ضرورت ہے؟

ج:۔ **قوت حیوانیہ**:۔ اس لئے ضروری ہے کہ بدن انسان عناصر سے مرکب ہے اور ہر ایک عنصر قدرتاً الگ ہونے اور متعفن ہونے کا میلان رکھتا ہے۔ اس لئے ایسی قوت کی ضرورت ہے جو ان کو الگ ہونے سے روکے اور متعفن نہ ہونے دے۔ اسی کا نام قوت حیوانیہ ہے۔

قوت نفسانیہ:۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس سے اچھے اور بُرے کی تمیز ہوتی ہے۔ اگر یہ قوت نہ ہو تو ہمیں نہ غذا کا علم ہو اور نہ آگ اور زہر کی تمیز ہو اور نہ ہم کسی متضاد زہر سے بچ سکتے ہیں اور نہ کسی مفید چیز کی طلب کر سکتے ہیں۔

قوت طبیعہ:۔ اس لئے ضروری ہے کہ بدن حرارت و رطوبات سے مرکب ہے اور رطوبات جب حرارت سے ملتی ہے تو بخارات بن کر تحلیل ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو اس تحلیل کا عوض حاصل کرتی رہے ورنہ چند دنوں میں انسان فنا ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس بدن میں جو قوت ہوتی ہے وہ اس کے نظام کو قائم رکھتی ہے جس کے ساتھ وہ فطری طور پر اس میں اصلاح و تدبیر بھی کرتی رہتی ہے۔ اگر قوت میں یہ خوبی نہ ہو تو وہ جسم قائم نہ رہ سکے۔

دوسرے لفظوں میں جو قوت جسم میں حرکات و افعال قائم رکھتی ہے۔ اس کا نام قوت حیوانیہ ہے۔ انگریزی میں اس کو اینی مل فورس کہتے ہیں۔ جو قوت جسم میں احساسات و ادراکات کا باعث ہوتی ہے۔ اس کو قوت نفسانیہ کا نام دیتے ہیں۔ انگریزی میں اس کو مینٹل فورس کہتے ہیں۔ جو قوت غذا میں نشو و نما کے کام سرانجام دیتی ہے اس کا نام قوت طبعی ہے۔ انگریزی میں اس کو نیچرل فورس کہتے ہیں۔

س:۔ قوت طبیعہ کے اقسام اور ان کے نام بتائیے۔

ج:۔ قوت طبیعہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مخدومہ (۲) خادمہ۔ پھر مخدومہ کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو لبقائے شخص کے لئے غذا میں تصرف کرے۔ اس کا نام قوت غاذیہ اور نامیہ ہے۔ اس کی دوسری قسم وہ ہے جو غذا میں لبقائے نوع کے لئے تصرف کرتی ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مولدہ (۲) مصورہ

س:۔ قوت غاذیہ اور نامیہ میں افعالی فرق بتایا جائے۔

ج:۔ قوت غاذیہ وہ قوت ہے جو غذا کو بدل کر مغتذی کے مشابہ بنا دیتی ہے۔ تاکہ غذا اس چیز کا عوض اور بدل بن جائے جو اس عضو سے تحلیل ہو گئی ہے۔

قوت نامیہ وہ قوت ہے جو جسم کو طبعی تناسب تک بڑھاتی ہے۔ یہاں تک کہ جسم اپنی پوری برطوتری تک پہنچ جاتا ہے۔

س:۔ قوت مولدہ اور قوت مصورہ کا افعالی فرق بتائیے۔

ج:۔ قوت مولدہ دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے ایک قسم وہ ہے جو مرد اور عورت میں منی کو پیدا کرتی ہے دوسری قوت وہ ہے جو ان قوتوں کو جُدا کرتی ہے جو منی میں موجود ہوتی ہیں۔ اور پھر ان قوتوں کو مختلف ترکیبوں سے ہر عضو کے مطابق ترتیب دیتی ہے اس کا نام مغیرہ اولی ہے۔

قوت مصورہ وہ قوت ہے جو اعضا کے خدوخال اور شکل و صورت بناتی ہے۔ اس کا نام مغیرہ ثانی ہے۔

س:۔ قوت خادمہ کے اقسام اور ان کے مختصر افعال بیان کرو

ج:۔ قوت خادمہ کی چار قسمیں ہیں جن کو (۱) قوت ہاضمہ (۲) قوت ماسکہ (۳) قوت جاذبہ اور (۴) قوت دافع کہتے ہیں۔

قوت ہاضمہ:۔ انسان جب بھی کوئی غذا کھاتا ہے اس میں سے کیلوس

نکلنے یا اس کا جوس نکلنے کے لئے قوت ہاضمہ اپنا عمل کرتی ہے۔ یہ قوت اُس وقت تک اس میں تحلیل جاری رکھتی ہے۔ جب تک کہ قوت ماسکہ غذا کو روکے رکھتی ہے۔

قوت ماسکہ:۔ معدہ اور امعا میں کھائی ہوئی غذا کو قوت ماسکہ اس وقت تک روکے رکھتی ہے۔ جب تک کہ اس کا جوس نہ نکل جائے۔

قوت جاذبہ:۔ معدہ اور امعا کی وہ قوت ہے جو قوت ہاضمہ کی تحلیل سے نکلے ہوئے جوس کو جذب کرتی رہتی ہے۔

قوت دافع:۔ قوت جاذبہ کے عمل کے بعد جو فاضل مواد بچ جاتا ہے اسے خارج کرنے کے لئے قوت دافع اپنا عمل کرتی ہے۔

س:۔ فرنگی طب کو اعتراض ہے کہ تمام اعضا کی قوت غاذیہ و نامیہ کا مرکز جگر ہے۔ بلکہ تمام اعضا کے اندر قدرتی طور پر قوت غاذیہ اور نامیہ موجود ہوتی ہے۔ جو شریانی خون کی دوامی آمد سے قائم رہتی ہے۔

ج:۔ جاننا چاہیئے کہ شریانی خون اس وقت تک غذا نہیں بن سکتا جب تک وہ شریان سے جسم پر ترشح نہ پائے۔ ترشح کا عمل شریانوں کے اختیار میں نہیں ہے یہ کام ان غدد کے ذمہ ہے۔ جو شریانوں کے سروں پر لگے ہوئے ہیں۔ جو جگر کے تحت کام کرتے ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ قوت غاذیہ اور قوت نامیہ کا مرکز جگر ہے۔

س:۔ فرنگی طب کو اعتراض ہے کہ قوت مصورہ جس کا کام جنین کی شکل بنانا ہے یہ قوت رحم میں ہوتی ہے۔ یعنی مادہ منی کے اندر جو شکل و صورت پیدا ہوتی ہے یہ قوت اس کو رحم سے حاصل ہوتی ہے۔ فرنگی طب تسلیم کرتی ہے کہ قوت مصورہ براہ راست نطفہ میں ہوتی ہے۔ جو زن و مرد کے مادہ تولید کے ملنے سے بنتا ہے۔ جس طرح انڈوں میں ہوتی ہے۔ مرغی کے انڈے اگر مناسب گرمی میں

رکھے جائیں تو بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ رحم محض تغذیہ جنین کا بہترین مقام ہے۔

ج:۔ اول تو انسانی نطفہ کو مرغی کے انڈے سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ اس کے اندر اس کی غذائیت کا انتظام ہے۔ دوسرے انسانی نطفہ کے لئے غذا اور حرارت کے ساتھ احساس و شعور کی بھی ضرورت ہے۔ جو رحم کی بجائے کہیں اور حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر صرف غذائیت اور حرارت کی ضرورت ہوتی تو اب تک مشینی انسان یا بوتل کا انسان بن چکا ہوتا۔ یہی احساس و شعور ہے جو شکل و صورت کو ترتیب دیتا ہے۔

س:۔ قوت حیوانیہ کے اقسام اور ان کے افعال بتائیے۔

ج:۔ قوت حیوانیہ کے اقسام نہیں ہیں۔ قوت حیوانیہ کا کام قلب و شریان کو پھیلاتا اور سیکڑتا ہے جس سے اس کی ترویح اور بخارات و خانیہ کا اخراج ہوتا ہے۔ اسی سے ڈر اور غصہ کی حرکت ظاہر ہوتی ہے۔

اس امر کو یاد رکھیں کہ ڈر اور غصہ میں اخلاط اور روح و خون میں حرکت آجاتی ہے۔ چنانچہ ڈر میں چہرہ سفید ہو جاتا ہے۔ اس وقت روح اور خون باہر سے اندر چلے جاتے ہیں۔ غصہ میں جب چہرہ سرخ ہو جاتا ہے تو خون اور روح باہر کی طرف تیز ہو جاتے ہیں۔ قوت حیوانیہ ہی اعضا کو نفسیاتی قوت کے قبول کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اسی قوت سے حرارت عزیزی پیدا ہوتی ہے اور اسی سے قائم رہتی ہے۔

س:۔ قوت نفسانیہ کے اقسام اور ان کی تعریف اور افعال بتائیے۔

ج:۔ قوت نفسانیہ کے دو اقسام ہیں۔ (۱) قوت مدرکہ اور (۲) قوت محرکہ

قوت مدرکہ پھر دو اقسام میں تقسیم ہوتی ہے۔ (۱) قوت مدرکہ بیرونی (۲) قوت مدرکہ اندرونی

قوت مدرکہ بیرونی کی پانچ اقسام ہیں۔ (۱) باصرہ (۲) سامعہ (۳) ذائقہ (۴)

لامسہ (۵) شامہ۔ ان کی تعریف ان کے ناموں میں موجود ہے۔ ان کا کام یہ ہے کہ باہر کی معلومات دماغ کی اندرونی قوتوں تک پہنچاتی ہیں۔

قوت مدرکہ اندرونی کی تعداد بھی پانچ ہے۔ (۱) قوت حس مشترک (۲) قوت خیال (۳) قوت متصرفہ (۴) قوت واہمہ اور (۵) قوت حافظہ

قوت حس مشترک:۔ وہ قوت ہے جو حواس خمسہ ظاہری کی احساس کی ہوئی چیزوں کو ضرورت کے وقت دوبارہ بعینہٖ ان کی موجودگی کے محسوس اور تصدیق کرتی ہے۔

قوت خیال۔ وہ قوت ہے جو قوت حس مشترک کے خزانے کا کام کرتی ہے یعنی اس کے تمام احساسات خزانہ خیال میں جمع رہتے ہیں۔

قوت متصرفہ۔ اسے متخیلہ اور مفکرہ بھی کہتے ہیں۔ اگر یہ قوت حس متصرف کے احساسات کا اظہار کرے تو متخیلہ اور اگر واہمہ کے ادراکات کا اظہار کرے تو مفکرہ کہلاتی ہے۔

قوت واہمہ۔ وہ قوت ہے جو ان معانی کا ادراک کرتی ہے جس کو حواس خمسہ ظاہری احساس نہیں کر سکتے مثلاً کسی لفظ کے معنی جاننا جیسے رب کے معنی خدا کئے جاتے ہیں یا کسی شخص کے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ دوست ہے یا دشمن ہے۔

قوت حافظہ۔ وہ قوت ہے جو وہم کے ادراکات کو محفوظ کرتی ہے اور ضرورت کے وقت اس کو پھر ادراک کرتی ہے۔

س:۔ قوت محرکہ کی اقسام اور ان کی تعریف کیجئے۔

ج:۔ قوت محرکہ کی دو اقسام ہیں۔ (۱) شوقیہ (۲) فاعلہ

قوت شوقیہ۔ وہ قوت ہے جو حرکت کا باعث بنتی ہے اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔ (۱) شہوانیہ اور (۲) غضبیہ۔

قوت شہوانیہ وہ قوت ہے جو کسی مفید یا لذیذ شے کی طلب اور چاہت میں باعث حرکت بنتی ہے۔
قوت غضبیہ۔ وہ قوت ہے جو مضر اور مخالف اشیاء سے مقابلہ کراتی ہے یا اس سے بچنے اور بھگانے کے لئے حرکت دلاتی ہے۔
قوت فاعلہ وہ قوت ہے جو حرکت کراتی ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یہ قوت عضلہ کو سکیڑتی ہے جس کی وجہ سے متعلقہ وتر کھینچ جاتا ہے پھر یہ وتر جس عضو کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ وہ سکڑ جاتا ہے یا یہ قوت مذکورہ عضلہ کو مبدا کے مخالف سمت ڈھیلا کر دیتی ہے۔ جس سے اس عضلہ کا وتر بھی مخالف جانب بڑھ جاتا ہے اور متعلقہ عضو پھیل جاتا ہے
س:۔ قوت کی حقیقت کیا ہے؟
ج:۔ قوت کے متعلق ذہن نشین کر لیں کہ قوت کوئی ایسی شے نہیں ہے جس کو ہم مادی طور پر محسوس کر سکیں۔ اس کا اظہار ہمیشہ کسی طاقت کے فعل سے ہوتا ہے ہم زیادہ تر اس کا ادراک کرتے ہیں۔ البتہ بعض حالتوں میں اس سے محسوس بھی کر سکتے ہیں۔
انسان میں جب قوت قائم ہوتی ہے تو حواس خمسہ ظاہری اور باطنی میں احساسات اور ادراکات کے علاوہ غور و فکر، جرأت و بہادری اور عقل و حرکات جسم کا اظہار ہوتا ہے۔ اور جوں جوں انسان میں قوت کی کمی ہوتی جاتی ہے توں توں اس کے اعضا کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس میں حس و حرکت ختم ہو جاتی ہے اس کو موت کہتے ہیں۔ جب موت واقع ہوتی ہے اس وقت جسم کے حیوانی ذرات جسم میں زندہ ہوتے ہیں جب ان میں خمیر اور تعفن پیدا ہوتا ہے تو ان کی زندگی ختم ہوتی ہے۔

افعال

س:۔ افعال کی تعریف اور اُن کی اقسام بیان کیجئے۔

ج:۔ **افعال کی تعریف** افعال فعل کی جمع ہے۔ فعل وہ قوت ہے۔ جو کسی عضو سے سرزد ہو۔ یعنی وہ سکون سے حرکت میں آئے اور اپنے مفروضہ افعال انجام دے۔

افعال کی اقسام افعال کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں (۱) افعال مفرد اور (۲) افعال مرکب

افعال مفرد افعال مفرد وہ افعال ہیں۔ جو ایک ہی قوت سے صادر ہوں جیسے حِس، احساس، حرکت، جذب اور دفع وغیرہ کے افعال۔

افعال مرکب افعال مرکب ایسے افعال ہیں جو ایک سے زیادہ قوتوں سے سرزد ہوں۔ جیسے مکھی کا جسم پر سے اڑانے میں حس اور حرکت دونوں کام کرتی ہیں۔ مکھی کے بیٹھنے کا احساس دماغی قوت سے ہوتا ہے اور اڑانے کا کام قلبی و عضلاتی قوت کا ہے۔ اسی طرح غذا کا ہضم ہونا۔ کیونکہ غذا کے ہضم ہونے میں معدے کے عضلات، اعصاب اور رطوبت کی تمام جھلیاں کام کرتی ہیں۔ افعال کو مزید سمجھنے کے لئے افعال کے مرکز قوت حیوانی کو سمجھیں۔

س:۔ حیاتی اعضا کے غیر طبعی افعال کتنے ہوتے ہیں۔

ج:۔ حیاتی اعضا کے غیر طبعی افعال صرف تین ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ان میں سے کسی عضو کے فعل میں تیزی آجائے تو یہ روح کی زیادتی ہوگی۔

(۲) ان میں سے کسی عضو کے فعل میں سستی آجائے تو یہ رطوبت یا بلغم کی زیادتی سے ہوگی

۴. ان میں سے کسی عضو کے فعل میں ضعف پیدا ہو جائے تو یہ حرارت کی زیادتی سے ہوگا
یاد رکھیں کہ چوتھا کوئی غیر طبعی فعل نہیں ہے اس لئے اعضائے مفرد کا باہمی تعلق
جاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ علاج میں ہم ان ہی کی معاونت اور تشخیص و تجویز
سے علامات مرض کو رفع کرتے ہیں۔

ان کی ترتیب میں بیان کیا گیا ہے کہ اعصاب جسم کے باہر کی طرف ہیں یا اوپر کی طرف ہوتے ہیں۔ ان کے نیچے یا بالعبد میں غدد کو رکھا گیا ہے اور جہاں پر غدد نہیں ہیں وہاں ان کے قائم مقام غشائے مخاطی بنا دی گئی ہیں اور ان کے نیچے یا بالعبد میں عضلات رکھے گئے ہیں۔ جسم میں ہمیشہ یہی ترتیب قائم رہتی ہے۔ افعال کے لحاظ سے بھی ہر عضو میں تین ہی افعال پائے جاتے ہیں۔

۱. کسی عضو کے فعل میں تیزی پیدا ہو جائے تو ہم اس کو تحریک کہتے ہیں۔
۲. کسی عضو کے فعل میں سستی پیدا ہو جائے تو ہم اس کو تسکین کہتے ہیں۔
۳. کسی عضو کے فعل میں ضعف پیدا ہو جائے تو ہم اس کو تحلیل کہتے ہیں۔

درحقیقت ہر عضو میں ظاہری طور پر دو ہی صورتیں ہوتی ہیں۔ اول تیزی۔ دوسرے سستی۔ لیکن سستی دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول سستی سردی تری یا بلغم کی زیادتی سے ہوتی ہے دوسری سستی حرارت کی زیادتی سے ہوتی ہے۔ اول الذکر کا نام تسکین رکھا جاسکتا ہے اور ثانی الذکر کا نام تحلیل کہنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ حرارت اور گرمی کی زیادتی سے ضعف پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ایک قسم کی سستی ہی ہے۔ چونکہ یہ ضعف حرارت اور گرمی کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس میں جسم یا عضو گھلتا ہے اس لئے اس کا نام تحلیل ہی بہتر ہے۔

ساتھ ہی یہ امر بھی ذہن نشین کر لیں کہ یہ تینوں صورتیں یا علامات تینوں اعضاء اعصاب غدد اور عضلات میں سے کسی ایک میں کوئی نہ کوئی صورت ضرور پائی جائے گی۔

البتہ ایک دوسرے میں بدلتی رہتی ہیں اور اس غیر طبعی بدلنے ہی سے مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان ہی کی تبدیلی سے صحت پیدا ہوتی ہے۔ اعضا کی اندرونی تبدیلیوں کو سمجھنے کے لئے درج ذیل نقشہ کو بغور پڑھیں۔

نام اعضا	تحریک	تسکین	تحلیل	زیادتی خلط
قلب	قلب	جگر	دماغ	سودا
جگر	جگر	دماغ	قلب	صفرا
دماغ	دماغ	قلب	جگر	بلغم

مندرجہ بالا نقشہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ایک عضو میں تحریک ہے تو اس کے بعد والے عضو میں تسکین اور اس کے بعد والے یا تیسرے عضو میں تحلیل ہوتی ہے۔ مثلاً قلب وعضلات کے بعد جگر و غدد ہیں اس لئے جگر و غدد میں تسکین اور اعصاب اور دماغ میں تحلیل ہوگی اسی طرح جگر و غدد میں تحریک کی صورت میں دماغ و اعصاب میں تسکین اور قلب وعضلات میں تحلیل ہو رہی ہے۔

اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ جب بھی کسی عضو رئیس میں تحریک ہو تو باقی ماندہ اعضا بھی اس تحریک سے متاثر ہوں گے اور دوران خون کے سبب ان پر بھی تحلیل یا تسکین ضرور ہوتی ہے چاہے کتنی ہلکی ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ صحت کی صورت میں بھی انسان کا کوئی نہ کوئی عضو تحریک میں ہوتا ہے اور باقی دو اعضا میں تسکین و تحلیل ہوتی ہے۔

اس نقشہ سے یہ بات بھی صاف ظاہر ہے کہ جو بھی عضو تحریک میں ہوتا ہے اس کی پیدا کردہ خلط کی بھی زیادتی ہو جاتی ہے۔ قلب تحریک میں ہو تو سودا کی زیادتی

جگر تحریک میں ہو تو صفرا کی زیادتی اور دماغ کے تحریک میں آنے سے جسم میں بلغم کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ جسم اور اس کے افعال کی اصولی رسٹسلو میٹک تقسیم ہے اس سے تشخیص اور علاج واقعی آسان ہو جاتا ہے۔ گویا اس طریقہ کو سمجھنے کے بعد علم طب ظنی نہیں رہتا بلکہ یقینی طریقہ علاج بن جاتا ہے۔ اس لئے اس طریقے کو اپنانے والا معالج اپنا سابقہ طریقہ علاج چھوڑ دیتا ہے۔ کیونکہ اسے اس طریقہ کو سمجھنے کے بعد پہلے طریقہ ہائے علاج غلط معلوم ہوتے ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ قانون مفرد اعضا تمام طریقہ ہائے علاج کو پرکھنے کے لئے ایک کسوٹی ہے۔

س:۔ حیاتی مفرد اعضا کی غیر طبعی حالت میں اگر ایک مفرد عضو میں تحریک ہو تو دوسرے میں تسکین اور تیسرے میں تحلیل کیوں واقع ہے۔

ج:۔ جاننا چاہیئے کہ صحت کی حالت میں بھی کسی نہ کسی عضو میں تحریک، دوسرے میں تسکین اور تیسرے میں تحلیل ہر وقت جاری رہتی ہے جب کسی عضو کی تحریک تسکین یا تحلیل حد سے بڑھ جائے تو ہم اسے بیماری کہتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ ایک مفرد عضو میں تحریک ہو تو دوسرے عضو یعنی اس کے بعد والے مفرد عضو میں تسکین اور تیسرے مفرد عضو میں تحلیل کیوں واقع ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر مفرد عضو پر دوسرے مفرد اعضا کے جو پردے چڑھے ہوئے ہیں یہ انکی وجہ سے ہے۔
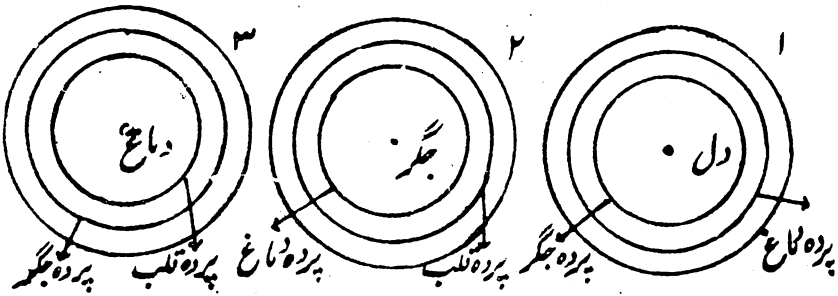
طبی تشریح کے مطابق مندرجہ بالا نقشہ میں حیاتی اعضا پر چڑھے ہوئے دوسرے اعضا کے پردے دکھائے گئے ہیں۔ جن کی ترتیب یوں ہے۔

۱۔ دل پر پہلا پردہ جگر کا ہے (۲) جگر پر پہلا پردہ دماغ کا ہے۔ (۳) دماغ پر پہلا پردہ قلب کا ہے۔

۱۔ دل پر دوسرا پردہ دماغ کا ہے (۲) جگر پر دوسرا پردہ قلب کا ہے۔ (۳) دماغ پر دوسرا پردہ جگر کا ہے۔

ان حقائق کے علاوہ دوران خون کے متعلق یاد رکھیں کہ وہ قلب سے جگر و غدد کی طرف جسم کی خلاؤں پر ترشح ہونے کے لئے روانہ ہوتا ہے۔ جگر و غدد۔ اعصاب و دماغ پر خون کی رطوبات کی صورت میں ترشح کرے گا جو باقی بچ جاتا ہے۔ وہ غدد جاذبہ جذب کر کے اور صاف کر کے واپس قلب میں بھیج دیں گے۔ اس طرح خون کا چکر ہر وقت جاری رہتا ہے۔

اب آپ تینوں مفرد اعضا کے پردوں کو دیکھیں تو نقشوں سے ظاہر ہے کہ تینوں مفرد اعضا پر ایک دوسرے کے پردے ترتیب وار دوران خون کے مطابق چڑھے ہوئے ہیں۔ اگر دل پہ پہلا پردہ جگر کا ہے تو جگر پہ پہلا پردہ دماغ کا ہے۔ اور دماغ پر پہلا پردہ قلب کا ہے۔

آپ کسی مفرد عضو میں تحریک سمجھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں سردی اور ریاح کی کثرت ہے۔ وہاں سکیڑ شروع ہو چکا ہے۔ وہاں خون کی ضرورت ہے خون اپنے طبعی راستے ہی سے آئے گا۔ مثلاً دماغ ہی میں تحریک ہے۔ وہاں خون کی ضرورت ہے خون وہاں اپنے طبعی راستے سے جگر و غدد میں سے گزر کر دماغ و اعصاب کی طرف آئے گا۔ چونکہ خون جگر و غدد میں سے گزر رہا ہوگا۔ اس لئے وہاں تحلیل ہوگی۔ دماغ پر پہلا پردہ قلب کا ہے۔ وہاں سکون ہو کر اپنے طبعی

تعلق کی وجہ سے قلب میں بھی سکون ہوگا۔

اسی طرح آپ دل کو سمجھیں کہ وہاں تحریک ہے۔ یعنی سردی کی شدت ہے۔ خون دل کی سردی کو ختم کرنے کے لئے اپنے طبعی راستے دماغ و اعصاب میں سے قلب تک پہنچے گا اس لئے خون کی کثرت دماغ و اعصاب میں ہوگی اس لئے وہاں پر تحلیل ہوگی۔ دوسری طرف جگر میں خون کم ہوکر سکون ہوجائے گا۔

اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ جس مفرد عضو میں تحریک ہے اس کے اوپر جس مفرد عضو کا پردہ ہے وہاں سکون ہوگا۔ اور خون دور کے اعضا میں چلا جائے گا یعنی خون اس مفرد عضو میں سے گزر رہا ہوگا۔ جس کا تحریک والے عضو پر دوسرا پردہ ہے یعنی وہاں تحلیل ہوگی۔

س: جب حیاتی اعضا ایک دوسرے سے دور واقع ہیں تو ان کے اثرات ایک دوسرے پر کیسے واقع ہوتے ہیں؟

ج:۔ سائنسی و ڈاکٹری تحقیقات نے ثابت کیا ہے (جیسا کہ اوپر والے نقشہ جات میں پردے دکھائے گئے ہیں) کہ ہر حیاتی عضو پر دو پردے چڑھے ہوئے ہیں۔ جو باقی دو حیاتی اعضا سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہی پردے ایک دوسرے اعضا تک پھیلے ہوئے ہیں۔ انہی پردوں کی وجہ سے اعضا اپنی اپنی تحریکات دوسرے اعضا تک پہنچاتے ہیں۔ ان پردوں کے متعلق قرآن حکیم نے بھی خوب تشریح فرمائی ہے جو یہ ہے۔ انّا جعلنا علیٰ قلوبهم اکنّۃً ان یفقهوه ، تحقیق ہم نے دل پر پردے بنا دیئے ہیں تاکہ وہ سمجھ سکیں۔

س:۔ جب ایک حیاتی عضو میں تحریک ہوتی ہے تو باقی دو اعضا کی کیا حالت ہوتی ہے؟

ج:۔ جب ایک حیاتی عضو میں تحریک ہوتی ہے تو اس کے ساتھ والے عضو میں تسکین اور اس کے بعد والے عضو میں تحلیل ہوگی۔

مثلاً جب دماغ میں تحریک ہوگی تو قلب میں تسکین اور جگر میں تحلیل ہوگی اسی طرح اگر دل میں تحریک ہوگی تو دوران خون جگر میں کم ہو جائے گا وہاں تسکین ہو جائے گی لیکن چونکہ خون کا دوران دماغ و اعصاب سے ہو رہا ہوگا۔ اس لئے وہاں پر تحلیل ہوگی۔

س:۔ کیا ورم دماغ دموی ہو سکتا ہے؟

ج:۔ حقیقت یہ ہے کہ ورم دماغ دموی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول تو دماغ میں کوئی ایسا پردہ نہیں ہے جس کا تعلق صرف خون کے ساتھ ہو۔ مثلاً حجاب (عضلاتی پردہ) اور غشاء غدی پردہ) ہے۔ دوسرے دموی مزاج گرم تر ہے۔ یاد رکھیں کہ گرم تر مزاج کی صورت میں جسم کے اندر کسی جگہ بھی نہ ورم ہو سکتا ہے اور نہ سوزش نہ ہی درد و بخار ہو سکتا ہے کیونکہ یہ گرمی تری کے خلاف ہے جو تحلیل ہے

س:۔ کیا ایک ہی وقت میں جوہر دماغ اور اس کے پردوں میں ورم ہو سکتا ہے۔

ج:۔ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ جوہر دماغ اور اس پر جو پردے چڑھے ہوتے ہیں۔ ان کا مزاج اور مادہ علیحدہ علیحدہ ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی وقت میں تینوں میں ایک ہی کیفیت کا غلبہ ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر دوسرے نسیج یا ٹشوز کا تعلق دوسرے ٹشوز سے ہوتا ہے تو وہ اس کا مقام صحت ہے۔ طبیعت دوسرے نسیج میں صحت کی خاطر ازالہ کر رہی ہوتی ہے اگر معالج اس حقیقت سے واقف ہو جائے تو ہر مرض کا شرطیہ اور یقینی علاج کر سکتا ہے۔

یاد رکھیں کہ جوہر دماغ کا مزاج سرد تر ہے۔ اس کے پردہ حجاب کا مزاج، سرد خشک اور غدی پردوں کا مزاج گرم خشک ہے۔ اس لئے تینوں میں بیک وقت ایک ورم یا مرض نہیں ہو سکتا۔

س:۔ قانون مفرد اعضاء میں علاج کی بنیاد یہ ہے کہ تسکین کی جگہ تحریک پیدا کرو۔ اصل

سے کس طرح حقیقی شفا حاصل ہوتی ہے۔

ج:۔ تحریک کے مقام پر سردی تسلیم کی گئی ہے اور سردی سے سوزش اور ورم ہوتے ہیں ان کا علاج وہاں پر حرارت کا قائم کرنا ہے جو سوائے خون کی حرارت کے ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ خون تحریک کے مقام کی طرف جانا شروع ہو جاتا ہے۔ جہاں پر سکون ہوتا ہے وہاں پر رطوبات رک کر ضعف کا باعث ہوتی ہیں جب وہاں پر تحریک کردی جاتی ہے تو اس عضو میں نچوڑ کی صورت واقع ہو کر تمام رکی ہوئی رطوبات نکل جاتی ہیں۔ جب سکون والے عضو میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے تو پہلے تحریک والے عضو میں خون کی کثرت ہو جاتی ہے جس سے اس عضو کی سوزش اور ورم میں تحلیل کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔

مثلاً اگر اعصاب میں تحریک ہے تو عضلات میں تسکین اور غدد میں تحلیل واقع ہو گی اعصاب کی سوزش کو ختم کرنے کے لئے ہم عضلات کو تحریک دیں گے جس سے دوران خون غدد سے اعصاب کی طرف زیادہ ہو جائے گا جس سے وہاں پر تحلیل ہو کر اعصابی سوزش و ورم ختم ہو جائے گا۔

اسی طرح جب عضلات میں تحریک شدید ہو گی تو غدد میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل ہو گی ہم عضلات کی سوزش کو ختم کرنے کے لئے غدد کو تحریک دیں گے جس سے دوران خون قلب کی طرف زیادہ ہو جائے گا اور اس سے اس کی سوزش اور ورم ختم ہو جائے گا۔ دوسری طرف حرارت کی کثرت ہے اعصاب میں جو بے چینی ہو گی وہاں پر رطوبات گر کر سکون پیدا کر دیں گی۔

س:۔ اگر علاج کی بنیاد یہ رکھی جائے کہ تحریک کی جگہ تسکین پیدا کرو تو طبیعت پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔

ج:۔ جب یہ حقیقت ہے کہ تحریک کی جگہ سردی ہوتی ہے اور تسکین کے مقام

رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے۔ دوسرے یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ سوزش اور ورم بغیر حرارت کے تحلیل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے حقیقی شفا حاصل کرنے کے لئے ہم سوزش و تحریک کے مقام پر تحلیل پیدا کریں نہ کہ تسکین۔ اگر ہم تحریک کے مقام پر انتہائی سکون پیدا کر دیں تو وقتی طور پر سوزش و ورم میں تکلیف کا احساس کم ہو جائے گا۔ لیکن سوزش و ورم ختم نہیں ہوں گے۔ چند دنوں میں پھر تکلیف شروع ہو جائے گی بلکہ مدتوں تک ایسے سوزش و ورم مصیبت کا باعث بن جائیں گے۔ اس کا ثبوت آپ فرنگی ادویات سے لے سکتے ہیں جو مخدرات و مسکنات کا مجموعہ ہیں۔ ان سے عارضی سکون تو حاصل ہو جاتا ہے لیکن کسی پرانے اور مزمن مرض سے چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا۔

دماغ

جگر

قلب
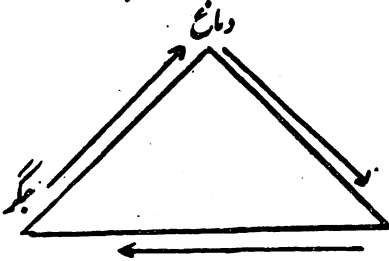
س :۔ سامنے دیئے ہوئے نقشہ کے مطابق اگر ایک مفرد عضو میں تحریک ہو تو اگلے مفرد عضو میں تسکین اور اس کے بعد والے عضو میں تحلیل ہوتی ہے کیوں؟

ج :۔ یہ سوال دوران خون کے ذریعے حل ہو گا۔ چونکہ دوران خون کو یوں سمجھا گیا ہے کہ خون قلب سے جگر میں۔ جگر سے دماغ میں اور دماغ سے قلب میں آتا ہے۔ دوسرے تحریک وہاں تسلیم کی جاتی ہے۔ جہاں خون جا رہا ہوتا ہے۔ اور تحلیل وہاں ہوتی ہے جہاں سے خون گزر رہا ہوتا ہے اور تسکین اس جگہ ہوتی ہے۔ جہاں خون جا چکا ہوتا ہے اس لئے دوران خون اور تحریک طریق کو جاننے سے فوراً معلوم ہو جائے گا کہ کہاں تحریک اور کہاں تسکین ہونی چاہیئے۔

مثلاً اگر ہم اعصاب میں تحریک تصور کریں تو یہ مسئلہ دوران خون کے مطابق یوں حل ہو گا کہ اوپر بتائے ہوئے دوران خون کے مطابق اعصاب و دماغ میں خون جگر میں

سے ہوکر آئے گا۔ اس لئے جگر میں خون کی شدت سے تحلیل ہو گی چونکہ خون قلب میں سے جا چکا ہو گا یا قلب میں خون کی کمی ہو چکی ہو گی اس لئے وہاں تسکین ہو گی۔ مقامی طور پر بھی تمام اعضا میں یہی حالت پائی جائے گی۔ کیونکہ وہاں بھی انہی اعضائے رئیسہ کے پردے اور بافتیں ہوتی ہیں۔

س: - مرکب تحریکیں مختلف مزاج ہیں۔ چھ مرکب تحاریک یا چھ مزاج کا منطقی سبب تین اخلاط ماننے پر جبکہ طب قدیم نے آٹھ مرکب مزاج تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ چار اخلاط بھی مانے ہیں۔ قانون مفرد اعضا کے تین اخلاط ماننے سے طب قدیم سے اختلاف کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ایورویدک نظریہ میں تین دوش (اخلاط) تسلیم کئے گئے ہیں کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ ہم اخلاط کے معاملہ میں ایورویدک نظریہ کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ اس مسئلہ پر مفصل روشنی ڈالیئے۔

ج: جس طرح طب یونانی نے مفرد مزاج کی بجائے مرکب مزاج تسلیم کئے ہیں اسی طرح قانون مفرد اعضا میں بھی مرکب مزاج ہیں جو چھ تحریکوں میں تسلیم کئے گئے ہیں جو حقیقت میں تین اخلاط کی مختلف صورتیں ہیں۔

قانون مفرد اعضائ نے خون کو طب یونانی اور ایورویدک کی طرح کل اخلاط کا مجموعہ تسلیم کیا ہے۔ یعنی سودا۔ صفرا اور بلغم کے مرکب کا نام خون ہے۔

نظریہ مفرد اعضا نے طب یونانی کی طرح مرکب مزاج بناتے وقت خون کو شامل نہیں کیا بلکہ ایورویدک کی طرح خون کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خالص خون کسی ایک عضو کی پیداوار نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایک غذا سے پیدا ہوتا ہے بلکہ تینوں مفرد اعضا کی پیدا کردہ اخلاط کے ملنے سے بنتا ہے اگر وہ اعضا اپنی اپنی اخلاط ضرورت کے مطابق خون میں ملاتے رہیں تو خون کا مزاج درست رہتا ہے۔ علاج کی صورت میں بھی ہم کبھی خون میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے بلغم بڑھاتے ہیں۔ کبھی

صفرا کو بڑھانا ضروری سمجھتے ہیں۔ ایسا ہم اس وقت کرتے ہیں جب کسی خلط کی کمی بیشی سے خون کا اعتدال درست نہیں رہتا۔ جو بھی خلط بڑھ جاتی ہے اُسے کم کرنے کے لئے اس کے اندر مزاج والی خلط کو بڑھانا شروع کر دیتے ہیں مثلاً جب خون میں بلغم بڑھ جاتی ہے تو ہم خون میں رطوبات و بلغم کو کم کرنے کے لئے یا خون کو اعتدال پر لانے کے لئے سوداوی ادویات دیتے ہیں جس سے خون میں اعتدال پیدا ہو کر صحت بحال ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر خون میں جگر کی تیزی سے صفرا بڑھ جائے تو ہم بلغم بڑھاتے ہیں۔ تاکہ خون میں حرارت اور صفرا کم ہو کر خون کا اعتدال قائم ہو جائے۔

طب یونانی عملی طور پر خون کو بھی چھوڑ دیتی ہے۔ مثلاً کبھی خون کے اعتدال کو قائم کرنے کے لئے مسہل بلغم دیتے ہیں۔ جو حقیقت میں مولد سودا ہوتا ہے اور مخرج بلغم اسی طرح مسہل صفرا اور سودا۔ لیکن مسہل خون نہ ہوتا ہے اور نہ دیا جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خون اخلاط ہی کا مجموعہ ہے جسے اضافی طور پر ایک خلط کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے قانون مفرد اعضا اخلاط کے معاملہ میں ایلو ویدک نظریہ کو تسلیم کرتا ہے۔

س:۔ اعصابی تحریک میں بلغم کی زیادتی اور سردی تری کی کثرت ہوتی ہے۔ جسم ٹھنڈا اور چپ چپا ہوتا ہے۔ قانون مفرد اعضا کے مطابق جگر میں حرارت اور تحلیل ہوتی ہے۔ جگر میں کہاں سے گرمی آجاتی ہے۔ جو جگر میں باعث تحلیل ہے۔

ج:۔ اس سوال کا جواب دوران خون کے ذریعے بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے کئی بار لکھا جا چکا ہے کہ خون دل کے ذریعے دھکیلا جاتا ہے۔ یعنی خون دل سے روانہ ہو کر جگر و غدد میں سے ہوتا ہوا اعصاب و دماغ میں پہنچتا ہے جو باقی بچتا ہے وہ واپس قلب میں بذریعہ غدد جاذبہ آجاتا ہے۔ یہ خون کا طبعی راستہ ہے۔ دوسری حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ جہاں تحریک ہے وہاں خون جا رہا ہے۔ جہاں سے گزر رہا ہے وہاں تحلیل ہوگی۔ جہاں سے خون جا چکا ہے وہاں سکون ہوگا۔

اب آپ دیکھیں کہ خون اعصاب و دماغ میں جگر و غدد میں سے ہی ہو کر آتا ہے چونکہ خون کی کثرت جگر و غدد میں ہو گی اس لئے جگر میں خون کی وجہ سے حرارت ہو گی
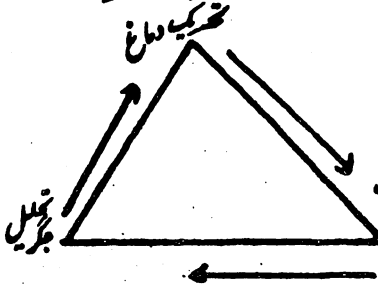
جس سے لازمی طور پر جگر و غدد میں تحلیل ہو گی ایک اور بات قابل غور ہے کہ قلب و عضلات حرارت پیدا کرتے ہیں جگر و غدد حرارت کو روکتے ہیں لیکن اور اعصاب و دماغ حرارت کا اخراج کرتے ہیں۔

اعصاب و دماغ قلب کی پیدا کردہ حرارت کو اس وقت تک خارج نہیں کر سکتے۔ جب تک وہ جگر سے حاصل نہ کرے اس لئے صاف ظاہر ہے کہ اعصابی تحریک کی صورت میں حرارت و خون جگر و غدد میں سے ہو کر آتے ہیں اس لئے جگر و غدد میں تحلیل لازمی ہے۔

س: کیا افعال اعضا درست کئے بغیر کسی مرض کے جراثیم ہلاک کرنے سے مرض دور ہو سکتا ہے!

ج یہ تصور فرنگی طب میں بنیاد مرض سمجھا جاتا ہے اس کے ہاں جب بھی کسی مرض کا علاج کرنا ہوتا ہے تو اول جراثیم ہی فنا کئے جائیں گے لیکن یہ اس کی زبردست غلطی ہے۔ فرنگی طب تسلیم کرتی ہے کہ اعضائے انسانی اور مفرد اعضا (انسجہ) سے مرکب ہیں۔ جب یہ مفرد اعضا اور انسجہ درست کام کرتے ہیں تو صحت قائم رہتی ہے اور جب ان اعضا کے افعال درست نہیں رہتے تو کوئی نہ کوئی مرض لاحق ہو جاتا ہے پھر جب ان اعضا کے افعال دوبارہ درست کر دیئے جائیں تو نہ صرف جسم کے تمام مواد و فضلات اور زہر ختم ہو جاتے ہیں بلکہ جراثیم اور ہر قسم کے کرم فنا ہو کر نکل جاتے ہیں۔

یاد رکھیں صرف دفع سبب علاج مرض نہیں ہے لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ہر مرض یا اکثر امراض کا سبب صرف جراثیم ہی ہیں لیکن پھر بھی صرف جراثیم کی ہلاکت کو علاج مرض سمجھ لینا ایک غلط نظریہ ہے۔ کیونکہ صرف دفع سبب

سے مرض رفع نہیں ہوتا بلکہ اعضا کی خرابی اور عناصر بلکہ جملہ کیفیات کا اعتدال لازم ہے ان کے اعتدال کی حالت میں مرض دور نہیں ہوتا۔ جراثیم دوبارہ پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً اگر کسی زخم کے جراثیم کار بالک یا دوسری جراثیم کش دوا سے ہلاک بھی کر دیئے جائیں تو پھر بھی زخم کا علاج اپنی جگہ قائم ہے کیونکہ جراثیم ہلاک ہونے سے فوراً زخم مندمل تو نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ اس زخم کا علاج کرنا بھی باقی ہوگا۔ وہ علاج کیا ہے۔ وہ ہے اعضا کے افعال کی درستی۔ عناصر کی کمی بیشی اور کیفیت کا اعتدال۔ ان تمام باتوں کا ذکر ایلوپیتھی میں کہیں نظر نہیں آتا جو اس کے غیر علمی ہونے کی دلیل ہے۔

س: معدہ، مثانہ، پھیپھڑے، دل، دماغ، جگر اور گردے وغیرہ میں مختلف علامات کیوں ظہور میں آتی ہیں۔ مثلاً دل میں کبھی حرکت تیز ہو کر اختلاج قلب کی صورت واقع ہو جاتی ہے۔ کبھی دل میں جلن اور کبھی دل کے ڈوبنے کی صورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جگر و دل کا پھیل جانا یا رطوبات سے پھول جانا اور کبھی ان کا سکڑ جانا وغیرہ۔ اور یہ بھی بتایا جائے کہ ان اعضا کی غیر طبعی حالت میں دوران خون کی کیا حالت ہوتی ہے۔

ج: قانون مفرد اعضا میں معدہ۔ مثانہ۔ پھیپھڑے اور گردے مفرد عضو نہیں ہیں بلکہ مرکب اعضا ہیں۔ اعصاب۔ غدد اور عضلات سے۔ اس لیے جب ان مقامات کے کسی عضو کی بافت میں تحریک ہوگی تو جو علامات ظہور میں آئیں گی۔ وہ اس عضو کی دوسری بافت کی تحریک سے بالکل مختلف ہوں گی۔ کیونکہ وہ بافتیں مختلف مزاج کے اعضا سے بنی ہیں۔

اسی طرح چونکہ مفرد اعضا دل، دماغ اور جگر پر بھی ایک دوسرے کے پردے چڑھے ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ کسی مفرد عضو کی ذاتی تحریک تحلیل اور تسکین کی علامات اس کے پردوں کی تحریک۔ تحلیل اور تسکین سے مختلف ہوں گی مثلاً جب دل کے جرم میں تحریک ہوگی تو اختلاج قلب ہوگا۔ جب قلب کے

غدی پردے میں تحریک ہوگی تو قلب میں ملین کا احساس ہوگا۔ اسی طرح جب دل کے ڈوبنے کی صورت ہوگی تو دل کے اعصابی پردے میں تحریک ہوگی۔ دل کے بڑھ جانے سے خون کا دوران جگر و غدد کی طرف ہوگا۔ اور اعصابی تحریک اور قلب میں تسکین ہوگی جس سے قلب رطوبات سے پھول جائے گا۔

دل کے سکڑ جانے سے دل کے فعل میں ذاتی طور پر تحریک پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت دوران خون اعصاب کی طرف ہوگا۔ اور غدد میں سکون ہوگا جگر میں سکون کی وجہ سے رطوبات جمع ہو جائیں گی۔ اس طرح پھول جائے گا۔ جب دل پھیل جائے گا تو غدی تحریک ہوگی اور اعصاب میں سکون ہوگا۔ اس وقت دوران خون قلب کی طرف ہوگا۔

س:۔ جسم انسان میں غذا کو جزو بدن ہونے تک کتنے ہضموں سے گزرنا پڑتا ہے۔

ج:۔ غذا کھانے کے بعد اسے مندرجہ ذیل ہضموں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ (۱) ہضم معدی (۲) ہضم کبدی (۳) ہضم عروقی۔ (۴) ہضم عضوی

س:۔ چاروں ہضموں کے فضلات کے نام بتائیے۔

ج:۔ (۱) پہلا ہضم معدہ و امعا کا ہے اس کا فضلہ براز ہے۔ (۲) دوسرے ہضم کبدی کا فضلہ بول ہے۔ (۳) تیسرے ہضم کا فضلہ پسینہ ہے۔ (۴) چوتھے ہضم عضوی کا فضلہ منی ہے۔

جب ہم غذا کھاتے ہیں تو وہ پہلے پہل معدہ و امعا میں پکتی ہے۔ پھر اس کا لطیف حصہ عروق ماساریقہ کے ذریعے کبد (جگر) میں چلا جاتا ہے۔ لفایا مواد ایک فضلہ کی صورت میں یعنی پاخانہ بن کر باہر خارج ہو جاتا ہے۔ غذا کا لطیف حصہ جگر میں پہنچ کر پھر پکتا ہے۔ اس کے بعد اس کا اصل حصہ عروق میں چلا جاتا ہے اور لفایا فضلہ بول کی شکل میں مثانہ میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ اور بوقت ضرورت اخراج پاتا ہے۔

عروقی مواد میں جب کیمیاوی تبدیلیاں ہوتی ہیں. تو اس کا لطیف حصہ اور اعلیٰ ترین حصہ اعضا میں پہنچ جاتا ہے. اور بقایا فاضل حصہ پسینہ کی صورت میں باہر خارج ہوتا رہتا ہے. اعضا میں مواد پختہ ہو کر اعضا کی شکل اختیار کر لیتا ہے. جو باقی بچتا ہے اس کا نام منی ہے. جو بوقت ضرورت خارج ہوتا ہے.

س: کیا دائیں اور بائیں گردے کے افعال و اثرات ایک ہی ہیں. یا جُداجدا ہیں، دوسرے یہ بھی بتایا جائے کہ دائیں گردے پر کس حیاتی عضو کا اثر ہے. اور بائیں گردے پر کس عضو کا؟

ج:- دائیں اور بائیں گردے کے افعال ایک سے نہیں ہیں. بلکہ ایک دوسرے کے اثرات بالعکس ہیں. یاد رکھیں کہ دائیں گردے پر قلب و عضلات کی تحریکات کا اثر ہوتا ہے. خاص طور پر ریح گردہ اور پتھری گردہ اس کی تحریک سے عارض ہوا کرتا ہے. بندش بول بھی اسی گردہ کی تحریک سے ہوا کرتا ہے. بائیں گردہ پر اعصاب و دماغ کی تحریکات اثر انداز ہوا کرتی ہیں. اسی گردہ کے فعل کی خرابی سے ذیابیطس اور سلسل بول کی شکایت ہوا کرتی ہے.

س:- عام طور پر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ غدی تحریک جگر کی بجائے گردوں میں زیادہ ہوتی ہے. حالانکہ تمام غدی نظام کا مرکز جگر ہے. اور گردوں کو ثانوی حیثیت حاصل ہے. براہ کرم مطلع کریں کہ جگر کی بجائے گردوں میں غدی تحریک پیدا ہونے کے اسباب کیا ہیں. نیز ایسی صورت میں غدی تحریک کو گردوں سے جگر میں منتقل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے. (حکیم دلاور علی بھلی)

ج:- یہ بات درست نہیں ہے کہ غدی تحریک جگر کی بجائے گردوں میں شروع ہو کیونکہ روح اور قوتیں ہمیشہ حیاتی اعضا سے دوسرے اعضا تک پہنچتی ہیں جو اس سے تعلق رکھتی ہیں. جگر منبع روح اور قوت ہے. غدد کے لئے. غدد جسم

پھیلے ہوئے ہیں جیسے خصیے۔ گردے۔ انترڑیوں کے غدد گلے۔ لبغل اور کنپٹران کے غدد۔ جہاں غدد نہیں ہیں وہاں غشائے مخاطی ہیں۔

اب اگر جگر کی بجائے دوسرے غدد یا غشا میں کوئی مہیج اثر کرے یا خون کی رکاوٹ ہو یا چوٹ وغیرہ لگ جائے تو اس جگہ کے غدد یا غشائے مخاطی اپنے مرکز کو اطلاع بھیج دیتے ہیں جس سے جگر فوراً تحریک میں آجاتا ہے۔ اور خون کو حرارت وقوت سے لبس کر کے مقام ماؤف پر روانہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جب تک وہاں کوئی مہیج یا سوزش قائم رہتی ہے۔ جگر وہاں حرارت وقوت بھیجتا رہتا ہے۔

بالکل اسی طرح دماغ ایک حیاتی عضو ہے اس کے ماتحت اعصاب ہیں جو تمام جسم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جسم کے اندر یا باہر کوئی مہیج اثر کرتا ہے تو وہاں کے اعصاب فوراً دماغ کو مطلع کرتے ہیں۔ دماغ اپنی تحریکات مقام ماؤف پر رطوبات کی شکل میں بھیج دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اعصابی تحریک کی وجہ سے رطوبات کثرت سے اخراج پاتی ہیں۔

تحریک کہیں بھی شروع ہو، فوراً ان انسجہ کا مرکز تحریک میں آجاتا ہے۔ اس لئے علیٰحدہ تحریک دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہر قسم کے مہیج کا اثر فوراً اعضائے رئیسہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر عضو کی تحریک کو دیکھیں کہ وہ مشینی صورت میں کام کر رہا ہے۔ یا کیمیاوی صورت میں۔ اگر اس مریض کی تحریک کیمیاوی طور پر کام کر رہی ہے۔ تو اُس کے گردوں میں تحریک نہیں ہے اور اگر جگر کی مشینی صورت ہے تو اس کا اثر جگر سے لے کر انتڑیوں اور گردوں میں بھی ہوگا

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جگر سے گردوں میں تحریک لے جانے کے لئے ہمیں گی غدی اعصابی (مشینی) تحریک پیدا کرنی پڑے گی اور گردوں سے تحریک ختم کرنی ہو تو اعصابی غدی تحریک پیدا کرنی پڑے گی۔

سوال :۔ اگر شریانیں وریدیں اور غشا میں اعصاب غدد عضلات ہونے کی وجہ سے مرکب اعضا میں شامل ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ دل دماغ جگر پر دو دو پردے ہونے کے باوجود انہیں مفرد اعضا کہتے ہیں۔

جواب :۔ جہاں تک شریانوں وریدوں اور غشائی بناوٹ کا تعلق ہے۔ ان میں اعصاب غدد عضلات تقریباً برابر کی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس دل دماغ جگر پر دوسرے اعضا کے صرف برائے نام پردے چڑھے ہوتے ہیں جو اس کی بناوٹ کے لئے ضروری اجزا نہیں ہیں۔

منافع اعضاء

سوال :۔ مرکب اعضا جن میں معدہ آنتیں پھیپھڑے گردے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی بناوٹ اور طریق کار تحریر کریں۔ اور ان کی ضرورت پر خاص نوٹ لکھیں۔

معدہ

حلق
خوراک کی نالی
بارہ انگشتی آنت
معدہ
لبلبہ
قولون
اندھی آنت
چھوٹی آنت
مقعد

جواب :۔ یہ ایک عضلاتی عضو ہے۔ نظام غذائیہ کا مرکز ہے۔ اس میں مقعد مری معدہ جگر طحال اور لبلبہ شریک ہیں۔ معدہ کی دیواریں

ہوتی ہیں۔ جو اعصابی غدی اور عضلاتی ریشوں سے بنی ہوتی ہیں۔ سب سے اندرونی تہ خوراک جذب کرنے کا عمل کرتی ہے۔ یہی معدہ کا عضلاتی حصہ ہے۔ معدہ کا غدی حصہ غذا کو تحلیل کرنے کا کام کرتا ہے۔ اور اعصابی جھلی ضرورت کے مطابق بلغمی رطوبات کی سکریشن کرتی ہے۔ تاکہ غذا آش جو کی شکل اختیار کرسکے۔ جب غذا کا محلول معدہ سے نکل کر آنتوں میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہاں جگر اور لبلبہ کی رطوبات آکر ملتی ہیں۔ اور اس کے ہضم کے فعل کو مکمل کرتی ہیں۔ یہاں سے اس کا جوہر کھینچ کر عروق ماسارلقیہ کے ذریعے جگر میں چلا جاتا ہے۔ اور باقی فضلہ مقعد کے راستے خارج ہو جاتا ہے۔

اگر یہ نظام نہ ہو تو جسم بدل ماتحلیل نہ ملنے کی وجہ سے فنا ہو جائے۔

پھیپھڑے
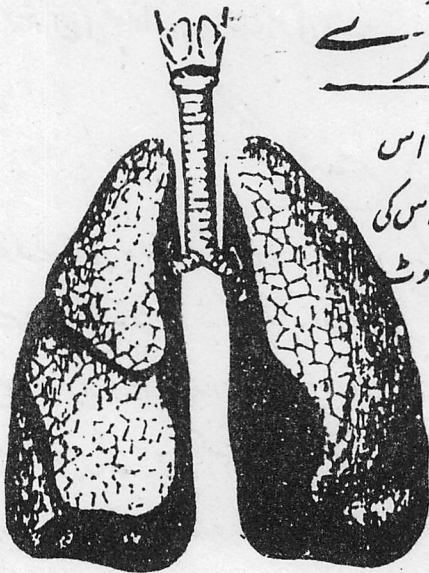
پھیپھڑے نظام ہوائیہ کا مرکز ہیں۔ اس میں نتھنے ہوا کی نالی۔ پھیپھڑے اور اس کی نالیاں شریک ہیں۔ پھیپھڑے کی بناوٹ میں بھی اعصاب عضلات غدد شامل ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ عضلاتی مادہ پایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے پھیپھڑے قلب کی طرح ہر وقت سکڑتے پھیلتے رہتے ہیں۔ نظام ہوائیہ

کے اعضا کے افعال یہ ہیں کہ یہ سانس کے ذریعے ہوا میں سے نسیم (اکسیجن) جذب کر کے خون میں شامل کرتے ہیں۔ اور کاربانک ایسڈ خون سے گیس خارج کرتے ہیں

نسیم کا حصول اور دخان کا اخراج ان کے پھیلنے اور سکڑنے سے عمل میں آتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے۔ کہ جب خون پھیپھڑوں میں صاف ہونے کے لئے آتا ہے۔ تو پھیپھڑوں کی نالیوں میں آئی ہوئی تازہ ہوا اس وریدی خون کی نالیوں سے ملمس ہوتی ہے۔ تو ان وریدوں کے سروں پر لگے ہوئے غدد اپنی قوت اخراجیہ سے کاربانک ایسڈ گیس خارج کر دیتے ہیں۔ اور ان کے غدد جاذبہ نسیم کو ہوا سے جذب کر کے خون میں شامل کر دیتے ہیں۔ چونکہ دوران خون ہر وقت چلتا ہے اس لئے پھیپھڑوں کو بھی ہر وقت سکڑنا پھیلنا پڑتا ہے تاکہ خون کی صفائی ہر وقت ہوتی رہے۔
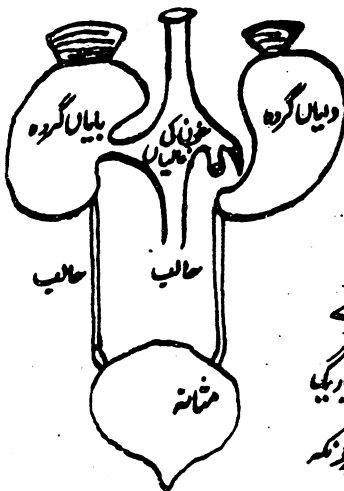
گردے

گردے نظام بولیہ کا مرکز ہیں۔ یہ خون سے خاص قسم کے فضلات کو پیشاب کی شکل میں خارج کرتے ہیں۔ اس نظام کی خرابی سے پیشاب میں کمی بیشی یا کسی مقام پر پتھری یا ریگ پیدا ہو جاتی ہے۔ یا درد ظاہر ہو جاتا ہے۔ چونکہ گردوں کی بناوٹ اعصاب غدد عضلات سے ہے اس لئے ان میں بھی تینوں

اعضائی غیر طبعی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً گردوں کے اعصاب میں تحریک وسوزش سے کثرت بول۔ یا سلسل بول۔ اور ان کے عضلات میں تیزی سے پیشاب میں کمی۔ گردوں کے اندر پتھریوں کا پیدا ہونا اور ریح گردہ درد گردہ خونی پیشاب وغیرہ تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں۔ گردوں کے غدد میں سوزش سے تقطیر بول۔ پیشاب کی جلن۔ سوزاک وغیرہ علامتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

سامنے دی ہوئی شکل میں دو گردے دکھائے گئے ہیں۔ ان کے اوپر ایک ایک غدد لگا ہوا ہے۔ جسے کلاہ گردہ کہتے ہیں۔ یہ غدد جاذبہ ہے۔ گردہ کی درمیانی جگہ پچکی ہوئی ہے یہاں گردوں میں خون کی نالیاں داخل ہوتی ہیں۔ اور پیشاب کی نالیاں جسے حالبین کہتے ہیں نکلتی ہیں۔ جو نیچے مثانہ میں آکر مل جاتی ہیں۔ یہ گردوں سے پیشاب لاکر مثانہ میں جمع کرتی ہیں۔

جب عضلاتی تحریک سے گردوں میں پتھریاں بن جاتی ہیں تو وہ خارج ہونے کے لئے حالبین کے راستے آتی ہیں۔ اگر پتھریاں بڑی ہوتی ہیں۔ تو ان نالیوں میں رک جاتی ہیں۔ اور شدید درد کا اظہار کرتی ہیں یہی درد گردہ کہلاتا ہے ان پتھریوں وغیرہ کی خراش سے خون بھی آجایا کرتا ہے۔ اگر ان پتھریوں کا سیال مواد مثانہ میں جمع ہوتا رہے تو مثانہ میں بھی بڑی بڑی پتھریاں بن جاتی ہیں۔

سوال :۔ نظام دموی۔ نظام غذائیہ۔ نظام ہوائیہ۔ نظام بولیہ تو بقائے حیات انسانی ہیں۔ لیکن وہ کونسا نظام ہے جس سے نسل انسانی کی بقا قائم ہے۔ یعنی ہمارے جسم میں کونسا نظام ہے۔ جو ہماری مثل پیدا کرتا ہے۔

جواب :۔ پیچھے دیئے گئے نظام تو انسان کی زندگی قائم رکھنے کے لئے ہیں۔ کیونکہ ان کی مدد سے جسم انسان میں نشو نما۔ نشوو ارتقاء۔ تغذیہ و تصفیہ ہوتا ہے۔
جو نظام نسل انسانی قائم رکھنے کے لئے اس کی مثل پیدا کرتا ہے۔ اس نظام کو نظام بقائے نسل انسانی کہتے ہیں۔
چونکہ نسل انسانی دو اقسام پر قائم ہے۔ اس لئے اس نظام کی بھی دو اقسام ہیں (۱) مردوں کا نظام بقائے نسل (۲) عورتوں کا نظام بقائے نسل دونوں میں نسل قائم رکھنے والے اعضاء کی اشکال اور افعال ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یعنی مردوں کے اعضاء فاعل کے طور پر کام کرتے ہیں۔ جبکہ عورتوں کے اعضاء مخصوصہ مفعول کا کام کرتے ہیں۔

مردوں کے اعضاء بقائے نسل انسانی

ان میں عضو مخصوص۔ خصیے۔ خزانہ منی اور منی کی نالیاں شریک ہیں ان کے افعال یہ ہیں۔ کہ ان میں جب خون آتا ہے تو اس میں سے یہ منی کے اجزاء جذب کر لیتے ہیں۔ اور خزانہ منی میں سٹور کرتے ہیں۔ اور ضرورت کے وقت عورت کے رحم میں ڈالتے ہیں۔
جب اس نظام میں خرابی ہوتی ہے۔ تو انتشار میں کمی۔ رقت منی یا غلظت یا اخراج میں کمی بیشی۔ اور امساک میں بے قاعدگی پیدا ہو جاتی ہے

عورتوں کے اعضاء بقائے نسل انسانی

عورتوں کے اعضاء مخصوصہ میں رحم۔ خصیۃ الرحم۔ قاذفین اور لبظر شریک ہیں اس نظام میں دو صورتیں قائم رہتی ہیں۔ اوّل یہ کہ بالغ عورتوں کے

رحم سے ہر ماہ خون حیض کا اخراج ہوتا ہے۔ دوم اس نظام کے تحت عورت کا رحم مرد کا نطفہ قبول کرتا ہے اور اس کو رحم میں اسی خون سے پرورش کرتا ہے۔ جو حیض کی صورت میں ہر ماہ خارج ہوتا ہے۔

اس نظام میں جب خرابی واقع ہوتی ہے۔ تو ماہواری میں بے قاعدگی واقع ہو جاتی ہے کبھی ماہواری زیادہ کبھی کم۔ اور کبھی بند ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ خون بند ہو جاتا ہے یا کم آتا ہے۔ تو سیلان الرحم کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

چونکہ اس نظام کے اعضا بھی اعصاب غدد عضلات سے مل کر بنے ہیں اس لئے ان کے افعال کی خرابی کی صورت میں ان کے اعصاب غدد عضلات کے افعال پر بھی غور کرنا چاہیئے۔

عورتوں کے نظام تناسل کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک نظام اور بھی بنایا ہے۔ جو نظام لبن ہے۔ یعنی اس نظام کے اعضا خون سے دودھ تیار کرتے ہیں جو نومولود کی غذا بنتا ہے۔ اس نظام میں پستان اور اس کی نالیاں شریک ہیں یہ نظام اس وقت کام کرتا ہے۔ جب بچے کی پیدائش عمل میں آ جاتی ہے۔ اور اسے غذا کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اس نظام کی خرابی سے دودھ کی کمی بیشی ہوتی ہے۔ یا ان پر ورم وغیرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو پک کر زخم کی صورت بھی اختیار کر سکتا ہے۔ ان تمام علامات کے علاج میں بڑی احتیاط کے ان تمام اعضا کا بطور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

پیدائش امراض

انسانی مشین کے عمیق مطالعہ سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ اس مشین کے مختلف کل پرزے مختلف نظام کے تحت کام کرتے ہیں۔ جن میں بعض نظام آزاد ہیں۔ اور بعض نیم آزاد اور بعض بعض کے ماتحت۔

مثلاً ان میں نظام غذائیہ بالکل آزاد نظام ہے۔ جو باہر سے خود غذا لیتا ہے اور اس کے فضلات کو خود خارج کرتا ہے۔ اس پر دیگر تمام نظامات کا بہت کم اثر پڑتا ہے۔ نظام ہوائیہ نیم آزاد ہے۔ یہ ایک طرف سانس کے ساتھ ہوا جذب کرتا ہے۔ اور گندی ہوا کو باہر خارج کرتا ہے۔ لیکن اس پر نظام غذائیہ کا بہت گہرا اثر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نظام غذائیہ بگڑ جاتا ہے۔ تو اس کو بھی متاثر کرتا ہے۔

یہاں اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ نظام انہضام اگر غذا کے لطیف حصہ کو خون میں شامل کرتا ہے اور کثیف حصہ کو خارج کرتا ہے۔

تو نظام ہوائیہ ہوا کے لطیف حصہ کو بصورت نسیم (آکسیجن) کو خون میں شامل کرتا ہے اور کثیف حصہ کو بصورت کاربن ڈائی آکسائڈ بطور فضلہ خارج کرتا ہے۔

چوتھا نظام جسے نظام دمویہ کہتے ہیں۔ یہ کوئی علیحدہ نظام نہیں ہے بلکہ یہ تمام فعل اعضا کی قوتوں سے جاری و ساری رہتا ہے۔ اس کے ذریعے ہی تمام اعضاء کو ضرورت کے مطابق غذا پہنچتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اصولی نظام تین ہی ہیں جن میں نظام غذائیہ اور نظام ہوائیہ جو باہر سے غذا حاصل کر کے خون میں شامل کرتے ہیں۔ اور اپنے فضلات کو خود ہی خارج کرتے ہیں۔ صرف نظام بولیہ ہی ایک ایسا نظام ہے جو باہر سے کچھ حاصل کرنے کی بجائے خون کے فضلات باہر خارج کرتا ہے۔

مندرجہ بالا نظام حیات کا ایک دوسرے پر اثر

نظام غذائیہ بالکل آزاد نظام ہے جو جسم سے خود غذا لیتا ہے۔ اور اس کے فضلات کو خود ہی خارج کرتا ہے۔ اس پر دیگر نظامات کا بہت کم اثر پڑتا ہے۔

نظام ہوائیہ نیم آزاد ہے۔ اس پر نظام غذائیہ کا بہت گہرا اثر ہے جب نظام غذائیہ بگڑ جاتا ہے۔ تو اس کو بھی متاثر کرتا ہے۔ نظام بولیہ اور نظام بقائے نسل انسانی جس میں مردانہ و زنانہ نظام شامل ہیں۔ یہ نظام غذائیہ اور ہوائیہ کے ماتحت ہیں۔ کیوں کہ یہ خود باہر سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتے۔ بلکہ نظام غذائیہ و ہوائیہ جو کچھ غذا اور ہوا سے حاصل کرتے ہیں یہ ان کی صفائی اور تقویت جسم میں مصروف رہتے ہیں۔

پیدائش امراض کی صورت

پیدائش امراض کی صورت اس طرح عمل میں آتی ہے۔ کہ جب متذکرہ بالا نظامات میں سے کوئی ایک اپنے مفروضہ افعال انجام دینے میں کسی وجہ سے کمزور ہو جاتا ہے۔ تو قوت مدبرہ بدن ان فضلات کو جو پورے طور پر اس نظام کے تحت اخراج نہیں پا سکتے۔ ان کو پھر خون میں شامل کر کے دوسرے اعضا کی طرف خارج کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ چونکہ یہ فضلات اپنے طبعی راستوں کی بجائے غیر طبعی راستوں پر چلے جاتے ہیں۔ اس لئے وہاں پر

باعث مرض بن جاتے ہیں۔ مثلاً قبض کی صورت میں طبیعت ان فضلات اور مواد کو جو پاخانے کے راستے خارج ہوتا رہتا ہے۔ کبھی گردوں کی طرف روانہ کر دیتی ہے۔ کبھی پھیپھڑوں کی طرف۔ کبھی جلد کی طرف وغیرہ وغیرہ۔ جب وہ گردوں کی طرف اپنے مواد و فضلات کا اخراج کرے گی۔ تو نظام بولیہ میں غیر طبعی مواد کی وجہ سے خرابی واقع ہوگی۔ اسی طرح جب یہ مواد نظام ہوائیہ کی طرف رجوع کرے گا۔ تو وہاں بھی تکلیف کا سبب ہوگا۔

اس لئے علاج میں اول یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جو نظام خراب ہے، یہ اس کی اپنی ذاتی خرابی ہے یا کسی دوسرے نظام کی خرابی کا اثر اس پر پڑ رہا ہے۔ اگر وہ نظام خود خراب ہے۔ تو صرف اس کی اصلاح کرنی ہوگی۔ اور اگر کسی دوسرے نظام کی خرابی کا اثر پڑ رہا ہے۔ تو اول اس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ پھر اس کے بعد اس نظام میں کچھ خرابی رہ جائے تو اس کی اصلاح کر دی جائے۔

مندرجہ بالا نظامات کا مفرد اعضا سے تعلق

یاد رکھیں مندرجہ بالا نظامات خود بخود کام نہیں کرتے۔ بلکہ یہ بھی مفرد اعضا دل دماغ جگر کے تحت کام کرتے ہیں۔

ان میں نظام ہوائیہ قلب و عضلات کے ماتحت کام کرتا ہے۔ اور نظام غذائیہ جگر و غدد کے تحت اور نظام بولیہ دماغ و اعصاب کے تحت کام کرتا ہے۔

نظام بقائے حیات
- نظام غذائیہ
- نظام ہوائیہ
- نظام دمویہ
- نظام بولیہ

نظام بقائے نسل
- نظام بقائے نسل مردانہ
- نظام بقائے نسل زنانہ
  - نظام طمث
  - نظام لبن

علم الاسباب

تعریف اسباب مراض:۔ ایسے قوانین اور صورتیں جن سے زندگی اور کائنات کی تعمیر و تخریب ہوتی ہے۔ اور ان کی وجہ سے انسانی مشین کے افعال کم و بیش ہوتے رہتے ہیں۔ جو ہمیں صحت و مرض میں مبتلا کرتے ہیں۔ اسباب کہتے ہیں۔ اور یہ مرض کے ظہور سے پہلے پائے جاتے ہیں۔

اسباب کی اقسام اس کائنات اور زندگی میں تعمیر و تخریب کا سلسلہ جاری ہے تعمیر و نشوارتقا چاہے کائنات میں ہو چاہے زندگی میں۔

(۱) ان کی دو اقسام ہیں۔ جو اسباب کائنات یا زندگی میں تعمیر و نشوارتقا کرتے ہیں۔ اسباب ضروریہ کہلاتے ہیں۔

(۲) اور ایسے اسباب جن سے کائنات و زندگی میں تخریب ہوتی ہے۔ اسباب ممرضہ کہلاتے ہیں۔

اسباب ضروریہ اسباب ضروریہ کی چھ اقسام ہیں۔ اسی نسبت سے انہیں اسباب ستہ ضروریہ کہتے ہیں۔ (۱) ہوا (۲) ماکولات و مشروبات (۳) حرکت و سکون بدنی (۴) حرکت و سکون نفسانی (۵) نیند و بیداری (۶) استفراغ و احتباس۔

اہمیت اسباب ضروریہ کی اہمیت اس امر سے واضح ہے کہ اگر ان میں سے ایک کی بھی نفی فرض کر لیں۔ تو زندگی اور کائنات دونوں میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ گویہ بدن انسانی کے حالات میں تغیر پیدا کرنے والے یا ان حالات کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ہوا

جس طرح مچھلیاں پانی کے اندر تیرتی رہتی ہیں۔ بالکل یہی صورت ہماری ہے۔ ہم بھی ان کی طرح ہوا کے سمندر میں ہر وقت ڈوبتے رہتے ہیں۔

جس طرح مچھلیوں کا پانی کے اندر رہنا ضروری ہے ورنہ ان کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ بالکل یہی صورت ہماری ہے۔ ہم ہوا کے بغیر دو منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔

ہوا ہمارے نظام ہوائیہ کے ذریعے جسم کے اندر جاتی اور خارج ہوتی رہتی ہے۔

جب ہوا اندر جاتی ہے تو نسیم (آکسیجن) کو خون جذب کرنے میں مدد دیتی ہے اور جب باہر آتی ہے تو کاربن ڈائی آکسائیڈ کو خون سے جذب کر کے باہر لے آتی ہے۔ اس طرح روح اور خون کی صفائی کا عمل ہر وقت جاری رہتا ہے۔

انسانی صحت کے لئے ہوا میں نسیم وافر مقدار میں ہونی ضروری ہے اس کی لطافت کو گڑھوں کا گندہ پانی۔ گلی سڑی اور ردی ترکاریاں۔ مضر درختوں کے بخارات، مردوں کی بدبو، گرد وغبار۔ دھواں وغیرہ خراب کر دیتے ہیں جاننا چاہیئے یہ اسباب موسموں کی وجہ سے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ہوا کو متغیر کرنے والے اسباب

ہوا کو متغیر کرنے والے اسباب کی دو اقسام ہیں۔ (۱) طبعی (۲) غیر طبعی۔

طبعی تغیرات

ایسے تغیرات جو طبعی طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جیسے (۱) موسمی تغیرات۔ مختلف سمتوں کی ہوائیں۔ پہاڑوں اور سمندروں کا قرب۔ زمین کا تغیر۔

موسموں کے تغیرات، ان کا مزاج اور موسمی امراض

موسم کل چار ہیں (۱) ربیع یعنی موسم بہار جو سردیوں

کے بعد آتا ہے۔ اس کا مزاج عضلاتی اعصابی سے عضلاتی غدی تک ہے۔

اس موسم میں گزشتہ موسم کی رطوبت باقی ہوتی ہے۔ البتہ اس میں گرمی کا اضافہ ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ اس موسم میں سردی کی وجہ سے رکے ہوئے مواد گرمی کی وجہ سے تحلیل ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ جو اکثر خارش۔ پھوڑے پھنسیوں کی شکل میں باہر نکلتے ہیں۔ یا اسہال قے کی صورت میں اخراج پاتے ہیں۔

موسم گرما کے امراض موسم گرما کا مزاج غدی عضلاتی سے غدی اعصابی تک ہوتا ہے۔ جسم میں صفراء زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ جوں جوں اس میں تیزی آتی ہے۔ جسم میں بے چینی اور حدت بڑھتی ہے۔ دل گھبراتا ہے چونکہ فضا میں بھی تری کی بے حد کمی ہوجاتی ہے۔ اس لئے اس موسم میں پیاس شدید لگتی ہے: لوگ جسم کی جلن اور خشکی کو دور کرنے کے لئے دن رات میں کئی کئی بار نہاتے ہیں البتہ موسم سرما کی تکالیف نزلہ زکام۔ نمونیہ، ریشہ و بلغم ختم ہوجاتی ہیں جب خشکی کم ہوکر فضا میں تری بڑھتی ہے تو پھر رطوبتی تکالیف عود کر آتی ہیں۔ چنانچہ اکثر لوگ ہیضہ۔ بدہضمی ملیریا بخار۔ پھوڑے۔ پھنسی۔ قے دست میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

موسم خریف کے امراض چونکہ یہ موسم گرمی تری کے بعد آتا ہے اس لئے اس موسم میں گرمی تو تقریباً ختم ہوجاتی ہے تری قائم رہتی ہے۔ اس لئے موسم کا مزاج اعصابی غدی سے اعصابی عضلاتی تک ہے۔

اس موسم میں تری کی زیادتی سے دماغ و اعصاب کے افعال تیز ہوجاتے ہیں۔ جسم میں خلط بلغم بڑھ جاتی ہے۔ جس سے بلغمی و رطوبتی علامات پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ لوگ نزلہ۔ ریشہ۔ بلغم کھانسی دمہ۔ آشوب چشم۔ چیچک خسرہ تورکی بیماری اور ملیریا بخار سردی

رتری کے بخار عام ہو جاتے ہیں۔

موسم سرما کے امراض

موسم سرما کا مزاج سردی تری سے سردی خشکی تک ہے اس موسم کے ابتدا میں تو رطوبات ہوتی ہیں جو آخر میں سردی کی شدت سے لبتہ ہو جاتی ہیں۔ اسی موسم میں اکثر کورا پڑتا ہے۔ چونکہ باہر بھی رطوبات لبتہ ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے انسانی خون میں بھی سردی اثر کر کے رطوبات کو گاڑھا اور غلیظ کر دیتی ہے۔ جس سے دوران خون میں رکاوٹ ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر لوگ خشک خارش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ادھیڑ عمر لوگ اکثر نمونیا کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے بچے تقریباً سبھی سردی سے متاثر ہو کر مختلف تکلیفوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بعض بچوں کو نمونیہ ہو جاتا ہے۔ بعض ڈبہ اطفال کی تکلیف کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جہاں اس موسم میں یہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں موسم گرما کی تمام تکالیف غائب ہو جاتی ہیں۔ خون کی حدت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ خون کا ٹمپریچر درست رکھنے کے لئے گرم کپڑے گرم ماحول اور گرم خشک اغذیہ کھانی پڑتی ہیں۔

موسم بہار کے امراض

اس موسم کا مزاج خشک سرد سے خشک گرم تک رہتا ہے۔ اس موسم میں گزشتہ موسم کی سردی تو تقریباً ختم ہو جاتی ہے البتہ خشکی بڑھ کر گرمی کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ شروع شروع میں تو ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اس میں خشکی اور گرمی بڑھ کر گرم ہوا چلنا شروع ہو جاتی ہے۔ لوئیں چلتی ہیں۔ شروع موسم میں سودا کی پیدائش ہوتی ہے۔ جس سے سوداوی امراض پیدا ہو جاتی ہیں۔ جہاں فضا میں ہوائیں چلتی ہیں۔ وہاں انسانی جسم میں بھی ریاحی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ پیٹ درد۔ اپھارا۔ قبض۔ بواسیر۔ خونی قے۔ بلغم کے ساتھ خون آنا۔ بلغم

کا سیاہی مائل خارج ہونا۔ سیاہ یرقان۔ چہروں پر سیاہ داغ۔ خارش وصدر جنبل وغیرہ تکلیفیں عام ہوتی ہیں۔

مختلف سمتوں کی ہوائیں

ہوائیں عام طور پر جنوبی اطراف سے آتی ہیں۔ مشرقی اور مغربی ہوائیں بہت کم چلتی ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ سورج کا دباؤ زیادہ تر جنوب کی طرف ہوتا ہے لیکن موسموں کی وجہ سے اس میں کمی بیشی ضرور ہوتی رہتی ہے۔ سورج کے جھکاؤ میں کمی بیشی ہی ہواؤں کی سمتوں کی تبدیلی کا سبب ہوتی ہے۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ ہوائیں ہمیشہ فضا کے درجہ حرارت کی کمی بیشی سے ہی چلتی ہیں۔ کیونکہ جس علاقہ کی فضا سرد ہوتی ہے۔ وہاں کی ہوا بوجھل اور وزنی ہوجاتی ہے۔ جب کہ حرارت کے علاقے کی فضا کی ہوا ہلکی اور لطیف ہوجاتی ہے۔ لہٰذا اوپر اڑجاتی ہے۔ جس سے حرارت کے علاقہ میں خلا پیدا ہوجاتا ہے۔ جس کو پر کرنے کے لئے سرد علاقے کی ہوا بڑی تیزی کے ساتھ آتی ہے یہی ہوا کے چلنے کا اصول ہے جاننا چاہیئے کہ سردی کے موسم میں سورج ہم سے بہت دور جنوب کی طرف جھکاؤ کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس سے قطب شمالی کے علاقوں میں سورج کی دوری کی وجہ سے سردی بڑھ جاتی ہے جبکہ قطب جنوبی میں سورج پوری آب وتاب سے حرارت بکھیر رہا ہوتا ہے۔ جس سے وہاں کی ہوا لطیف ہوکر اوپر اڑجاتی ہے۔ لہٰذا قطب شمالی کی سرد ہوائیں جنوب کی طرف چلتی ہیں۔ جن میں شدید سردی ہوتی ہے۔

اسی طرح جب موسم گرما میں سورج بہ نسبت موسم سرما کے قطب شمال کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ تو شمالی علاقہ کی ہوا تحلیل ہوکر اوپر اڑجاتی ہے۔ جب کہ قطب جنوبی

کی ہوا سرد ہو کر بھاری ہو چکی ہوتی ہے ۔ لہٰذا موسم گرما میں جنوب کی طرف سے ہوائیں قطب شمال کی طرف چلتی رہیں ۔ چونکہ ہمارے عین اوپر سے سورج گزر رہا ہوتا ہے ۔ لہٰذا ہمارے علاقہ میں آکر یہ ہوائیں نہایت گرم ہو جاتی ہیں ۔

اب ظاہر ہے کہ قطب شمال میں سردی زیادہ اور قطب جنوبی میں گرمی زیادہ ہوتی ہے لہٰذا قطب شمال کی ہوائیں ۔ سرد خشک اور قطب جنوبی کی ہوائیں گرم تر ہوتی ہیں ۔ اس کے علاوہ مشرق و مغرب کی ہوائیں تقریباً اعتدال کے قریب ہی ہوتی ہیں ۔

(۳) پہاڑوں اور سمندروں کا قرب جس طرح سورج کے دور اور نزدیک ہونے سے ہوائیں سرد اور گرم ہو جاتی ہیں اسی طرح پہاڑوں سے ان کے نزدیک کے علاقوں کی ہواؤں میں بھی فرق آجاتا ہے ۔

مثلاً اگر پہاڑ شہر سے جنوب (دکن) کی طرف ہوگا ۔ تو اس شہر پر سورج کی شعائیں پوری طرح نہ پڑیں گی ۔ دوسرے پہاڑ کی اوٹ کی وجہ سے جنوب کی طرف سے گرم ہوائیں نہیں آسکیں گی ۔ اگر آئیں گی بھی تو وہ اوپر سے گزر جائیں گی ۔ اس لئے لامحالہ اس شہر کی فضا سرد ہوگی اس کے برعکس اگر شمال کی طرف ہوگا ۔ ایک تو پہاڑ پر سورج کی شعائیں پڑ کر جب منعکس ہوں گی ۔ تو وہ بھی شہر کو گرما دیں گی ۔ دوسرے جو سرد ہواؤں نے ان علاقوں کی طرف آنا ہوگا وہ پہاڑ کی اوٹ کی وجہ سے نہیں آسکیں گی ۔ لہٰذا ایسے علاقے کا موسم اکثر گرم ہی رہے گا ۔

اسی طرح سمندر کی مرطوب ہوائیں بھی گرمی اور سردی کے اثرات میں رکاوٹ کا باعث ہوتی ہیں

زمین کا تغیر زمین کے تغیر سے مراد یہ ہے کہ کہیں سے زمین کا پتھریلا ہونا کہیں ریگستان ہونا ۔ کہیں پہاڑی علاقہ ہونا ۔ کہیں پہاڑوں پر

بارش ہونا کہیں پہاڑوں پر بارش نہ ہونا۔ اسی طرح ایسے علاقے جہاں ندی نالے بہتے ہوں اور بارانی علاقے وغیرہ ان سب کا مقامی طور پر ایک سے مختلف ماحول و موسم ہوتا ہے۔ یاد رکھیں کہ پتھریلی زمین میں عضلاتی اعصابی سے عضلاتی غدی کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ مرطوب علاقوں میں اعصابی عضلاتی سے عضلاتی امراض پیدا ہوتی ہیں۔ ریگستانی علاقوں میں صفراوی غدی بیماریاں ہوا کرتی ہیں۔

ہوا کے غیر طبعی تغیرات

ہوا کے تغیر کی دو اقسام ہیں۔ (۱) مفید تغیرات، (۲) مضر تغیرات۔

مفید تغیرات:۔ ارضی و سماوی ہوتے ہیں۔ موسموں کی طبعی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ہوا میں بھی تغیر ہوتے رہتے ہیں۔ ان تبدیلیوں سے سابقہ موسمی بیماریاں دور ہوتی رہتی ہیں۔

مضر تغیرات:۔ مضر تغیرات بھی ارضی و سماوی ہی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب آفتاب کے ساتھ بہت سے ستارے جمع ہو کر موسم میں گرمی پیدا کر دیں۔ اس طرح موسم گرما میں سورج گہن سے یکایک سردی ہو جانا۔ جس سے ہمارے علاقے کی ہوا بھی متغیر ہو کر سرد ہو جاتی ہے۔ جو مختلف قسم کے امراض کا سبب ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ارضی تغیرات سے ہوا متغیر ہو جاتی ہے۔ مثلاً زمین کے پھٹنے سے مختلف قسم کی گیسیں ہوا میں مل کر اسے متغیر کر دیں۔ بعض علاقوں میں بڑی بڑی جنگوں سے لاشوں کا متعفن ہو کر ہوا کو متغیر کر دینا اور وبائی امراض پیدا کر دینا۔ اسی طرح بارشوں وغیرہ کے رکے ہوئے پانی میں تعفن سے ہوا کا متغیر ہو کر وبائی امراض پیدا کر دینا۔ خصوصاً ملیریا، چیچک، ٹائیفائڈ بخار۔

ماکولات و مشروبات

ان میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جو کھانے پینے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور منہ کے ذریعے جسم میں پہنچائی جاتی ہیں۔ ان کی افعال واثرات کے تحت چھ اقسام ہیں۔

(۱) غذائے مطلق (۲) دوائے مطلق (۳) سم مطلق (۴) غذائے دوائی (۵) دوائے غذائی (۶) دوائے سمی۔

غذائے مطلق غذائے مطلق سے مراد خالص غذا ہے جو ہمارے بدن میں وارد ہو کر اور جسم کی قوتوں سے متغیر ہو کر بدن کے مشابہ ہو جائے۔ مثلاً روٹی چاول دلیا وغیرہ

دوائے مطلق دوائے مطلق اسے کہتے ہیں۔ جو بدن کی قوتوں سے متاثر ہو کر بدن میں تغیر پیدا کر دے اور آخر کار جزو بدن ہوئے بغیر بدن سے خارج ہو جائے۔

سم مطلق سم مطلق سے مراد خالص زہر ہے۔ خالص زہر خود تو بدن کی قوتوں سے متاثر و متغیر نہیں ہوتا لیکن بدن میں وارد ہوتے ہی بدن کی قوتوں میں تغیر و فساد پیدا کر کے ان کے نظام کو معطل کر دیتا ہے۔ مثلاً سنکھیا۔ سانپ کا زہر وغیرہ

غذائے دوائی غذائے دوائی وہ ہے جو بدن سے متاثر ہو کر متغیر ہو جاتے اور اس کے بعد خود بدن کو متاثر و متغیر کر دے۔ اس کا زیادہ حصہ جزو بدن بنے۔ جسم سے خارج ہو جائے۔ مثلاً پھل وغیرہ۔

دوائے سمی | وہ شے ہے جو بدن سے متاثر کم ہو۔ اور بدن کو زیادہ متغیر کرے۔ اور نقصان پہنچائے۔

کھانے پینے کی اشیاء کے اثر کرنیکی صورتیں | ماکول و مشروب کے اثر کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر فقط مادے سے اثر انداز ہو تو اسے غذا کہتے ہیں۔ (۲) اگر صرف کیفیت سے اثر کرے تو دوا کہلاتی ہیں۔

مادہ اور کیفیت کے مرکب ہونے کی صورت میں اثر کرنیکی صورتیں | اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر کوئی شے مادہ اور کیفیت دونوں کے لحاظ سے اثر انداز ہو تو اگر مادہ زیادہ ہے اور کیفیت کم تو غذائے دوائی کہلاتی ہے۔

(۲) اگر اس میں کیفیت زیادہ اور مادہ کا اثر کم ہو تو وہ دوائے غذائی کہلاتی ہے

صورت نوعیہ | اشیاء اور دیہ و اغذیہ حتیٰ کہ اس کائنات کی ہر شے جو چاہے زندہ ہے چاہے بے جان۔ سب کی سب مخصوص کیفیات اور مادہ سے مرکب ہیں۔ اور قدرت نے انہیں مخصوص قسم کی شکل صورت عطا کر دی ہے۔ یہی صورت نوعیہ کہلاتی ہے۔ اس کی بدولت ہم ایک دوسری شے میں تمیز کرتے ہیں۔

مادہ کے نوعیہ کی صورت میں اثر کرنے کی حالت | اگر کوئی شے اپنی صورت نوعیہ سے اثر کرے تو اسے ذوالخاصہ کہتے ہیں۔ لیکن اس کی بھی دو صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔ (۱) ذوالخاصہ موافقہ (تریاق) (۲) ذوالخاصہ مخالفہ۔ جیسے زہر۔

یاد رکھیں اگر کوئی شے مادے اور صورت نوعیہ سے اثر کرے تو اسے غذائے ذی الخاص کہتے ہیں۔ اور اگر کیفیت اور صورت نوعیہ سے اثر کرے اس کو دوائے ذی الخاصہ کہتے ہیں ماکول و مشروبات میں چونکہ غذا اور پانی شامل ہیں۔ لہٰذا اب اول غذا اور پھر پانی کا ذکر ہوگا۔

اعتراضات

مندرجہ بالا تشریح پر چند اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کیا غذا میں صرف جسمی مادہ ہوتا ہے۔ اس میں کیفیت اور خاصیت نہیں ہوتی (۲) کیا دوا میں صرف کیفیت ہوتی ہے۔ اس میں جسمی مادہ اور خاصیت نہیں ہوتی (۳) کیا صورت نوعیہ میں صرف خاصیت ہوتی ہے۔ اس میں جسمی مادہ اور کیفیت نہیں ہوتی تجربہ اور مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ ہر غذا میں کیفیت اور خاصیت دونوں پائے جاتے ہیں بلکہ ہر غذا کا ایک مزاج ہے۔ اور اس کی ایک خاص طبیعت ہوتی ہے۔

اس طرح دوا میں جسمی مادہ بھی ہے۔ اور خاصیت بھی۔ یہی صورت بالخاصہ کی بھی ہے کہ اس میں جسمی مادہ اور کیفیت دونوں پائے جاتے ہیں۔ پھر ان کی ایک دوسرے سے انکار کیوں ہے۔

اعتراضات کے جوابات

مندرجہ بالا اعتراضات درست ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سہولت تفہیم کے لئے یہ تقسیم کردی کہ غذا اپنے جسمی مادہ سے اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ اپنی کیفیت سے اثر کرتی ہے صورت نوعیہ کا اثر بالخاصہ ہوتا ہے۔

لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ غذا میں جسمی مادہ کے سوا کیفیات اور خاصیت

نہیں ہوتے اور دوا میں جسمی مادہ اور خاصیت نہیں پائے جاتے اسی طرح سورت لوجیہ میں جسمی مادہ اور کیفیات ہی نہیں ہوتے۔ لیکن ان کے اثرات ان کی ابتدائی تقسیم کے مطابق ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے

جسمی مادہ جسمی مادہ تو ہر غذا دوا زہر کا لازمی جزو ہے کیونکہ کوئی مادہ جسم کے بغیر ظاہر ہی نہیں ہو سکتا انسان کی غذا سے مراد وہ اجزا ہیں۔ جو انسانی خون کا جزو ہیں۔ جن اشیا میں کلی طور پر یا جزوی طور پر یہ اجزا پائے جاتے ہیں۔ وہی ان کے لئے غذا ہیں۔ یہی ان کا جسمی مادہ ہے۔

ایک راز کی بات جو اشیا ر انسان کی غذا ہیں وہ ضروری نہیں کہ چرند پرند کی بھی غذا ہو بلکہ حیوانات میں بھی ایک نوع کی غذا ا ر دوسری نوع کے لئے نہیں ہے مثلاً آک انسان کے لئے دوا ہے بکری کےلئے غذا حیوانات میں گدھا گھاس اور گندگی کھاتا ہے لیکن گوشت نہیں کھاتا۔ اس کے برعکس شیر گوشت کھاتا ہے خون پیتا ہے مگر گھاس وغیرہ نہیں کھاتا۔

یہی صورتیں چرند پرند میں بھی ظاہر ہوتی ہیں یعنی ہر ایک وہی غذا کھاتا ہے جو اس کے خون اور جسم کا جزو بنتی ہے۔ یہی قانون فطرت ہے اس لئے اسلام میں حرام و حلال اور نجس کی بحث ہے۔

کیفیات جسمی مادہ کی طرح کیفیات بھی ہر غذا دوا زہر کا جزو ہیں۔ کیونکہ کوئی شئے بھی فطری طور پر بغیر کیفیات کے نہیں بنائی گئی۔ لیکن جو اشیا ہمارے خون میں جسمی مادہ کی طرح جذب نہ ہوں اور خارج ہو جائیں۔ البتہ خون میں تحلیل ہو کر اپنے کیفیاتی اثرات چھوڑ جائیں۔ ہم ان کو دوا کا نام دیتے ہیں۔ بعض

ایسی بھی ہیں جن میں غذا اور دوا دونوں شریک ہوتے ہیں جو اجزاء غالب ہوتے ہیں۔ انہی کا نام مقدم ہوتا ہے۔ یعنی غذائے دوائی یا دوائے غذائی۔

باالخاصہ جسمی مادہ اور کیفیات کی طرح صورت نوعیہ بھی ہر غذا دوا زہر کا جزو ہے۔ اگر صورت نوعیہ نہ ہو تو ایک شے کا دوسری سے امتیاز مشکل ہو جائے۔

یاد رکھیں ہر صورت نوعیہ میں جسمی مادہ اور کیفیات اس انداز میں ترتیب پاتا ہے کہ وہ ایک جدا شے بن جاتی ہے۔

کسی شے میں جسمی مادہ اور کیفیات کا اثر کم ہوتا ہے۔ کسی شے میں کیفیات کی شدت اور جسمی مادہ کی کمی ہوتی ہے۔

کسی شے کی کیفیات میں گرمی یا سردی کی شدت اور کسی شے کی کیفیات میں تری یا خشکی کی تیزی پائی جاتی ہے بہرحال موالید ثلاثہ میں ہر شے ایک الگ صورت نوعیہ رکھتی ہے اس لئے اس میں ذاتی خواص و فوائد اور افعال و اثرات پائے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی صورت نوعیہ۔ جسمی مادہ اور کیفیات سے خالی نہیں ہوتی۔ چاہے وہ جسم انسان کے لئے زہر ہو یا تریاق کی خاصیت رکھتی ہو۔

چونکہ غذا کے اثرات و افعال کو ہم اس کے جسمی مادہ سے اور دوا کو اس کی کیفیات سے تمیز کرتے ہیں لیکن زہر چونکہ کسی قسم کی تمیز سے پہلے ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا اثر باالخاصہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔

غذا کی اقسام غذا کے دو اقسام ہیں۔ (۱) غذائے لطیف (۲) غذائے کثیف

غذائے لطیف ایسی غذا جس کے استعمال سے رقیق اور پتلا خون پیدا ہو اور جلد اعضا کے مشابہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو مثلاً آب انار شیریں وغیرہ۔

غذائے کثیف ایسی غذا ہے جس کے استعمال سے خون کا قوام غلیظ و گاڑھا ہو جائے یعنی غلیظ اور گاڑھے خون کی مولد ہو۔ مثلاً گائے بھینس کا گوشت۔ پھر ہر ایک کی دو صورتیں ہیں۔(۱) صالح الکیموس (۲) فاسد الکیموس۔(۱) کثیر الغذا یا قلیل الغذا۔

صالح الکیموس ایسی غذا جس سے جسم کے لئے بہترین خلط پیدا ہو۔ جیسے ابلا ہوا انڈا

فاسد الکیموس وہ غذا جس سے ایسی خلط پیدا ہو جو بدن کے لئے مفید نہ ہو۔ یاد رکھیں بدن کے لئے وہی خلط مفید نہیں ہو سکتی جس کی جسم کو ضرورت نہیں ہے مثلاً ایک شخص کو پہلے ہی بلغم کی زیادتی ہے۔ اس کے لئے تمام مولد بلغم اودیہ فاسد الکیموس ہیں کیونکہ بلغم کی زیادتی اس کے لئے تکلیف کا سبب ہو گی۔ یاد رکھیں کیموس کے معنی خلط کے ہیں۔

کثیر الغذا کثیر الغذا وہ غذا ہے۔ جس کا اکثر حصہ خون بن جائے۔ جیسے نیم بریاں انڈے کی زردی۔

قلیل الغذا قلیل الغذا وہ غذا ہے جس کا بہت تھوڑا حصہ خون بنے اور اس کا فضلہ زیادہ ہو جیسے پالک کا ساگ۔

غذائے لطیف کثیر الغذا اور صالح الکیموس کی مثال زردی بیضہ نیم بریاں انڈا گوشت کی یخنی غذائے کثیف قلیل الغذا اور فاسد الکیموس کی مثال خشک گوشت بینگن، مسور اور باقلہ ہیں۔

پانی

مشروبات میں جو سب سے زیادہ چیز استعمال کی جاتی ہے۔ وہ پانی ہے

نوٹ :- یاد رکھیں جو موجودہ پانی جو ہمارے گردو پیش ہے وہ بسیط پانی نہیں ہے جیسا کہ ارکان کے بیان میں لکھا جا چکا ہے۔ بلکہ یہ مرکب پانی ہے اور کئی چیزوں سے مرکب ہے۔ یہ معدہ میں جا کر پھٹ جاتا ہے۔ اور اس میں سے خالص رکن جسم میں اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔

پانی کی ضرورت

بلحاظ اہمیت و ضرورت ہوا کے بعد پانی کا نمبر ہے اس کے بغیر بھی زندگی ناممکن ہے۔ ہمارے جسم میں تین چوتھائی حصہ پانی ہے۔ ہم ہر روز تقریباً پانچ پونڈ پانی گردوں، پھیپھڑوں، آنتوں اور جلد کے راستے خارج کرتے ہیں۔ جس کی تلافی کے لئے ہمیں کافی مقدار میں پانی پینے کی ضرورت ہے اس کے علاوہ نہانے دھونے اور کھانا پکانے کے لئے بھی ضرورت ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ پانی کثافتوں اور غلاظتوں سے پاک ہو۔

بہترین پانی

سب سے اچھا پانی چشموں کا ہوتا ہے۔ چشموں میں سے بہترین چشمہ وہ ہے جس کی زمین خاکی ہو۔ اور اس کی صفت یہ ہو کہ اس کا پانی شیریں ہو، مشرق کی طرف بہتا ہو۔ اس کا سرچشمہ دور ہو بلندی سے پستی کی طرف آئے۔ اور اس پر آفتاب کی روشنی پوری طرح پڑتی ہو۔

دوسرے درجہ کا پانی

چشموں کے پانی کے بعد بارش کے پانی کا درجہ ہے لیکن اس میں بھی بہترین پانی وہ ہے جو پتھریلے گڑھوں میں جمع ہو۔ اور اس پر خوب دھوپ پڑتی ہو۔ اور اس کے ساتھ شمال مشرق کی ہواؤں کے تھپیڑے لگتے ہوں۔ ان پانیوں کے علاوہ دوسرے پانی سب

کے سب تیسرے درجہ کے ہیں. جیسے دریاؤں نہروں ندی نالوں کا پانی وغیرہ.

نوٹ :- آج کل شہروں کے اندر پمپنگ کا انتظام ہے. یعنی پانی کو مشینوں کے ذریعے کھینچ کر اس کی تقطیر کی جاتی ہے. جو انسانی ضرورت کے لیئے ایک اچھی قسم کا پانی بن جاتا ہے لیکن یہ پانی بھی چشموں اور بارش کے پانی کا مقابلہ نہیں کر سکتا.

(۳) نیند و بیداری

نیند و بیداری کی اہمیت اور ضرورت جاننے کے لیئے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ نیند اور بیداری کا تعلق کن اعضا سے ہے.

وجاننا چاہیئے کہ نیند اور بیداری کا بالفعل تعلق دماغ و اعصاب سے ہے. یعنی نیند کی حالت میں دماغ آرام کرتا ہے اور بیداری کی حالت میں دماغ کام کرتا ہے یہاں اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ جب دماغ کام کرتا ہے تو دماغ کی حواس خمسہ کی معلومات پر عملی جامہ پہنانے کے لیئے عضلات و قلب کو بھی کام کرنا پڑتا ہے. یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عضلات جب کام کرتے ہیں تو حرارت کی پیدائش ہوتی ہے. جس سے رطوبات تحلیل ہوتی ہیں. یاد رکھیں عضلات کی ارادی حرکات دماغ و اعصاب کے تحت ہیں. یعنی جب تک دماغ و اعصاب سے کسی قسم کے احکامات نہیں آتے ہمارے جسم کی ارادی حرکات مفقود ہوتی ہیں.

یہی وجہ ہے کہ نیند کی حالت میں جب دماغ آرام کرتا ہے تو ہر قسم کی ارادی حرکات معطل ہو جاتی ہیں. انسان بے حس و حرکت پڑا رہتا ہے.

چونکہ حرکات سے حرارت پیدا ہوتی ہے اور سکون سے سردی. اس لئے جب

انسان سوتا ہے تو جسم میں تری اور سردی کے اثرات بڑھ جاتے ہیں اور جاگتا ہے تو جسم میں گرمی خشکی کے اثرات بڑھتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ اگر نیند اور بیداری میں بے قاعدگی پیدا ہو جائے تو اگر نیند زیادہ آئے گی تو جسم میں سردی تری کے امراض پیدا ہو جائیں گے۔ اگر ضرورت سے زیادہ بیداری ہوگی تو حرارت اور خشکی کے امراض پیدا ہو جائیں گے۔ یعنی اول صورت میں دماغ و اعصاب کے افعال تیز ہوں گے۔ اور دوسری صورت میں قلب و عضلات میں تیزی ہوگی۔

علاج میں مزمن امراض کے مریضوں سے نیند اور بیداری کے متعلق ضرور پوچھنا چاہیئے کیوں کہ ان کا اعتدال ضروری ہے۔ جوانی میں چھ گھنٹے سونا چاہیئے۔ البتہ بوڑھوں بچوں اور مریضوں کو زیادہ سونا چاہیئے۔

(۴) حرکت و سکون بدنی

جب کوئی جسم بلحاظ دوسرے جسم کے کسی خاص وضع یا خاص حالت پر قائم رہتا ہے۔ تو اس کو ساکن ہونا کہتے ہیں اسی سے سکون ہے۔

اس کے برعکس جب کسی شئے کی خاص وضع یا حالت دوسرے جسم کی خاص وضع و حالت سے فعل میں آجاتی ہے۔ تو اس کو حرکت کہتے ہیں۔

جس طرح نیند و بیداری کا تعلق دماغ و اعصاب سے ہے اسی طرح حرکت و سکون بدنی کا تعلق قلب و عضلات سے ہے کیونکہ حرکات کا تعلق قلب و عضلات سے ہی ہے جس طرح دماغ اور اس کے خادموں کے لئے کام کرنا اور آرام کرنا ضروری ہے بالکل

اسی طرح حرکتی اعضاء کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مفروضہ کام (افعال) بھی کریں اور ضرورت کے مطابق آرام بھی کریں۔ بلکہ ایسا ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ جب عضلات کام کرتے ہیں تو جسم میں حرارت پیدا ہوتی ہے جس سے اعضا اور رطوبات میں تحلیل واقع ہوتی ہے اگر یہ عمل مسلسل قائم رہے تو تحلیل کا عمل مسلسل رہنے سے نہ جسم میں رطوبات رہیں۔ اور نہ مسلسل تحلیل سے اعضا زندہ رہ سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ قدرت نے فعلی اعضاء کے لئے وہ دو دو خادم عطا کر دیئے ہیں جو باری باری کام کرتے ہیں۔ یعنی جب ایک کام کرتا ہے تو دوسرا آرام کر رہا ہوتا ہے۔ مثلاً جب ارادی عضلات کام کرتے ہیں تو غیر ارادی عضلات آرام کرتے ہیں۔

اس طرح جب غدد جاذبہ کام کرتے ہیں۔ تو غدد ناقلہ آرام کر رہے ہوتے ہیں یہی صورت اعصاب کی ہے۔

یاد رکھیں حرکت جسم میں گرمی پیدا کرتی ہے اور اس کی زیادتی جسم کو تحلیل کرتی ہے اس کے برعکس سکون سردی پیدا کرتا ہے۔ اور جسم میں رطوبات کو زیادہ کرتا ہے البتہ حرکت و سکون دونوں کی زیادتی جسم میں سردی خشکی پیدا کرتی ہے۔

کیونکہ زیادتی حرکات سے حرارت کثرت سے پیدا ہوتی ہے جس سے جسم میں فوراً پسینہ آجاتا ہے۔ جب پسینہ کی رطوبات بصورت تبخیر اڑتی ہیں تو جسم سرد ہو جاتا ہے یہ عمل مسلسل رہنے سے اکثر موت بھی واقع ہو جایا کرتی ہے بلکہ جب انسان مرتا ہے تو اکثر اسے ٹھنڈے پسینے آیا کرتے ہیں۔ جو اس کے قریب المرگ ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ یہ حرارت اور تحلیل کا عمل ہی ہوتا ہے۔

سکون کی حالت میں جب حرارت کی پیدائش بھی تقریباً بند ہو جاتی ہے۔ تو

اس کی زیادتی کی صورت میں جسم میں موجودہ حرارت خرچ ہو کر اس میں اور زیادہ کمی ہو جاتی ہے مسلسل سکون سے تمام حرارت خرچ ہو کر سردی بڑھ جاتی ہے جو رطوبات کو بھی بستہ کرنا شروع کر دیتی ہے۔ آخر کار خون میں انجماد ہو کر موت واقع ہو جاتی ہے

لہٰذا امراض کا علاج کرتے وقت جسم کے حرکتی اعضاء کے افعال کی کمی بیشی کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیئے۔

حرکت و سکون نفسانی

حرکت و سکون نفسانی سے مراد انسانی جذبات ہیں جو نفس کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ یہ جذبات فعلی و حیاتی اعضاء کی پیداوار ہیں۔ چونکہ ہمارے جسم میں فعلی اعضاء تین ہیں۔ اس لئے ان سے دو دو جذبات پیدا ہوتے ہیں جو یہ ہیں۔

دل	جگر	دماغ
(۱) لذت (۲) مسرت	(۱) غصہ (۲) غم	(۱) ندامت (۲) خوف

انسانی جذبات کی ضرورت

انسانی جذبات کی اہمیت اور ضرورت اس امر سے واضح ہے کہ ان کے بغیر انسان نہ تو بدنی حرکات کر سکتا ہے اور نہ ہی خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کر سکتا ہے۔ مثلاً شوق کے وقت طلب کی حرکت۔ نفرت کے وقت فرار کی صورت اسی طرح غصہ کے وقت مقابلے کی حالت۔

نفس

جاننا چاہیئے کہ نفس سے مراد زندگی و جان رکھنے والی چیز کے ہیں جو اپنی

قوتوں سے حاصل و دفع کا کام کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارے جسم میں دل دماغ اور جگر زندہ وحیاتی اعضا ہیں اس لئے یہ بھی نفس ہی میں شامل ہیں یہ جب اپنے اپنے مفروضہ افعال انجام دیتے ہیں تو یہ خود تو مقام نہیں بدلتے۔ البتہ اپنی قوتوں کو حرکت میں لاکر خون اور روح میں حرکت پیدا کر دیتے ہیں یہی حرکت نفسانی ہے جب یہی اعضا آرام کرتے ہیں تو روح اور خون میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی نفسانی سکون ہے۔

یہ حرکت وسکون نفسانی بدن کے لئے ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ حرکت وسکون بدنی کیونکہ بدنی حرکات کا دارومدار خواہشات وجذبات نفسانیہ پر بھی ہے مثلاً شوق کے وقت طلب کی حرکت، نفرت کے وقت فرار کی صورت، غصے کے وقت مقابلے کی حالت اور خوف کے وقت چہرے کا سفید ہو جانا۔ غصے کے وقت چہرے کا سرخ ہو جانا۔ اس کے برعکس نفسیاتی سکون کی ضرورت اس لئے ہے کہ روح اور خون کو نسبتاً آرام حاصل ہو تاکہ وہ زیادہ تحلیل سے متاثر نہ ہوں۔

جسم انسان پر نفسیاتی اثرات

جاننا چاہیئے کہ جب نفس کسی مناسب یا مخالف شئے کا ادراک اور احساس کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مناسب کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس وقت وہ اپنی نفسانی قوتوں کو حرکت میں لاتا ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ یہ نفسانی قوتیں ارواح کے تابع ہیں جن کا حاصل خون ہے۔ گویا ارواح خون کی حرکت کے بغیر خون نفسیاتی قوتوں کے بغیر عمل نہیں کر سکتا۔ اسی عمل کا نام حرکت وسکون نفسانی ہے۔

نفسانی جذبات کے اثرات کو سمجھانے کے لئے ہم نے ان کو اعضائے رئیسہ کے

ساتھ تقسیم کر لیا ہے اور ہر عضو کے لئے دو دو جذبے مخصوص کر دیتے ہیں ان دونوں میں ایک اس عضو میں انبساط پیدا کرتا ہے اور دوسرا انقباض ان کی ترتیب درج ذیل ہے

دل :۔ دل پر لذت سے انبساط پیدا ہوتا ہے اور مسرت سے انقباض

دماغ :۔ ندامت سے انبساط پیدا ہوتا ہے اور خوف سے انقباض ۔

دماغ
اعصابی عضلاتی
خوف
اعصابی غدی
ندامت
غم
غدی اعصابی
لذت
عضلاتی اعصابی
غصہ
غدی عضلاتی
مسرت
عضلاتی غدی
دل

جگر :۔ جگر میں غصے سے انبساط پیدا ہوتا ہے اور غم سے انقباض

تنبیہ

یاد رکھیں جب دل، دماغ اور جگر میں کسی خاص قسم کا جذبہ یا تحریک ہوگی تو باقی دو اعضا میں کوئی نہ کوئی حالت پائی جاتی ہے ۔
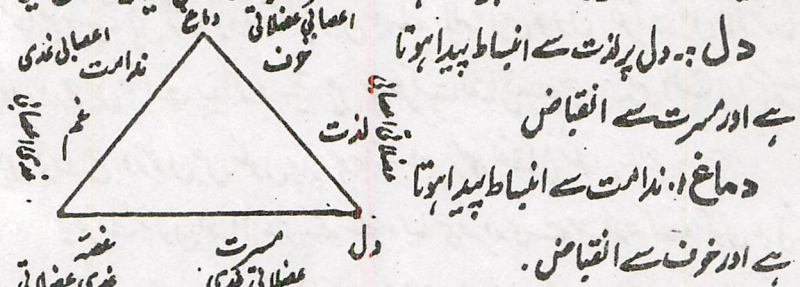
مثلاً جب اعصاب میں تحریک ہوگی تو یہ ضروری بات ہے کہ جگر میں تحلیل و انبساط اور دل میں سکون اور سردی پائی جائے گی۔ گویا اس امر کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے کہ جب کسی جذبے کے ماتحت کسی عضو کا مطالعہ مقصود ہو تو باقی اعضاء کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے ۔

غصہ

غصے کی حالت میں جذبے کا اظہار یکبارگی باہر کی طرف ہوتا ہے ۔

غم :۔ غم کی صورت میں کسی جذبے کا رجوع رفتہ رفتہ اندر کی طرف ہوتا ہے ۔

ندامت و شرمندگی :۔ شرمندگی کی حالت میں نفس یک بارگی کبھی اندر کبھی باہر جاتا ہے

خوف :۔ خوف کی حالت میں جذبے کا رجوع یک بارگی اندر کو ہوتا ہے ۔

لذت :۔ لذت کی حالت میں نفس آہستہ آہستہ کبھی اندر کبھی باہر جاتا ہے ،

مسرت :- مسرت و خوشی کی حالت میں کسی جذبے کا رجوع رفتہ رفتہ باہر کی طرف ہوتا ہے۔

جذبات ہمیشہ مرکب صورت میں اپنے اثرات ظاہر کرتے ہیں

جاننا چاہیئے کہ یہ مفرد جذبات بھی دراصل دو جذبوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ مثلاً شرمندگی خوف اور غصے سے مرکب ہے۔ اس لئے خوف کی حالت میں نفس یکبارگی اندر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور غصے میں یکبارگی باہر کی طرف، یعنی اس شخص کو جسے شرمندگی ہوتی ہے۔ اسے بیک وقت خوف کے ساتھ غصہ بھی آتا رہتا ہے۔ یہ غصہ دراصل خوف کے جذبے کو دور کرنے کی جدوجہد یا ردعمل ہوتا ہے۔

بالکل یہی صورت لذت کی ہے۔ جذبہ لذت بھی مسرت اور غصہ سے مرکب ہے۔ ان کی حقیقت یہ ہے کہ خوشی اور غصہ کی حالت میں قلب پر ایسا اثر پڑتا ہے۔ جس سے اس کی حرکت تیز ہو جاتی ہے۔ اور خون زیادہ مقدار میں شریانوں کی طرف روانہ ہو جاتا ہے اور تمام اعضا میں زیادہ پہنچتا ہے اس لئے بیرونی اعضا میں خون کی گرمی اور جوش معلوم ہوتا ہے اس کے برعکس خوف اور غم کی حالت میں قلب پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ اس کی حرکت سست ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور خون بیرونی جسم کی طرف کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اسی وجہ سے تمام اعضا میں کم پہنچتا ہے۔ جس سے جسم ٹھنڈا اور سست ہو جاتا ہے

احتباس و استفراغ

احتباس و استفراغ کی ضرورت اور اہمیت سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے

کہ احتباس و استفراغ سے کیا مراد ہے۔

سو جاننا چاہیئے کہ احتباس کا لفظ حبس سے نکلا ہے۔ جس کے معنی بندش و گھٹن اور محبوس ہوتا ہے۔ طب میں غذائی اجزا اور مواد کا رکنا احتباس کہلاتا ہے استفراغ کا لفظ فارغ سے نکلا ہے۔ طب میں استفراغ سے مراد مواد و فضلات کا بدن سے اخراج پا نا لیے جاتے ہیں۔

فضلات کی حقیقت

لفظ فضلات فضلا کی جمع ہے اور فضلہ فاضل سے ہے حقیقت یہ ہے کہ فاضل کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ جن مواد کی جسم کو ضرورت نہیں ہے وہ اس کے لئے فضلات بن جاتے ہیں۔ کیونکہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسم کے اندر غیر ضروری غذائی اجزا یا مفید مواد تو ہوتا ہے لیکن طبیعت ان کو قبول نہیں کرتی یا طبیعت کو ان کی ضرورت نہیں ہوتی تو وہ سب کے سب اس کے لئے فضلات ہیں۔

احتباس و استفراغ کی ضرورت

بدن کا وجود اور اس کا دارومدار غذا پر ہے۔ غذا کوئی بھی ایسی نہیں جو ساری کی ساری جزو بدن ہو جائے اور اس کا فضلہ نہ بنے۔ پھر یہ فضلہ اگر باقی رہے اور اس کا اخراج نہ ہو تو بدن میں فاسد مادے اکٹھے ہو جائیں۔ اس کے لئے استفراغ کی انتہائی ضرورت ہے اور احتباس کی ضرورت اس لئے ہے کہ غذا کچھ عرصہ جسم میں رہے تاکہ اس کا جوہر طبیعت حاصل کرے۔ جاننا چاہیئے کہ جوہر غذا کو اعضا کے مشابہ بننے کے لئے اس کو کچھ عرصہ درکار ہے۔ تاکہ اس عرصہ میں اس کے ہضم کی تکمیل ہو۔ اور یہ

جوہر اعضا میں تبدیل ہونے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ اعضا کے پاس ذخیرہ غذا جمع رہے۔ تاکہ وہ اس درمیانی زمانہ میں برابر کمک کے طور پر پہنچتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ عروق میں اخلاط کا ذخیرہ جمع رہتا ہے اور ان سے تمام اعضاء میں غذا پہنچتی رہتی ہے۔

احتباس و استفراغ کا بالفعل تعلق

جاننا چاہیئے کہ احتباس و استفراغ کا بالفعل تعلق غدد جاذبہ اور غدد ناقلہ کے ساتھ ہے یعنی ہر قسم کی رطوبات یا مواد کی بندش کا تعلق غدد جاذبہ کے ساتھ ہے اس کے برعکس ہر قسم کی رطوبات یا فضلات کا اخراج غدد ناقلہ کے ذریعے ہوتا ہے غدد ناقلہ ہی خون اور جسم کی صفائی کرتے ہیں۔

ایک خاص راز کا افشا

جاننا چاہیے کہ حیاتی و فعلی مفرد اعضا کا ایک دوسرے کے ساتھ براہ راست تعلق ہے وہ اپنے اپنے مفوضہ اعمال کرنے کے لئے بھی دوسرے اعضا کی تحریکات آنے تک کوئی فعل ادا نہیں کر سکتے۔ مثلاً ارادی عضلات اس وقت تک کوئی حرکت کا فعل ادا نہیں کر سکتے جب تک، دماغ و اعصاب سے حرکات کے لئے احکام نہیں آجاتے۔

اس طرح غدد ناقلہ اس وقت تک کوئی رطوبت یا مواد خارج نہیں کر سکتے جب تک دماغ و اعصاب کی طرف سے اخراج کے لئے تحریکات نہ آئیں۔

لہٰذا جاننا چاہیئے کہ رطوبات یا مواد کے اخراج یا ان کی بندش کا تعلق بے شک غدد ناقلہ و غدد جاذبہ کے ساتھ ہے لیکن یہ اعصاب اور عضلات کی تحریکات کے محتاج ہیں۔ یعنی ہر قسم کی رطوبات یا مواد کی بندش عضلات کے ماتحت

ہے۔ کیوں کہ عضلات ہی قوت ماسکہ کے حامل ہیں ۔
اس طرح ہر قسم کی رطوبات یا فضلات کے اخراج اعصاب و دماغ کے تحت ہے کیونکہ قوت دافع کا تعلق اعصاب و دماغ سے ہے ۔
لہٰذا علاج الامراض میں فضلات کے احتباس و استفراغ کی کمی بیشی مطالعہ کرتے وقت دماغ و اعصاب اور عضلات کی حالت کا سمجھنا بھی ضروری ہے ۔
احتباس و استفراغ کے مقامات اور ان میں پیدا ہونے والی علامات۔ احتباس و استفراغ کا عمل یہ تین مقامات میں ہوتا ہے۔ (۱) نظام غذائیہ میں (۲) نظام خون میں (۳) مفرد اعضاء میں (۱)۔ نظام غذائیہ میں مواد کا احتباس و استفراغ جو معدہ و امعاء میں ہوتا ہے۔ احتباس کی صورت میں معدہ میں بند ہیضہ کی صورت۔ جس میں صرف ابکائیاں آتی ہیں اور درد شدید ہوتا ہے۔ بھوک بند ہو جاتی ہے۔ امعاء میں سدے بن جاتے ہیں۔ پیٹ میں ہوا بھر جاتی ہے۔ استفراغ کا عمل جب معدہ میں ہوتا ہے۔ تو خوب قیئیں آتی ہیں۔ پیاس شدید ہوتی ہے اکثر شدید درد ہونے لگتا ہے ۔
امعاء میں استفراغ کی حالت میں اکثر رقیق دست آتے ہیں۔ مروڑ کے ساتھ درد بھی ہوتا ہے ۔

(۲) نظام دموی (خون) میں احتباس و استفراغ

خون میں احتباس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جو عضو فعل میں تیز ہوتا ہے وہ اپنی خلط کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ خون میں جمع بھی کرتا ہے۔ جس کی علامات خون میں اس وقت ظاہر ہوتی ہیں جب وہ خلط ضرورت سے زیادہ خون میں جمع ہو جاتی ہے۔ جس سے جسم کی رنگت بھی بدل جاتی ہے۔ مثلاً صفرا کی زیادتی سے جسم پیلا ہو جاتا ہے۔ سودا کی زیادتی

سے جسم سیاہ ہو جاتا ہے۔ استفراغ کی صورت میں اعضا اخلاط کو خون سے خارج
کرتے ہیں جس کی کمی سے اکثر موت واقع ہو جاتی ہے مثلاً ہیضہ میں بلغمی رطوبات خون
سے بھی خارج ہو جاتی ہیں جس سے خون کا قوام گاڑھا ہو جاتا ہے اور وہ جمنے لگتا ہے
اور اپنے دوران کو جاری نہیں رکھ سکتا جس سے موت یقینی ہے۔

اس طرح پسینہ کی کثرت۔ پیشاب کی کثرت وغیرہ

(۳) اعضاء میں جب احتباس کا عمل ہوتا ہے تو وہ خون سے اپنی غذا جذب
کرتے ہیں۔ استفراغ کی صورت میں اپنے فضلات خارج کرتے ہیں مثلاً منی۔

احتباس واستفراغ کے معنی میں وسعت

احتباس کے معنی بندش اور استفراغ کے معنی
اخراج کو اگر ذرا وسعت دیکر اس کے مفہوم کو پھیلا دیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا
کہ جہاں معدہ و امعاء میں احتباس واستفراغ کا عمل ہوتا ہے وہاں خون اور اعضاء
بھی احتباس کا استفراغ کا عمل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے۔

یاد رکھیں احتباس کا عمل چاہیئے معدہ میں ہو چاہے۔ خون میں یہ حیاتی اعضاء
کے کیمیائی اعمال سے ہی ہوتا ہے۔ اور استفراغ کا عمل چاہے معدہ میں ہو چاہے
خون یا اعضاء میں یہ حیاتی و فعلی اعضا کے مشینی اعمال سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ
قانون مفرد اعضاء میں ہر حیاتی و فعل عضو کے دو دو افعال تسلیم کئے گئے ہیں جنہیں ہم
مشینی و کیمیائی افعال کہتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ کیمیائی فعل میں ہر عضو اپنے مزاج کی رطوبات
یا مواد کو جسم میں روکتا ہے اور مشینی فعل میں فاضل رطوبات یا مواد کو خارج کرتا ہے
یہی احتباس واستفراغ کی حقیقت ہے۔

احتباس و استفراغ کی کمی بیشی کا جسم پر اثر

یاد رکھیں احتباس و استفراغ کا اعتدال صحت اور طاقت کے لیئے نہایت ضروری اور مفید ہے۔ استفراغ کی زیادتی میں بدن میں خشکی اور سردی پیدا ہوتی ہے خون کا قوام گاڑھا ہوتا ہے۔ اخلاط جسم سے خارج ہوتے ہیں۔ غذا کی طلب جسم میں بڑھ جاتی ہے جس کا بھوک اور پیاس کی صورت میں احساس ہوتا ہے۔

احتباس کی زیادتی سے جسم بوجھل ہو جاتا ہے۔ بھوک بند یا کم ہو جاتی ہے۔ اکثر سدے پڑ جاتے ہیں۔ جن کے نتیجہ میں عفونت اور اندر کا ہونا لازمی ہے جس سے جراثیمی و تعفنی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ پیٹ کے کیڑے پھوڑے۔ کدو دانے اور چنونے احتباس کے عمل کا ہی نتیجہ ہیں۔

اسباب مرضہ

تعریف:۔ ایسے اسباب و صورتیں اور حالتیں جن کے عمل میں آنے سے جسم انسانی کسی نہ کسی مرض میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور جب تک رفع نہ ہوں مرض قائم رہتا ہے۔

اقسام:۔ اسباب مرضہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اسباب بادیہ (۲) اسباب سابقہ (۳) اسباب واصلہ۔

اسباب بادیہ

ایسے اسباب جو ظاہری صورت میں ہمارے گرد و نواح میں پائے جائیں جن کے اثرات ہیں مادی چیزوں کا دخل نہ ہو۔ بلکہ وہ کیفیاتی (گرمی۔ سردی۔ خشکی۔ تری) یا نفسیاتی (جن

میں غصہ۔ غم۔ لذت و مسرت۔ شرمندگی وخوف شامل ہیں) اسباب ہوں۔
تفصیل ان کی یہ ہے کہ وہ نہ خلطی ہوں اور نہ ترکیبی بلکہ ان کا تعلق خارجی چیزوں سے ہو مثلاً گرم ہوا یا سرد ہوا۔ نفسیاتی کی صورت میں لذت و مسرت اور غصہ وغیرہ

سابقہ اسباب ایسے اسباب ہیں جن کا اثر ہمارے جسم پر ان کے مادے کی وجہ سے ظاہر ہو۔ یعنی کسی شے کے کھانے پینے کے بعد جو اثرات پائے جائیں وہ اسباب سابقہ کہلاتے ہیں۔

اسباب واصلہ ایسے اسباب جن کے بعد معاً مرض نمودار ہوتا ہے یعنی مرض اور سبب میں کوئی فرق یا دوری نہیں پائی جاتی۔ یا دوسرے الفاظ میں ان کے اور مرض کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ براہ راست مرض پیدا کر دیتے ہیں کسی دوسری حالت کا ان کو انتظار نہیں ہوتا۔

مثلاً امتلاء (مواد کا اجتماع) اور عفونت۔ جو بخار کا موجب ہوتے ہیں۔ ان میں مواد کا اجتماع سبب سابقہ کہلاتا ہے اور عفونت سبب واصلہ کیونکہ امتلا بلاواسطہ بخار پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے بعد بخار کے درمیان عفونت واسطہ بنتی ہے۔ یعنی اول مواد جمع ہوتا ہے پھر وہ متعفن ہو جاتا ہے۔ یہی تعفن بخار کا سبب بن جاتا ہے یہی سبب واصلہ ہے۔

اسباب بادیہ اور فرنگی طب فرنگی طب (ایلوپیتھی) نے اسباب بادیہ کو خارج کر دیا ہے۔ اور صرف اسباب سابقہ (مادی اسباب) کو بالواسطہ مرض کا موجب تسلیم کیا ہے لیکن

ہم نے دونوں کو شریک کر دیا ہے ۔کیونکہ اسباب بادیہ اور سابقہ دونوں اقسام واصلہ نہیں ہوتے ۔یادر کھیں اسباب واصلہ۔ اسباب بادیہ اور سابقہ سے علیحدہ نہیں ہیں بلکہ دونوں میں سے جو بھی مرض کا باعث ہو جاتا ہے ۔ اسباب واصلہ کہلاتا ہے ۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ جب یہی دونوں اسباب بادیہ اور سابقہ اپنی شدت اختیار کر لیتے ہیں ،جن سے اعضاء کے افعال بگڑ جاتے ہیں تو یہی اسباب واصلہ کہلاتے ہیں ۔

اسباب فاعلہ (واصلہ) اور مختلف طریقہ ہائے علاج

(۱) **طب یونانی**: ۔امراض کا سبب فاعلہ (واصلہ) مزاج اور اخلاط کی خرابی اور ان کی کمی بیشی مانتی ہے ۔

(۲) **ایورویدک**: ۔میں دوشوں کا خراب ہو جانا اور ان کی کمی بیشی یا ان کا مقام بدل جانا

(۳) **ایلوپیتھی**: ۔میں جراثیم اور زہریلے مواد اور کمزوری کی پایا جانا ۔

(۴) **ہومیوپیتھی**: ۔میں روح اور وائٹل فورس کا بیمار ہونا

(۵) **بایوکیمک**: ۔میں جسم میں نمکیات کی کمی بیشی کا پیدا ہو جانا ۔

(۶) **کروموپیتھی**: ۔میں خون کے اندر رنگوں میں کمی بیشی کا ہو جانا ۔

(۷) **سائیکوپیتھی**: ۔میں انسانی جذبات میں کمی بیشی ہونا ۔

(۸) **فزیوپیتھی**: ۔میں اعضاء میں اس قسم کی خرابی واقع ہو جانا کہ جن سے ان کے افعال میں افراط تفریط واقع ہو جائے ۔

واضح رہے کہ فزیوپیتھی کے علاوہ جملہ طریقہ ہائے علاج جن اسباب واصلہ کو تسلیم کرتے ہیں ۔وہ سب تمام اسباب بادیہ یا سابقہ ہیں ۔ وہ "واصلہ" اسس

وقت تک نہیں بن سکتے۔ جب تک کسی عضو کے فعل میں تغیر واقع نہ ہو۔ مثلاً اگر جراثیم جسم کے اندر اثر انداز ہوں تو وہ کسی عضو کے فعل کو ہی خراب کریں گے۔ پھر یاد کرلیں۔ کہ جب تک جسم کے کسی عضو میں خرابی واقع نہ ہو۔ مرض پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا صحیح طریقہ علاج یہ ہے کہ اعضاء کے بگاڑ اور ان کے افعال کو سمجھا جائے۔ یہی بات اور اصول شیخ الرئیس نے تعریف مرض میں بیان کیا ہے۔

چونکہ اعضاء بدن خون سے روح۔ قوت اور غذا حاصل کرتے ہیں اور ان کی کمی بیشی سے اپنے افعال میں کمی بیشی کرتے ہیں۔ اسباب سابقہ یا بادیہ کا اثر بھی اول خون پر پڑتا ہے۔ جس سے اعضاء متاثر ہوتے ہیں۔ لہٰذا علاج امراض میں اسباب امراض تلاش کرتے وقت اعضاء اور خون کی کیمیائی حالتوں کو بھی سمجھنا ضروری ہے

اسباب ضروری

تعریف: ایسی صورتوں اور حالات کا اظہار جو گزشتہ تینوں اسباب ممرضہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ (۱) سوء مزاج (۲) مرض ترکیب (۳) تفرق افعال

اسباب سوء مزاج

ان میں کیفیاتی۔ نفسیاتی اور مادی اسباب کام کرتے ہیں۔ اور ان کو سمجھنا ضروری ہے۔

سوء مزاج گرم: (۱) سوء مزاج کے کیفیاتی اسباب میں موسم گرما سب سے بڑا سبب ہے۔ مثلاً دھوپ کی شدت اور تپش۔ اس کے علاوہ آگ کی گرمی سے جسم میں گرمی بڑھ جائے۔ ۲۔ حرکات کا اعتدال سے تجاوز جس سے بدنی حرارت زیادہ ہو۔ مثلاً ریاضت کی کثرت۔

(۲) نفسیاتی اسباب میں غصہ سب سے بڑا سبب ہے۔

(۳) مادی اسباب میں حرارت بالقوت کی ملاقات ہے۔ مثلاً گرم غذاؤں یا دواؤں کا کھانا یا گرم ضماد کرنا۔

حرارت بالقوۃ کا مقصد وہ گرمی ہے۔ جو کسی غذا دوا کے جوہر میں پوشیدہ ہے۔ جوہر میں پوشیدہ ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ بالفعل (لمس وغیرہ سے) تو گرم محسوس نہ ہو۔ لیکن اس کی تاثیر سے بدن گرم ہو جائے۔ مثلاً کچلہ سے جسم کا گرم ہونا وغیرہ

سوئے مزاج سرد

(۱) کیفیاتی اسباب میں سرد ماحول۔ سرد موسم شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حرکت کی زیادتی۔ کیونکہ حرکات کی زیادتی سے تحلیل کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ جو بالآخر سردی پیدا کر دیتی ہے۔

(۲) سکون کی زیادتی جس سے رطوبت کا اخراج رک جاتا ہے۔ اور حرارت غریزی سرد پڑ جاتی ہے۔

(۳) مسامات کا کشادہ ہونا۔ اس سے حرارت غریزی کے بکثرت تحلیل ہونے سے سردی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲) نفسیاتی اسباب میں جذبہ خوف چاہے کسی سبب سے ہو۔

(۳) مادی اسباب، سرد غذا دوا کا استعمال ہے۔ اس کے علاوہ کھانے کی بجائے کمی یا کھانے کی بے حد زیادتی بھی اس کے اسباب بن جاتے ہیں۔ کیونکہ کم کھانے سے خون کم پیدا ہوگا۔ اور حرارت غریزی کو کم تقویت ملے گی۔ زیادہ کھانے سے اخلاط ناممکن اور کچے رہ جاتے ہیں جس سے تخمہ و بدہضمی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو بدن کی حرارت کو کم کر دیتی ہے۔

سوءِ مزاج خشک اسباب

(۱) کیفیاتی اسباب میں فضا میں خشکی کی زیادتی۔ اس کے علاوہ حرکت کی زیادتی

(۲) نفسیاتی اسباب میں غصہ اور خوف شامل ہیں۔

(۳) مادی اسباب میں خشک چیزوں کا کثرت استعمال جن سے جسم اور خون میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے کی کمی جس سے رطوبت کم پیدا ہوتی ہے۔ جو بدن ما یتحلل کے لئے کافی نہیں ہوتی۔

سوءِ مزاج رطب کے اسباب

(۱) کیفیاتی اسباب میں فضا میں رطوبت کی زیادتی ہے اس کے علاوہ سکون کی زیادتی

(۲) کھانے کی کثرت جس سے رطوبت کم تحلیل ہوتی ہے۔ جس سے جسم میں کثرت رطوبت اور چربی پیدا ہو جاتی ہے۔ نفسیاتی اسباب میں غم اور شرمندگی شامل ہیں

اسباب مرض ترکیب

مرض ترکیب سے مراد کسی زندہ جسم کی شکل۔ تغیر اعضائے بدن، اور مجاری کے خرابیوں کے اسباب کا جاننا ہے ان کی زیادہ سے زیادہ چھ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) اسباب فساد شکل (۲)۔ اسباب کشادگی مجاری (۳) اسباب ضیق مجاری (۴) اسباب رکاوٹ مجاری (۵) اسباب خشونت جسم ملاست (۶) اسباب مقدار

مرض ترکیب

فساد شکل	کشادگی مجاری	ضیق مجاری	رکاوٹ مجاری	خشونت جسم وملاست	اسباب مقدار

اسباب فساد شکل

(۱) دنیا میں جتنی اشیا پائی جاتی ہیں۔ ان میں چاہے کوئی شے بے جان ہے چاہے جان دار ہر ایک کوئی نہ کوئی اپنی مخصوص شکل رکھتی ہے۔ جو اس کے خالق حقیقی نے اسے عطا کی ہوتی ہے۔ خالق حقیقی نے زندہ اجسام میں ایک قوت رکھی ہے جسے قوت مصوری کہتے ہیں۔ اگر کسی زندہ جسم کے اعضا کی شکل میں پیدائشی طور پر کوئی خرابی ہو جاتی ہے تو اسے قوت مصورہ کا قصور سمجھا جاتا ہے۔

(۲) جس طرح ہر جسم کا مخصوص حجم ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان اور اس اعضا کا حجم بھی ہوتا ہے جو اسے جسم میں ایک قوت سرانجام دیتی ہے۔ جسے قوت مقیرہ (پھیلانے والی) کہتے ہیں۔ یہ قوت جب مادہ تولید سے پوری طرح کام نہیں لیتی تو جسم کا کم و بیش ہونا ضروری ہے۔

(۳) بعض اوقات وضع حمل کے وقت بچہ صحیح وضع پر پیدا نہیں ہوتا۔ اسے ولادت غیر طبعی کہتے ہیں۔ ایسے وقت بعض اعضا کی شکل میں تغیر آجاتا ہے
(۴) تکمید۔ سے مراد ٹکور کرنا ہے۔ بعض اوقات ٹکور کرنے والی سے سخت گرم ہوتی ہے جس سے اعضا جل جاتے ہیں۔ آرام آنے پر بھی ان مقامات پر اکثر نشانات رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات دردناک اعضا پر کس کر پٹی باندھ دی جاتی ہے۔ جس سے اکثر اعضا کی شکل میں خرابی ہو جاتی ہے۔
(۵) سکتہ و ضربہ (گر پڑنا اور چوٹ لگنا) جیسے مرگی میں یا سکتہ کی صورت میں کئی دن تک ایک ہی وضع پر پڑے رہنے سے لاگے پڑ جانا جسے انگریزی میں بیڈ سور کہتے ہیں۔

(۶) حرکت غیر طبعی۔ مثلاً الٹا لٹکنا۔ زور سے چھلانگ لگانا وغیرہ چھلانگ لگانے سے مرض فتق ہو جایا کرتا ہے۔ جس سے پردہ صفاق پھٹ کر انتیں خصیوں کی طرف باہر آجاتی ہیں۔

اسباب کشادگی مجاری

اسے اسباب اتساع بھی کہتے ہیں۔ اس میں بھی کئی اسباب شامل ہیں۔ مثلاً

(۱) قوت ماسکہ کی کمزوری۔ جس سے مجاری کے ریشے ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔
(۲) قوت دافع کی شدید حرکت۔ جس کے دباؤ سے راستے زیادہ کھل جائیں
(۳) ادویات مفتح (راستوں کو کھول دینے والی دوائیں) مثلاً گرم اندرونی بیرونی ادویہ کا استعمال
(۴) ادویات مرخیہ (ڈھیلا کر دینے والی دوائیں) جن سے مجاری کے راستے ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

اسباب ضیق مجاری:۔ ایسے اسباب جن سے مجاری تنگ ہو جاتی ہیں جو اکثر اس قسم کے اسباب ہوتے ہیں جو اسباب اتساع مجاری کے برعکس ہوتے ہیں۔

رکاوٹ مجاری

نالیاں و راستے اندر بھی ہیں اور باہر بھی۔ اندر تو شریانیں وریدیں آنتیں اور پھیپھڑوں کی نالیاں ہیں اور باہر ناک۔ کان مقعد حلق وغیرہ کی مجاری ہیں۔

بعض اوقات کوئی بیرونی چیز مجاری میں پھنس جاتی ہے جیسے حلق میں نوالہ کان میں کوئی گول چیز جیسے چنے گولی یا بیر وغیرہ۔

(۲) خون کا قوام گاڑھا ہو جائے اور شریانوں یا وریدوں میں سدے پڑنے شروع ہو جائیں اسے انگریزی میں تھرامبوسس آف دی وین کہتے ہیں۔

(۳) مجاری کا سوراخ کسی زخم کے بھرنے کے باعث بند ہو جائے۔

(۴) کسی مجری (راہ) کے قریب کوئی ایسا ورم پیدا ہو جائے جس کے دباؤ سے وہ مجری بند ہو جائے۔ مثلاً مقعد میں جب مسے پھول جاتے ہیں اور ان میں ورم ہو جاتا ہے۔ تو مریض کو پاخانہ کرتے وقت شدید تکلیف ہوتی ہے وہ ڈر کے مارے پاخانہ نہیں کرتا۔ اسی طرح بعض اوقات چہرے پر ورم آنے سے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح سوزاک کے مریض کے عضو تناسل کی نالی میں ورم ہو کر بندش بول کی شکایت ہو جاتی ہے

اسباب خشونت

ایسے اسباب جن سے اعضا کی سطح کھردری ہو جاتی ہے اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) داخلی، (۲) خارجی، داخلی صورت میں کسی سرد خشک دوا غذا کا مسلسل کھاتے رہنا۔ خارجی صورت میں۔ خشک آب و ہوا۔ گرد و غبار دھوئیں کا اثر انداز ہونا۔

اسباب ملائت

ایسے اسباب جن سے اعضا کی سطح چکنی ہو جائے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ داخلی۔ خارجی۔ داخلی صورت میں کوئی لیس دار خلط گر کر اس کی سطح کو چکنا کر دے۔ خارجی طور پر بھی کسی روغن وغیرہ سے سطح چکنی ہو جائے۔

اسباب مقدار

اس کی دو صورتیں ہیں (۱) مقدار و تعداد اعضا میں زیادتی (۲) اعضاء کی مقدار اور ان کی تعداد میں کمی

اعضاء کی تعداد میں زیادتی اور کمی جسم میں مادہ کی کمی بیشی سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی مادہ زیادہ ہو گیا ہے تو وہ عضو پہلے سے بڑھ جاتا ہے وہ اکثر اس کے متعلق عضو کی تعداد میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ مثلاً دانت زیادہ بھی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح انگلیاں چھ سات بھی ہو سکتی ہیں۔

تفرق اتصال

یہ ایسے اسباب ہیں جن سے جسم کے اندر ٹوٹ پھوٹ واقع ہوتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ داخلی خارجی۔ داخلی صورت میں کوئی اکال (کھا جانے والی) خلط یا دوا و زہر اندرونی اعضاء کو گلا سڑا کر کھا جائے۔ یا کوئی لاذع (کاٹنے والی) یا صادع (پھاڑنے والی) جسم پر اثر انداز ہو کر نقصان پہنچائے۔

خارجی طور پر تلوار وغیرہ سے کٹ جانا۔ آگ سے جل جانا وغیرہ۔

اسباب

- اسباب ضروریہ
  - ہوا (طبعی غیر طبعی)
  - ماکولات و مشروبات
    - غذائے مطلق
      - لطیف
        - صالح الکیموس
        - کثیر الغذا
      - کثیف
        - فاسد الکیموس
        - قلیل الغذا
    - دوائے مطلق
    - سم مطلق
    - غذائے دوائی
    - دوائے غذائی
    - دوائے سمی
  - حرکت و سکون بدنی
  - حرکت و سکون نفسانی
  - نیند بیداری
  - احتباس و استفراغ
- اسباب ممرضہ
  - اسباب بادیہ
  - اسباب سابقہ
  - اسباب واصلہ
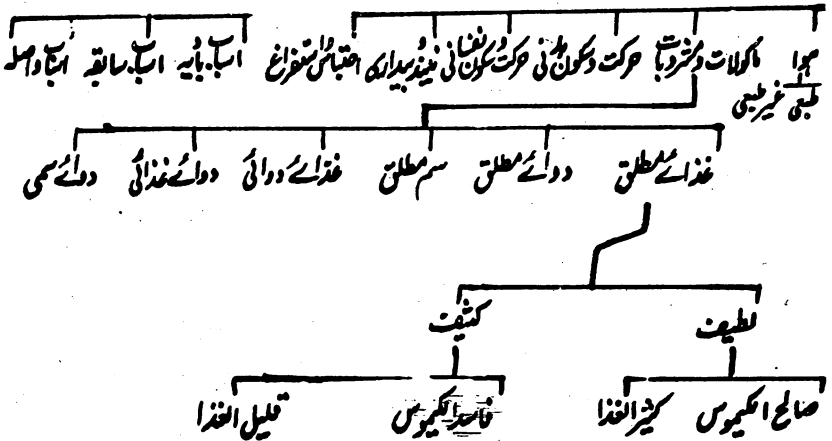
جزچہارم

علم العلامات

تعریف:۔ علامات جسم میں ظاہر ہونے والے ایسے نشانات ہوتے ہیں جن سے حالت صحت یا حالت مرض کا پتہ چلتا ہے۔

اقسام:۔ علامات کی تین اقسام ہیں۔ یہ تین زمانوں کے تحت پائی جاتی ہیں۔

(۱) ماضی (۲) حال ۔ (۳) مستقبل۔

علامات ماضی:۔ یہ عام طور پر اسباب بادیہ اور سابقہ پر روشنی ڈالتی ہیں جن سے مرض کی تہہ تک پہنچنے کے لئے ایک معالج ہی فائدہ حاصل کر سکتا ہے جب وہ ان کا اظہار کرتا ہے۔ تو یہ اس کی فضیلت اور قابلیت پر دلالت کرتا ہے معالج کے لئے ان کا ہمیشہ ذہن میں رکھنا باعث عزت ہے۔ ایسی علامات کو مذاکرہ کہتے ہیں۔

مثلاً ایک استسقا کا مریض معالج کے پاس آتا ہے۔ پیٹ اور حالت جسم کا معائنہ کرتے ہی وہ استسقا کا حکم لگا دیتا ہے ساتھ ہی مریض کے ورثا کو مرض کی ابتدائی علامات کو بھی اس طرح ظاہر کرتا ہے جیسے مریض ابتدا سے ہی اس کے پاس رہتا ہے۔ مثلاً ابتدا میں اس کا منہ خشک رہنے لگا تھا۔ پھر پیاس کی شدت رہنے لگی تھی۔ پیشاب گہرا زردی مائل جلا ہوا آیا کرتا تھا۔ جواب بھی آتا ہے۔ جوں جوں مرض بڑھا اس کے چہرہ ہاتھ اور پاؤں پر تہوج ورم اس بھی آیا

تھا. جونہی آماس کم ہوا پیٹ میں پانی پڑ گیا. ان علامات کو سنتے ہی مریض کے ورثا حیران رہ جاتے ہیں. انہیں یقین کامل ہو جاتا ہے کہ اب ہمارے مریض کی مرض کا پتہ لگ گیا ہے. اب اس کا علاج ہو جائے گا. یہی یقین ہی مریض کو اپنے معالج کے ہر حکم کی پابندی کرائے گا. اس میں مریض اور معالج دونوں کی بہتری ہے.

علامات حال

یہ ایسی علامات ہیں. جن کو لیکر مریض معالج کے پاس آتا ہے. ان کی دو صورتیں ہیں. اول وہ جو مریض بیان کرتا ہے. دوسرے وہ جن کا اظہار معالج کرتا ہے ان کو مریض بیان نہیں کرسکتا. لیکن ان کے اثرات کو ضرور سمجھتا ہے. وہ علامات جو مریض بیان کرتا ہے. وہ شرکی یا باطنی علامات کہلاتی ہیں.

اور جو معالج بیان کرتا ہے. وہی سبب واصلہ ہوتی ہیں یہی تشخیص اور حقیقت مرض پر روشنی ڈالتی ہے. ان کو دال یا ظاہری علامات کہتے ہیں.

باطنی علامات

افعال اعضا | نیند و بیداری | فضلات

افعال اعضا میں مریض کا وہ تمام بیان شامل ہے جسے وہ معالج کے سامنے دکھ بھری کہانی کی صورت میں بیان کرتا ہے. مثلاً وہ کہتا ہے کہ مجھے سینہ میں درد یا پیٹ میں تکلیف ہے. کوئی عضو پھڑکتا ہے یا سن ہو گیا ہے کھانسی آتی ہے سانس چڑھتا ہے. میں بیحد تنگ ہوں وغیرہ. معالج کو چاہیئے کہ وہ مریض کی بیان کردہ تمام علامات کو مفرد اعضا کے تحت سمجھے. یہی علامات سبب واصلہ

طور

کا پتہ دیتی ہیں۔

نیند و بیداری

نیند و بیداری پر اسباب ستہ ضروریہ میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ مختصر طور پر اس کے متعلق یہ سمجھ لیں کہ اگر مریض کہے کہ نیند کثرت سے آتی ہے۔ تو سمجھ لیں کہ جسم میں تری سردی کی کثرت ہے مریض کا جسم بھی چپچپا اور سرد محسوس ہوگا۔ اسے بالکل سفید، رنگ کا پیشاب ہوتا ہوگا۔

اس کے برعکس اگر کسی مریض کو نیند کی کثرت ہو۔ لیکن جسم سرد نہ ہو۔ اور نہ جسم چپچپا ہو۔ اور پیشاب سفید رنگ کا آنے کی بجائے تیل کی طرح زرد آئے تو سمجھ لیں کہ یہ حرارت کی زیادتی کا اثر ہے۔ یا کسی گرم زہر کی وجہ سے ہے مثلاً سانپ کے کاٹنے سے نیند کا آنا۔ یاد رکھیں سانپ کا زہر غدی عضلاتی اثر کا حامل ہے۔

جب مریض کو نیند نہ آئے تو اس کے بھی دو اسباب ہیں۔ جنہیں علیحدہ سمجھنا ضروری ہے اول اور عام سبب تو خشکی سردی یا خشکی گرمی کی زیادتی ہوا کرتی ہے جس میں پیشاب کا رنگ ہلکا یا گہرا سرخی مائل ہوا کرتا ہے ایسے مریض کو گرم خشک سے گرم تر اغذیہ ادویہ کھلانی پڑیں گی۔

دوسرا بڑا سبب رطوبات کی کثرت اور اعضا پر ان کا دباؤ ہے۔ مثلاً نزلہ زکام کی وجہ سے رطوبات کا دباؤ سر میں ہو گیا ہے۔ تو اسے درد سر رہنے لگے گا۔ درد کی حالت میں نیند بالکل نہیں آئے گی۔

اسی طرح کسی شخص کے پھیپھڑوں میں ملغم رطوبات کا اجتماع ہو گیا ہے جس سے اسے دم کشی (دمہ) کی شکایت ہو گئی ہے اب ظاہر ہے کہ جس شخص کا

سانس بھی آسانی سے نہ آئے اسے نیند کیسے آئے گی۔ اسے نیند لانے کے لئے خشک سرد سے خشک گرم اشیاء۔ اغذیہ ادویہ کھلانی پڑیں گی جونہی رطوبات کم ہوں گی۔ فوراً نیند کا غلبہ ہو جائے گا۔ یعنی تری و بلغم کے مریض کو خشک اشیاء (جسے عام طور پر نیند روکنے والی یا نیند اڑانے والی کہا جاتا ہے) مفید ہوں گی۔

فضلات

یہاں فضلات سے مراد جسم سے اخراج پانے والے مواد ہیں جن میں براز (ٹٹی)، پیشاب۔ پسینہ۔ قے۔ جریان منی۔ لیکوریا۔ خون حیض وغیرہ سب شامل ہیں۔ معالج کے پاس مریض ان کی کمی بیشی کا اظہار کرتا ہے معالج کو چاہیئے کہ جسم سے اخراج پانے والے مواد کا معائنہ کرے یا اس کی رنگت اور قوام وغیرہ کے متعلق مریض سے پوچھے مثلاً براز کے متعلق آکر کہتا ہے کہ اسے ٹٹیاں آرہی ہیں تو معالج کو اس سے یہ تخصیص کرنا ضروری ہے کہ پاخانہ پانی جیسا پتلا آرہا ہے۔ یا تھوڑا تھوڑا آؤں یا مخ ملا ہوا۔ کیونکہ پتلے پاخانے ہمیشہ رطوبات کی کثرت سے آیا کرتے ہیں۔ اور تھوڑے تھوڑے پاخانے حرارت کی زیادتی سے۔

اسی طرح ایک مریضہ آکر کہتی ہے کہ مجھے ماہواری ٹھیک نہیں آتی۔ معالج اس کے ان الفاظ سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ لہذا معالج کو چاہیئے کہ وہ مریضہ سے پوچھے کہ ماہواری زیادہ آتی ہے یا کم اور ماہواری کے دوران درد ہوتا ہے یا نہیں وغیرہ کیونکہ ماہواری کا زیادہ آنا عضلاتی تحریک کہلاتا ہے اور کم آنا اعصابی تحریک اسی طرح ماہواری کے دوران درد ہونا اور رک رک کر آنا غدی تحریک کے سبب ہوتا ہے

اسی قسم کی غلط فہمی اس وقت لگتی ہے جب ایک نوجوان آکر کہتا ہے کہ مجھے دھات آرہی ہے حالاں کہ ہو سکتا ہے کہ اسے مذی آتی ہو یا ودی کا اخراج بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کا موقع اخراج الگ الگ ہے مثلاً منی کا اخراج اس وقت ہوتا ہے جب کم و بیش انتشار رہو۔ بغیر انتشار کے منی کا اخراج ناممکن ہے یا مریض انتہائی مغلوب الشہوت ہو۔ جس سے بار بار کم و بیش انتشار ہوتا ہو۔ اور منی نکلتی رہتی ہو۔

مذی کا اخراج بوس کنار کرتے وقت فعل جماع سے قبل ہے اور ودی کا اخراج پیشاب کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان کا علاج تشخیص سے ہی ہو سکتا ہے۔ چونکہ پیشاب سب سے زیادہ اخراج پاتا ہے۔ اور خون سے اخراج پانے والا کیمیائی فضلہ ہے جو جسم کے اندر ہونے والے تمام کیمیائی اعمال کی توضیح و تشریح کرتا ہے۔ جس سے اعضا کے کیمیائی و مشینی افعال کا مکمل پتہ چلتا ہے۔ لہٰذا یہاں پیشاب کی حقیقت اور اس میں خراج پانے والے مواد اور اس کو دیکھ کر تشخیص کے طریقے لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

قارورہ

قارورہ دراصل اس شیشی کو کہتے ہیں جس میں مریض اپنا پیشاب طبیب کو دکھانے کے لئے لاتا ہے۔ لیکن ادب کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف اس برتن کا نام لیتے ہیں جس میں پیشاب ہوتا ہے۔ اور اس برتن یا شیشی کو قارورہ کہتے ہیں۔

قارورے کا تعلق چونکہ نظام بولیہ کے ساتھ ہے لہٰذا نظام بولیہ کی تشریح اور اس کے افعال جاننے کے لئے منافع اعضاء کے باب میں نظام بولیہ کے مضمون کو

پڑھیں. مختصر طور پر یہ یاد کر لیں. کہ گردوں میں پیشاب پیدا ہوتا ہے جو گردوں کی حالبین (نالیاں) کے ذریعے مثانہ میں جمع ہوتا ہے اور بوقت ضرورت اخراج پاتا ہے۔
چوبیس گھنٹوں میں تقریباً سیر سے ڈیڑھ سیر تک پیشاب خارج ہوتا ہے

صفات بول

جسم اور خون میں جس قسم کے کیمیائی و مشینی اعمال ہوتے ہیں۔ ان کا اثر قارورہ کے رنگ۔ اس کے قوام۔ اس کی مقدار پر بخوبی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی پیشاب کا رنگ سفید کبھی زرد اور کبھی سرخ ہوتا ہے۔ اس طرح کبھی پیشاب کم مقدار میں آتا ہے اور کبھی تھوڑی مقدار میں اور کبھی رک رک کر آتا ہے۔
اس کے علاوہ کبھی پیشاب میں کھاری پن ہوتا ہے کبھی تیزابیت کا غلبہ ہوتا ہے۔
جاننا چاہیئے بحالت صحت پیشاب عنبری یا ہلکے زرد رنگ کا شفاف سیال ہوتا ہے۔ جس کا وزن مخصوص آب خون کے برابر لیکن پانی سے کسی قدر زیادہ ہوتا ہے پیشاب کی روزانہ مقدار میں قوت موسم و غذا کی کمی بیشی اور نوعیت سے بہت فرق پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ موسم گرما میں چونکہ خون کا پانی بصورت پسینہ زیادہ خارج ہوتا ہے۔ جس سے پیشاب کم بنتا ہے اور کم آتا ہے اس کے برعکس سردیوں میں پسینہ بالکل نہیں آتا لہذا پیشاب سرد موسم میں بار بار اور زیادہ مقدار میں آتا ہے۔

اسی طرح گرم ادویہ اغذیہ کے استعمال سے پیشاب تھوڑا تھوڑا اور مقدار میں کم آتا ہے۔ اس کے برعکس پانی۔ شربت۔ دودھ۔ لسی وغیرہ سے اس کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔

ایک خاص نکتہ یہاں خاص بات یہ ہے کہ جہاں اغذیہ ادویہ اور موسموں سے پیشاب کی مقدار پر فرق پڑتا ہے وہاں ان سے پیشاب کے رنگ اور اس میں اخراج پانے والے مادوں میں بھی کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ مثلاً کبھی پیشاب سفید رنگ کا آتا ہے کبھی زرد اور کبھی سرخ جس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب سفید رنگ کی چیزیں اور ذائقہ میں کھاری و پھیکی چیزیں کھائی جاتی ہیں تو پیشاب کا رنگ سفید ہو جاتا ہے۔ مثلاً قلمی شورہ، جو کھار کھیرے۔ ککڑی، کدو۔ توری وغیرہ اور جب زرد رنگ کی اور ذائقہ میں چرپری چیزیں کھائی جاتی ہیں تو پیشاب کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ مثلاً ہلدی، ریوند خطائی۔ ساگ وغیرہ اسی طرح سرخ رنگ کی چیزوں سے پیشاب کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ مثلاً بھنے ہوئے گوشت ٹماٹر، شنگرف وغیرہ۔

یہ نقطہ بھی یاد رکھیں کہ جب سفید رنگ کا پیشاب آتا ہے تو اس میں الکلی (کھاری) مادہ زیادہ خارج ہوتا ہے اور جب سرخ رنگ کا پیشاب آتا ہے تو اس میں ترشی (ایسڈ) کا اضافہ ہو جاتا ہے وغیرہ

یادداشت بعض اطبا کا یہ خیال ہے کہ قارورہ سے صرف گردے اور جگر کے امراض کا ہی پتہ چلتا ہے اور قارورہ باقی امراض اور اعضاء کی خرابی پر روشنی نہیں ڈال سکتا۔ لیکن یہ خیال غلط اور

ناواقفی پر مبنی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ قارورہ سے سر سے لیکر پاؤں تک تمام اعضائی حالت اور ہر قسم کے جسمانی و کیمیائی تغیرات کا پتہ چلتا ہے۔ جس کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) چونکہ گردے تمام خون کو صاف کرتے ہیں۔ اور خون میں وہی مادہ زیادہ اخراج پاتا ہے۔ جسے محرک عضو زیادہ سے زیادہ تیار کر کے خارج کرتے ہیں۔ جنہیں سمجھنے کے لئے قانون مفرد اعضاء میں چند شرائط مقرر کر دی ہیں۔ ان پر مکمل عمل کرنے سے مرض کی تشخیص صحیح اور یقینی ہو جاتی ہے۔ (۲) چونکہ کوئی مادہ بغیر رنگ کے نہیں پایا جاتا۔ اس لئے قارورہ کو رنگ کے لحاظ سے بھی دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ قارورہ میں ایک ہی رنگ نہیں پایا جاتا۔ اس طرح کبھی پیشاب زیادہ مقدار میں آتا ہے کبھی کم مقدار میں۔ جو مختلف اعضاء کی تحریکات کا اظہار کرتا ہے۔ قارورہ میں اسی قسم کی کل چھ صفات پائی جاتی ہیں۔ جو یہ ہیں۔ (۱) رنگت (۲) مقدار (۳) مادہ (۴) رسوب (۵) قوام (۶) حجم

قارورہ دیکھنے کا طریق

قارورہ کے امتحان سے پہلے اس چیز کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ قارورہ صبح کا پہلا ہونا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ قارورہ تمام لایا جائے۔ تب مندرجہ بالا چھ صورتوں کو قارورہ میں تلاش کریں۔ ہر ایک کی حقیقت اہمیت اور ضرورت کی تفصیل درج ذیل ہے۔

رنگت

رنگت میں سب سے اہم وہی رنگ ہیں۔ جو فطرت نے اس کائنات میں پیدا کئے ہیں۔ (۱) نیلا (۲) پیلا (۳) سرخ باقی رنگ ان کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں جیسے سبز رنگ نیلے اور پیلے رنگ کے

ملنے سے بنتا ہے۔ نارنجی رنگ پیلے اور سرخ رنگ کے ملنے سے بنتا ہے۔ اسی طرح ردغوانی رنگ نیلے اور سرخ رنگ کے ملنے سے بنتا ہے۔

اقسام رنگ

(۱) مفرد رنگ: نیلا، پیلا، سرخ

(۲) مرکب رنگ:

نیلا: سفید سرخی مائل، سفید زردی مائل

پیلا: زرد سفیدی مائل، زرد سرخی مائل

سرخ: سرخ زردی مائل، سرخ سفیدی مائل

نیلا رنگ

نیلے رنگ کو سفید رنگ بھی کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) سفید زردی مائل (۲) سفید سرخی مائل۔
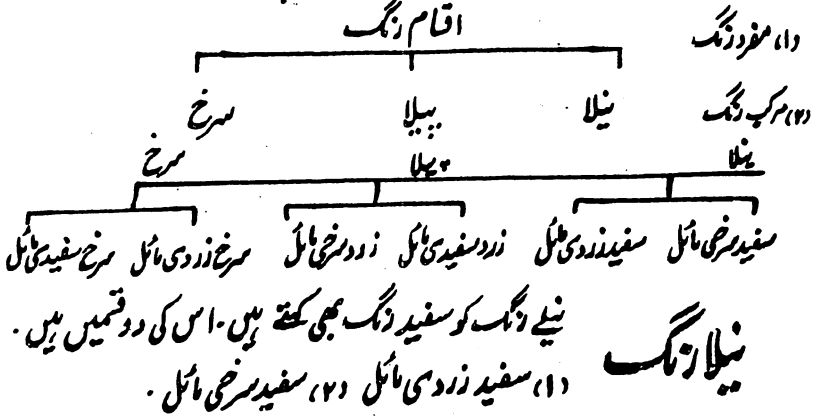
ایسا پیشاب جس کا رنگ سفید زردی مائل ہو۔ جسم میں رطوبت کی زیادتی اور حرارت کی کمی کا اظہار کرتا ہے۔ اور سفید سرخی مائل یا نیلگوں پیشاب رقیق رطوبات کی کثرت اور حرارت کی انتہائی کمی کا اظہار کرتا ہے۔ ایسا پیشاب ضعف گردہ و جگر اور تسکین قلب کی علامت ہے اور نزلہ و زکام مسلسل بول۔ ذیابیطس۔ لیکوریا۔ بندشِ حیض وغیرہ علامات کا پتہ دیتا ہے۔

سرخ رنگ (حمرت)

قانون مفرد اعضا میں سرخ رنگ کے بھی دو درجے ہیں۔ (۱) سرخ سفیدی مائل سرخ زردی مائل۔ سرخی مائل سفید رنگ کا قارورہ سوداوی سردی وخشکی کی علامت ہے ایسا پیشاب کے دوران خارش۔ رسولیاں۔ پتھریاں۔ قبض۔ ریاح معدہ۔ تبخیر۔ بدہضمی۔ کھٹے ڈکار۔ نیند کی کمی وغیرہ علامات پائی جاتی ہیں۔

جب قارورہ کا رنگ گہرا سرخ زردی مائل ہوجاتا ہے تو درج ذیل علامات

پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۱) سوزش معدہ۔ درد معدہ۔ گمن۔ نیند کی کمی۔ کثرت حیض۔ جسم کا دبلا پتلا ہونا دق۔ اختلاج قلب وغیرہ۔

نوٹ: جاننا چاہیئے کہ کل سات رنگ ہیں جو مندرجہ بالا تینوں رنگوں کے امتزاج سے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ان سات رنگوں کے شیشوں کو آگے پیچھے رکھ کر ایک طرف سے روشنی ڈالی جائے۔ تو دیوار پر سفید رنگ آئے گا۔ لیکن ایک شیشہ بھی نکال دیا جائے تو دیوار پر سیاہ سایہ ہوگا۔ گویا یہ ساتوں رنگ سفید رنگ کے مرکب ہیں۔ جب ان سات رنگوں کا امتزاج اندازے سے کم و بیش ہو جائے تو سیاہ رنگ بن جائے گا۔

اس تشریح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب سفید یا سیاہ رنگ کی چیزوں میں دوسرے رنگ کا امتزاج معلوم نہ ہو تو ہم اسے سفید یا بے رنگ اور سیاہ یا کالی شے کہتے ہیں۔

لہٰذا جب کسی مریض کا پیشاب بالکل سفید۔ بے رنگ اور پانی جیسا ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ طبیعت نے پانی میں تصرف ہی نہیں کیا۔ اب قارورہ انتہائی حرارت غریزی کی کمی کا پتہ دیتا ہے۔ اعصابی تحریک زوروں پر ہوتی ہے۔ مسلسل بول ذیابیطس۔ زکام۔ ریشہ خام بلغم کا اخراج کثرت سے ہوتا ہے۔ مریض نہ روشنی کو برداشت کرتا ہے نہ شور وغل کو۔ تنہائی میں چھپ کر رہنا پسند کرتا ہے

قارورہ کا سیاہ رنگ کا آنا انتہائی سردی خشکی کی دلیل اور سودا کا فروت سے بڑھ جانا ثابت کرتا ہے۔ ایسے مریض میں اکثر طبیعت جگر کی انتہائی کمی ہو جاتی ہے

ضعف قلب شدید ہوتا ہے۔ سردی خشکی اور اکثر غلیظ بلغم ہوتی ہے۔ خون کا قوام بھی گاڑھا ہو جاتا ہے۔ نبض ٹھہر نے لگ جاتی ہے۔ ایسا قارورہ زندگی سے مایوسی کا اظہار کرتا ہے۔

اگر خدانخواستہ سیاہ رنگ کے قارورہ والا مریض آئے تو اسے فوراً عضلاتی غدی یا غدی عضلاتی دوا کھلائیں۔ جس سے حرارت غریزی بڑھے۔ اگر جلد حرارت غریزی کو محفوظ کر لیا جائے۔ تو مریض کے تلف ہونے کا خطرہ بہت کم ہوتا ہے۔

زرد رنگ (صفرت)

قانون مفرد اعضا میں زرد رنگ کی بھی دو حالتیں سمجھی جاتی ہیں۔ (۱) زرد سرخی مائل (۲) زرد سفیدی مائل

زرد سرخی مائل

جب قارورہ کا رنگ زرد سرخی مائل ہو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جسم میں صفرا و حرارت کی بے حد کثرت ہے۔ یرقان اصفر میں بھی قارورہ اسی رنگ کا آتا ہے۔ جسم میں خشک خارش ہوتی ہے۔ پیشاب اکثر جلن کے ساتھ آتا ہے۔ سینہ میں جلن ہاتھ پاؤں میں جلن ہوتی ہے جفقان قلب کی حالت ہوتی ہے بھوک نیند ہوتی ہے۔ دل کا حجم بڑھ جاتا ہے۔ چونکہ حرارت کی زیادتی ہوتی ہے۔ لہٰذا جسم کا گوشت پیلا ہو جاتا ہے۔ ہاتھ پاؤں اور چہرہ تہوج۔ اماس اور سوجن ہو جایا کرتی ہے۔

زرد سفیدی مائل

جب قارورہ کا رنگ زرد سفیدی مائل ہو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صفرا کا اخراج ہو رہا ہے۔ اسی صورت میں پیشاب زیادہ جلن کے ساتھ آتا ہے اکثر سوزاک یا تقطیر بول اسی

صورت میں ہوتا ہے۔ چھپاکی یا دھپڑ نکلتے ہیں۔ ابکائیاں اور قے آتی ہے وغیرہ۔

(۲) مقدار بول

مقدار بول کی دو اقسام ہیں۔

(۱) اعتدال سے زیادہ اعتدال سے کم

مقدار بول
زیادہ | کم
کم: جلن کے ساتھ | بغیر جلن کے
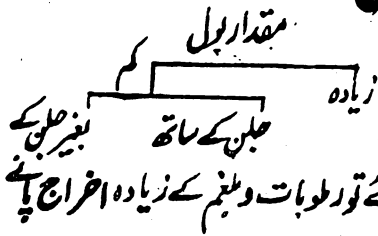
جب قارورہ اعتدال سے زیادہ آئے تو رطوبات و بلغم کے زیادہ اخراج پانے کی دلیل ہے۔ ایسا قارورہ اعصابی تحریک کا اظہار کرتا ہے۔

جب قارورہ اعتدال سے کم آئے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جسم میں رطوبات کی انتہائی کمی ہے ایسا قارورہ عضلاتی تحریک کا اظہار کرتا ہے۔

ایک خاص نکتہ جب قارورہ اعتدال سے کم آتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ اول قارورہ بغیر رکاوٹ اور بغیر جلن کے آتا ہے یہ عضلاتی تحریک کو ظاہر کرتا ہے۔ دوم قارورہ قطرہ قطرہ اور شدید جلن کے ساتھ آتا ہے۔ ایسا قارورہ غدی تحریک کا مظہر ہے۔

(۳) مادہ

مادہ سے مراد قانون مفرد اعضا میں پیشاب میں اخراج پانے والے اسے کیمیائی مواد کہتے ہیں جو کیمیائی امتحان سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔

الکلی	سالٹ	ایسڈٹی
کھار	نمکین	ترشی

مثلاً ایسا قارورہ جس میں الکلی وکھاری پن زیادہ ہو اس میں سرخ لٹمس ڈالنے سے نیلا ہو جائے گا۔ یہ اعصابی و دماغی تیزی کی علامت ہے۔ اور ترش و تیزابی قارورہ میں نیلا لٹمس ڈالنے سے سرخ ہو جاتا ہے۔ اور ایسا قارورہ جس میں سالٹ (نمک) کی زیادتی ہو گی اس میں نیلا یا سرخ لٹمس اپنی اپنی اصل حالتوں پر قائم رہیں گے۔
جس قارورہ میں نیلا لٹمس سرخ ہو گا وہ غدی تحریک کا اظہار کرے گا۔

(۴) رسوب

تعریف قارورہ کا رسوب اس جسم کا نام ہے جو قارورہ کی مائیت سے غلیظ اور اس سے ممتاز نظر آئے۔ وہ خواہ قارورے میں معلق ہو یا اس کے اوپر تیر رہا ہو۔ یا قارورے کی تہ میں بیٹھا ہوا ہو۔

رسوب کی تین اقسام ہیں۔
(۱) تیرنے والا رسوب (۲) معلق رسوب تہ نشین رسوب

تیرنے والا رسوب	معلق رسوب	تہ نشین رسوب
غدی	اعصابی	عضلاتی

تیرنے والے رسوب

قارورہ کی سطح پر تیرنے والے رسوب جسم میں حرارت کی زیادتی کی علامت ہیں۔ اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جسم میں شدید تحلیل ہو رہی ہے خصوصاً چربی اور جسم کا روغنی حصہ پگھل رہا ہے۔

نوٹ:۔ یاد رکھیں حرارت چیزوں کو تحلیل کر کے ہلکا کر دیتی ہے جس سے پانی تحلیل ہو کر اول بھاپ بنتا ہے پھر اوپر اڑ جاتا ہے یہی حال جسم میں حرارت

سے تحلیل ہو کر اخراج پانے والے رسوب کا ہے

معلق رسوب

ایسے رسوب جو قارورہ میں نہ تہ نشین ہوں اور نہ سطح پر تیریں بلکہ معلق ہوں۔ ایسے رسوب رطوبت کی زیادتی کی علامت ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ رطوبت میں نہ شدید حرارت ہے جس سے اس میں ہلکا پن ہو اور نہ شدید سردی ہے۔ جس سے اس میں بھاری پن ہو یہ اعصابی تحریک کو ظاہر کرتے ہیں۔

تہ نشین رسوب

چونکہ سردی کی زیادتی سے چیزوں میں بھاری پن پیدا ہوتا ہے اس لیے جو رسوب قارورہ کی تہ میں بیٹھے ہوں گے۔ وہ وزنی اور بوجھل ہوں گے جو جسم میں سردی خشکی کی زیادتی کا اظہار کرتے ہیں۔

رسوب بلحاظ رنگ تین اقسام کے ہیں۔ سفید، سنہری زرد اور سرخ۔ سفید رسوب بلغم زرد صفرا اور سرخ سودا و خشکی کی علامت ہوتے ہیں۔

رسوب بلحاظ رنگ

سفید	زرد	سرخ

(۵) قوام

قوام سے مراد قارورہ کا گاڑھا اور پتلا ہونا ہے اس کی بھی تین اقسام ہیں۔ رقیق۔ غلیظ۔ معتدل

قارورہ بلحاظ قوام

رقیق	معتدل	غلیظ
اعصابی	غدی	عضلاتی

رقیق رقیق سے مراد پانی کی طرح جس میں مائیت غالب ہو۔ ایسا قارورہ عدم نضج۔ ضعف گردہ و مثانہ کی علامت کا اظہار کرتا ہے ایسا قارورہ اعصابی عضلاتی تحریک سے ہی آ رکتا ہے

غلیظ ایسا قارورہ جس میں غلیظ مادے اخراج پاتے ہوں۔ عدم نضج کی علامت ظاہر کرتا ہے۔ یعنی غدد میں سکون سے کچھ اخلاط جزو بدن ہوئے بغیر خارج ہو رہے ہیں یہ عضلاتی اعصابی سردی خشکی کی علامت ہیں۔ ان کا علاج غدی تحریک پیدا کرکے کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ:۔ بعض دفعہ قارورہ میں سفید لسی کی طرح رسوب خارج ہوا کرتے ہیں۔ جو اکثر زمین کو بھی سفید کر دیتے ہیں۔ یہ تسکین غدد کی علامت ہیں۔

معتدل قارورہ کے رقیق اور غلیظ کی درمیانی حالت کو معتدل کہتے ہیں۔ اور یہ غدی تحریک کا اظہار کرتا ہے۔

(۶) حجم

حجم کے معنی جگہ گھیرنا ہے۔ قارورہ کے حجم سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی وزن سے مختلف مریضوں کے پیشاب کا حجم ناپنا ہے مثلاً ایک ایک پونڈ کی تین بوتلوں میں ایک ایک پاؤ وزن مختلف مریضوں کا قارورہ ڈالا جائے کا وزن ایک ہونے کے باوجود بوتلیں مختلف مقامات
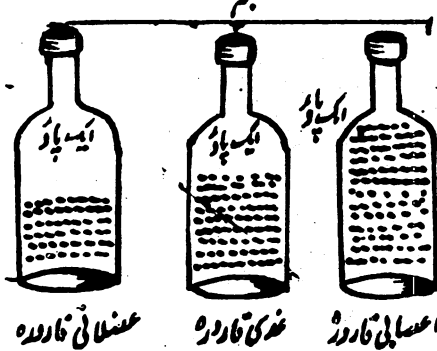
تک کبیری ہیں زیادہ حجم والی بوتل والا قارورہ اعصابی تحریک کا اظہار کرتا ہے۔ درمیانہ حجم غدی تحریک اور کم حجم عضلاتی تحریک اظہار کرتا ہے۔ مندرجہ بالا امور پر تشخیص مرض کیلئے عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی حکیم یا معالج ان امور پر پابندی کرے گا۔ انشاءاللہ اسے کبھی بھی تشخیص مرض میں دھوکہ نہیں لگے گا۔

براز

جہاں قارورہ دیکھ کر یا اس کا کیمیائی امتحان کر کے تشخیص مرض کی جاتی ہے وہاں براز دیکھ کر بھی مرض تشخیص کی جا سکتی ہے براز کے ذریعے تشخیص مرض کرنے میں بھی انہیں شرائط کی پابندی لازمی ہے جو قارورہ میں اپنائی جاتی ہیں۔ البتہ قارورہ سے تشخیص بنسبت براز سے افضل ہے کیونکہ قارورہ خون سے اخراج پاتا ہے اور وہ اعضا کے مشینی و کیمیائی تمام حالات کا اظہار کرتا ہے لیکن براز چونکہ خون سے اخراج نہیں پاتا۔ اس لئے جسم میں کیمیائی حالات کا پتہ لگانا براز سے مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ براز کے ذریعہ تشخیص کرنے کے لئے صرف تین صورتوں کو ہی اپنایا جاتا ہے باقی صورتوں پر بھی عمل کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ تین صورتیں یہ ہیں (۱) مقدار (۲) قوام (۳) رنگ۔

مقدار براز

مقدار براز کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) زیادہ مقدار میں پاخانہ آئے (۲) کم مقدار میں پاخانہ آئے۔ پھر کم مقدار کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) کم مقدار میں پاخانہ درد کے ساتھ تھوڑا تھوڑا آئے (۲) کم مقدار میں پاخانہ بغیر درد کے آئے اول

زیادہ — اعصابی

کم — درد کے ساتھ تھوڑا تھوڑا غدی | بغیر درد کے سدوں کی صورت میں عضلاتی

صورت غدد کی تیزی ظاہر کرتی ہے اور دوم صورت عضلاتی تحریک کی مظہر ہے۔

قوام براز

قوام کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) رقیق (۲) لیسدار غلیظ (۳) خشک سدے

قوام براز

رقیق	لیسدار غلیظ	خشک سدے
اعصابی	غدی	عضلاتی

رقیق

رقیق پاخانے رطوبات کی کثرت پر دلالت کرتے ہیں۔

لیسدار غلیظ

لیسدار براز کبھی کسی غذا و دوا کے لیسدار ہونے سے آتے ہیں مثلاً اسبغول۔ تالمکھانہ وغیرہ کھانے سے کبھی اعضائے جسم کی سوزش اور تحلیل سے آتے ہیں۔ ایسے پاخانہ اکثر غدی تحریک کی سوزش سے ہی آیا کرتے ہیں۔ ان میں اکثر آئیں یا مکھ یا خون ضرور ملا ہوا ہوتا ہے۔

خشک سدے

براز سدوں کی صورت اس وقت اختیار کرتا ہے۔ جب جسم اور خون میں رطوبات کم ہوجاتی ہیں۔ ایسا براز سردی خشکی کی علامت ہے اور اس بات کا بھی اظہار کرتا ہے کہ صفرا ضرورت کے مطابق جگر سے امعا کی طرف نہیں آرہا۔ یہ تسکین جگر کی سب سے بڑی علامت ہے۔ ان علامات کے ساتھ بدبو کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ تو تشخیص میں کافی سہولت ہوجاتی ہے۔ مثلاً بدبو کی تیزی رطوبات میں حرارت کے اثر کرنے کی علامت ہے یعنی رطوبات متعفن ہورہی ہیں۔ جو اعصابی عضلاتی تحریک کا پتہ دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چیچک خسرہ تخمہ اور ہیضہ جیسی رطوبتی امراض میں قارورہ اکثر بدبودار اور متعفن ہوا کرتا ہے ان کا علاج متعفن ہونے والی رطوبات کو خشک کرنا اور انہیں خارج کرنا ہے۔ اسی

طرح بدبو کی کمی یا فقدان اس امر کی دلیل ہے کہ حرارت جسم میں کم ہو گئی ہے ۔

رنگ — براز کے رنگ بھی قارورے کی طرح

رنگ: سفید — پیلا — سرخ یا سیا
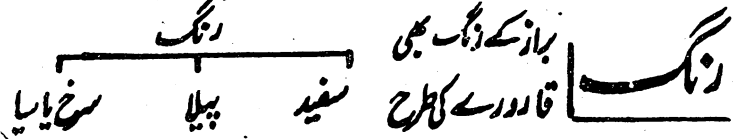
تین ہی ہیں (۱) سفید (۲) پیلا (۳) سرخ ۔ اعصابی غدی عضلاتی

براز کی سفیدی غلبہ بلغم کی دلیل ہے ۔ اس سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ سودا کم ہو گیا ہے اور صفرا جگر سے اخراج نہیں پا رہا ۔ یا ضرورت سے زیادہ اخراج پا گیا ہے ۔

براز کی زردی صفرا کے غلبہ کی دلیل ہے ۔ اور جگر کے فعل کی تیزی کا پتہ دیتی ہے

براز کی سرخی ریاح کی زیادتی اور خون کے جوش کو ظاہر کرتی ہے اور اس کی سیاہی سوداوی خلط کے بڑھنے کی علامت ہے ۔

سبز رنگ کا براز صفرا کے خارج ہونے کی دلیل ہے ۔ اور اس میں کمی واقع ہو رہی ہے

بعض اوقات براز میں پیپ اور خون بھی ملا ہوا ہوتا ہے ۔ جو اندر کے زخم اور پھوڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔

اسی طرح بعض اوقات براز کے ساتھ غیر معمولی قراقر اور جھاگ بھی خارج ہوتے ہیں ۔ جو عام طور پر ریاح کی زیادتی کی دلیل ہوتے ہیں ۔ اور اس امر کا پتہ دیتی ہیں کہ ابھی رطوبات ضرورت سے زیادہ ہیں نہایت ہی سڑا ہوا اور بدبودار سیاہی مائل پاخانہ اکثر موت کی دلیل ہوا کرتا ہے ۔

اب تک مریض کی بیان کردہ معلومات پر تحقیقات پیش کی گئی ہیں ۔ اب یہاں معالج جن نقاط کے تحت مریض کے مرض کی تلاش کرتا ہے ۔ ان پر تحقیقات پیش کی جاتی ہیں ۔

نقاط برائے معالج

مریض میں جن نقاط کو مرکز بنا کر معالج مرض کی تلاش کرتا ہے ان کی تعداد بھی تین ہی ہے
(۱) ظاہری علامات جسم (۲) انفعالات انسانی (۳) ملمس جسم

ظاہری علامات جسم

ظاہری علامات — انفعالات انسانی — ملمس جسم

رنگت — ہیئت

ظاہری علامات جسم میں سب سے زیادہ اہمیت چہرے کو حاصل ہے کیونکہ چہرہ جسم کے اندرونی حالات کے اظہار کے لئے شیشے کا کام دیتا ہے ظاہری علامات کی دو اقسام ہیں۔ (۱) رنگت (۲) ہیئت یا ساخت اعضاء

چہرے سے امراض کی تشخیص

چہرے اور ظاہری جسم کو دیکھ کر امراض کی تشخیص کرنا اگرچہ مشکل امر ہے۔ لیکن ذرا محنت سے یہ علم بھی پوری طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اگر معالج اس پر دسترس حاصل کرلے تو اس کی عزت ووقار میں از حد اضافہ اور اس کی شہرت دور دور تک پہنچ جاتی ہے
چونکہ ظاہری طور پر چہرے پر دو حقیقتوں کا اظہار ہوتا ہے لہٰذا ان پر چند اصولی باتیں بیان کی جاتی ہیں جن پر غور فکر کرنے سے معالج کا ذہن کھل جاتا ہے۔ اور وہ ہر مرض کو چہرے اور ظاہری علامات سے معلوم کر سکتا ہے اس علم کو حکم لگا سکتے ہیں۔

رنگت

چونکہ جسم انسان کے اعضا کی غذا اخلاط ہے اخلاط اپنے اپنے مخصوص رنگ رکھتے ہیں۔ جو عضو فعل میں تیز ہوتا ہے اس عضو

کی پیدا کردہ خلط کا رنگ چہرے پر واضح ہوجاتا ہے۔ مثلاً زرد رنگ صفرا کی زیادتی کی علامت ہے۔ اور غدد وجگر کی تیزی ظاہر کرتا ہے۔

اسی طرح سفید رنگ بلغم کی کثرت اور اعصاب و دماغ کے فعل کی تیزی ظاہر کرتا ہے سیاہ رنگ سوداویت کا اظہار ہے اور عضلات وقلب کے فعل کی تیزی کی علامت ہے مثلاً چہرے پر سیاہ داغ یا مسے عضلاتی تحریک کی گواہی دیتے ہیں۔

گال گالوں کی سرخی اور غیر معمولی تمازت (چمک) جس کے ساتھ چہرے کا رنگ اڑا ہوا ہو۔ عام طور پر پھیپھڑوں کے ورم اور اختلاج قلب کی علامت ہے عورتوں کے گالوں پر چھائیاں پڑ جانا سوزش خصیۃ الرحم اور خرابی حیض کی نشانی ہے۔

منہ منہ کا کھلا رہنا ضعف قلب اور پھیپھڑوں کی کمزوری کی علامت ہے۔ اس کے برعکس منہ کا سختی سے بند ہونا تشنج وورم دماغ اور غشی کی علامت ہے۔ منہ سے رال ٹپکنا۔ فالج فم دماغی اور عصبی خرابی اور بعض لوگوں میں امعاء کے کیڑوں اور شدید قراقر شکم کی طرف اشارہ ہے۔

آنکھ آنکھوں کی زرد صفراوی امراض مثلاً یرقان۔ سوء القنیہ۔ استسقا۔ آنکھوں میں سرخی۔ آشوب چشم درد نزلہ اور سوزش اعصاب کی علامت ہے۔ آنکھوں کے پپوٹوں پر پھنسیاں عصبی سوزش آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے۔ امراض گردہ امعاً بواسیر اور خون میں تیزابیت کی تیزی کی علامت ہے۔ آنکھوں کے گڑھے خصوصاً بچوں میں اعصاب کی سوزش اور پیاس اور اسہال کی شدت کی علامت ہیں نوجوان کا مایوس اور اداس رہنا ضعف باہ اور جریان کی طرف اشارہ ہے۔ ایک طرف کی آنکھ کا بند نہ ہونا لقوہ کی علامت ہے۔

ہونٹ

ہونٹوں پر سرخ سیاہی مائل پھنسی سوزش اعصاب و دماغ کی علامت ہے اور مریض کے حق میں خطرناک ہے خصوصاً اگر اس پھنسی کے ساتھ ہچکی بھی ہو۔

ہونٹوں کی سرخی جسم کی اندرونی سوزش کی طرف اشارہ ہے ہونٹوں کی زردی صفرا کی زیادتی اور قے کی علامت ہے۔ ہونٹوں کا خشک رہنا بواسیر۔ معدے کی سوزش اور مالیخولیا کی طرف اشارہ ہے۔

بخار کے دوران ہونٹوں کا خشک ہونا لمبے بخار کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح سرسام اور پھیپھڑوں کے اورام میں ہونٹوں پر خشک قسم کی پیپڑیاں جم جاتی ہیں۔

بخار کے دوران ہونٹوں کا پھٹنا یا پکنا بخار کے اترنے کی علامت ہے۔ ہونٹوں کا پوری طرح بند نہ ہونا لقوہ کی بہت بڑی علامت ہے۔ ہونٹوں کا لٹک جانا ضعف عضلات اور فالج کی علامت ہے۔

موت کے قریب کی علامات

منہ کا کھلا رہنا۔ آنکھوں کا پتھرایا ہوا معلوم ہونا۔ ناک کا مڑ جانا چہرے پر پریشانی کے آثار سینے پر بلغم کی زیادتی اور اخراج نہ پانا۔ مریض کا بے ربط باتیں کرنا۔ ہاتھ پاؤں میں کھچاوٹ اور سکت کا نہ پایا جانا۔ ہاتھ پاؤں کا سرد پڑ جانا۔ نبض عام طور پر نملی ہو اور اس میں بار بار رکاوٹ کا پایا جانا۔ حکما اسے فترہ پڑنا کہتے ہیں۔ قارورہ سے میں سیاہی کا ہونا۔

ہیئت اعضاء

ہیت سے مراد چہرے اور جسم کا دبلا یا موٹاپن اور اس میں رطوبات کی کمی و زیادتی وغیرہ ہے۔ جسم کا

لحیم و شحیم ہونا رطوبت و حرارت کی علامت ہے۔ ایسے مریض کا پیشاب اگر سفید ہو تو رطوبت اور اگر زرد ہو تو حرارت کی علامت ہے جسم کا دبلا پن عضلاتی تحریک اور چربی کی کمی علامت ہے۔

اگر جسم میں گوشت کی زیادتی ہو اور عضلات تنے ہوئے ہوں تو سمجھ لیں کہ جگر کے فعل میں تیزی ہے۔ اگر چہرہ پچکا ہوا ہو تو معدہ امعا اور گردوں کے امراض کی طرف اشارہ ہے۔ بالوں کی قلت و کثرت رطوبت اور گرمی کی طرف اشارہ ہے یعنی بالوں کی کمی رطوبت اور کثرت گرمی کی علامت ہے۔

بالوں کا موٹا ہونا بخارات دخانیہ کی کثرت پر اور باریک ہونا بخارات دخانیہ کی قلت پر دلالت کرتا ہے۔ بالوں کا کھنگریالہ ہونا گرمی خشکی پر اور سیدھا ہونا سردی تری پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح بالوں کا ملائم ہونا تری کی زیادتی اور ان کا خشک اور پھٹا ہوا ہونا خشکی کی علامت ہے۔

رنگت کے لحاظ سے بالوں کی سیاہی گرمی پر اور بالوں کی سفیدی تری سردی کی علامت ہے۔

ہاتھ پاؤں سفید اور رگوں کا کشادہ ہونا جوڑوں کا ظاہر ہونا یہ سب حرارت کی علامات ہیں ان کے برعکس سردی کی علامات ہوں گی۔

وریدوں کا پھولا ہوا ہونا ریاح کی سب سے بڑی علامت ہے۔

(۴) انفعالات انسانی

انفعالات انسانی ہیں انسان کی حرکات و سکنات۔ اس کے بات کرنے کے

ڈھنگ اور اس کے جذبات کا جاننا ہے۔ مثلاً زیادہ سکون سے بیٹھنا یا ضرورت یا بغیر ضرورت حرکات کرتے رہنا۔ اول صورت رطوبات کی کثرت کی دلیل ہے اور دوم صورت خشکی و عضلات کی تیزی کی علامت ہے۔

تیز مزاج کلام کی کثرت اور سرعت اور تسلسل خشکی کی علامات ہیں۔

بے حیائی، طیش، جرأت یہ شدت حرارت کی علامات ہیں ان کی کمی رطوبت پر دلالت کرتی ہے۔ بزدلی اور خوف تری سردی کی علامات ہیں۔ غم اور غصہ حرارت کا اظہار کرتے ہیں۔ لذت و مسرت خشکی اور قلب کے فعل کی زیادتی کا اظہار کرتے ہیں حیا اور وقار کی زیادتی گرمی تری پر دلالت کرتے ہیں۔

ملمس جسم

ملمس جسم سے مراد معالج کا مریض کے جسم پر ہاتھ رکھ کر دیکھنا۔ اس طریقہ سے معالج مریض میں تین چیزوں کو تلاش کرتا ہے جسم کا درجہ حرارت (۱) حالت جسم (۲) نبض

جسم کا درجہ حرارت تندرست انسان کا درجہ حرارت ۹۸.۴ فارن ہیٹ ہوتا ہے۔ چاہے موسم سردی کا ہو چاہے گرمی کا۔ تندرستی کی حالت میں جسم کا درجہ حرارت یہی ہوگا۔

کمی بیشی کی صورت یوں بیان ہوگی اگر درجہ حرارت زیادہ ہے تو بخار ہوگا اگر کم ہے حرارت کی کمی ہوگی اور جسم سرد ہوگا۔ حرارت کی کمی بیشی کا سبب معالج مریض میں دوسری علامات سے اخذ کرے گا۔

حالت جسم حالت جسم سے مراد جسم کا نرم و سخت ہونا معلوم کرنا ہے۔

جو چھو کر ہی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اعضا کی سختی خشکی سردی پہ دلالت کرتی ہے۔ اور اعضا کی نرمی تری اور گرمی پہ دلالت کرتی ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ جب مریض کا جسم نرم ہو۔ اور گوشت ہڈیوں کی ساتھ لگا ہوا ہی معلوم نہ ہو بلکہ پلپلا ہو۔ تو ایسی صورت میں مریض کا قارورہ دیکھنا ضروری ہے۔ اگر قارورہ سفید ہو گا۔ تو اعصابی تحریک کی وجہ سے ہو گا۔ اور اگر پیشاب کا رنگ زرد ہو گا تو اس کا سبب غدی تحریک ہو گا۔

نبض

شرائین کی وہ حرکت جو دل کے انقباض و انبساط (سکڑنا اور پھیلنا) کے ساتھ ان میں خون پھینکنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ حرکت جسم کی تمام شرائین میں پیدا ہوتی ہے۔ مگر یہاں پر مخصوص وہ شرائین ہیں۔ جو بعض مقامات پر نمایاں ہوتی ہیں جن کو انگلیوں سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کلائی کی شریان۔ کنپٹی کی شریان اور ٹخنے کی شریان وغیرہ نبض سے مراد انہی شرائین خصوصاً کلائی کی شریان کی حالت کو محسوس کرنا ہے۔ جس سے کمال فن کا پتہ چلتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے (جن میں اکثریت فرنگی طب والوں (ڈاکٹروں) اور ماڈرن سائنس والوں کی ہے) کہ نبض سے سوائے حرکات قلب کے اور کسی چیز کا پتہ نہیں چل سکتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ فن نبض شناسی سے آگاہ نہیں ہوتے۔ بالکل اسی طرح جیسے وہ لوگ جو راگ و راگنی اور سر تال و لَے کے زیر و بم سے واقف نہیں ہوتے وہ موسیقی و نغمہ اور رقص کے فنی کمالات سے بے خبر ہوتے ہیں۔ جو لوگ فن نبض شناسی سے آگاہ ہیں۔ اور اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔ ان کے لیے نبض دیکھ کر امراض کا بیان کر دینا بلکہ ان کی تفصیلات کا ظاہر کر دینا کوئی مشکل بات نہیں ایک نبض شناس معالج نہ صرف اس فن پر پوری دسترس حاصل کر لیتا ہے۔ بلکہ وہ بڑی عزت اور وقار کا مالک بھی بن جاتا ہے۔ اس لیے ہر معالج کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ پوری کوشش سے اس فن کو حاصل کرے۔

جاننا چاہیئے کہ نبض سے صرف حرکات قلب ہی کا پتہ نہیں چلتا بلکہ اس میں (۱) خون کے دباؤ (۲) خون کی رطوبات اور خون کی حرارت کا بھی علم ہوتا ہے۔ یاد رکھیں کہ ہر حالت میں دل کی حرکات بدل جاتی ہیں۔ جس کے ساتھ ساتھ نبض کی حرکات اس کے جسم اور اس کے مقام میں بھی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس سے انسانی جسم

کے حالات پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔

راز کی بات

دل ایک عضلاتی عضو ہے۔ مگر اس پر دو غلاف پر دے چڑھے ہوتے ہیں۔ دل کے اوپر کا پردہ غشائے مخاطی اور غدی ہے۔ اور اس کے اوپر بلغمی اور اعصابی پردہ ہوتا ہے۔ جو شریانیں دل اور اس کے دونوں پردوں کو غذا پہنچاتی ہیں ان میں تحریک یا سوزش سے تیزی آجاتی ہے۔ جس کا اثر حرکات قلب اور انعال شرائین پر پڑتا ہے۔ جس سے ان میں خون کے دباؤ، خون کی رطوبات اور خون کی حرارت میں کمی بیشی ظاہر ہو جاتی ہے۔

ذہن نشین کر لیں کہ (۱) شریان میں خون کا دباؤ قلب کی تحریک سے پیدا ہوتا ہے۔ جو اس کی ذاتی اور عضلاتی تحریک ہے۔ (۲) خون کی رطوبات میں زیادتی دل کے بلغمی اعصابی پردے میں تحریک سے ہوتی ہے۔ اسی طرح (۳) خون کی حرارت قلب کے غشائی غدی پردے میں تحریک سے پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح دل کے ساتھ اعصاب دماغ اور غدد جگر کے انعال کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ راز ہے جس کو دنیائے طب میں ہم پہلی بار ظاہر کر رہے ہیں۔ یہ ہماری تحقیق کا حصہ ہے۔ جب سے علم و فن طب وجود میں آیا ہے۔ آج نبض کا یہ راز ہم نے بیان کیا ہے۔ اس سے نبض کے علم میں بے انتہا آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں (صابر ملتانی)

ماڈرن سائنس کا مسلمہ اصول ہے کہ قوت سے حرکت پیدا ہوتی ہے اور حرکت سے حرارت کی پیدائش عمل میں آتی ہے۔ پھر حرارت سے قوت پیدا کی جاتی ہے۔ یہی نظام نظام زندگی اور کائنات میں رواں دواں ہے۔

نبض کے سلسلہ میں بھی ہم مریض کے جسم میں یہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اس وقت جسم میں قوت کی زیادتی ہے۔ یا حرکت کی زیادتی ہے یا حرارت کی زیادتی ہے۔ اس طرح اس کا تعلق جسم کے مختلف اعضاء خصوصاً اعضائے رئیسہ کا علم ہو جاتا ہے۔ قوت کو انگریزی میں انرجی، حرکت کو ایکشن اور حرارت کو ہیٹ کہتے ہیں۔ دراصل یہ تینوں

مختلف اقسام کی قوتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے میں منتقل ہوتی رہتی ہیں ان حقائق اور اُن کے قوانین کے عمل کو سمجھنے سے معالج بہت سے اچھے افعال و اثرات اور نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

س ۱:۔ نبض کی تعریف کیا ہے۔ قانون مفرد اعضاء نے نبض کی کتنی قسمیں تسلیم کی ہیں۔

ج ۱:۔ قلب کے پھیلنے اور سکڑنے سے شریان میں جو حرکت پیدا ہوتی ہے وہ نبض کہلاتی ہے۔ قانون مفرد اعضاء میں تین قسم کی مفرد نبضیں تسلیم کی گئی ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔ اعصابی ۲۔ عضلاتی اور ۳۔ غدی۔

س ۱:۔ تینوں نبضوں کی مختصر تعریف بیان کیجیئے۔ اور یہ بھی بتائیے کہ ہر ایک کا کن کن اعضاء کے ساتھ تعلق ہے۔

ج ۱:۔ اعصابی نبض کا تعلق اعصاب و دماغ سے ہے۔ چونکہ اعصاب و دماغ کا تعلق کبھی جگر کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی عضلات و قلب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ اگر دماغ و اعصاب کا تعلق جگر کے ساتھ ہے تو یہ نبض اعصابی غدی ہو گی۔

۲۔ اگر دماغ و اعصاب کا تعلق قلب کے ساتھ ہو تو نبض اعصابی عضلاتی ہو گی۔

اسی طرح عضلاتی اور غدی نبضوں کی بھی دو دو قسمیں ہیں جو بالترتیب اس طرح ہیں۔ عضلاتی اعصابی۔ عضلاتی غدی۔ غدی اعصابی۔ غدی عضلاتی۔

س ۱:۔ تینوں نبضوں کے مقام۔ طب یونانی میں ان کے نام اور اخلاط سے ان کے تعلق کی تشریح ایک نقشہ کے ذریعے کیجیئے۔

ج ۱:۔ یاد رکھیں کہ نبض کے ہمیشہ تین مقام ہوتے ہیں مثلاً (۱) جو نبض انتہائی گہری ہو وہ طب یونانی و قانون مفرد اعضاء میں اعصابی منخفض کہلاتی ہے۔ (۲) جو نبض بالکل اوپر محسوس ہو وہ مشرف عضلاتی نبض کہلاتی ہے۔ (۳) جو ان

دونوں کے درمیان محسوس ہو وہ غدی نبض کہلاتی ہے۔

نبض کی تشریح

نمبر شمار	نام نبض طب یونانی	تحریکات قانون مفرد اعضا	اخلاط سے تعلق	تشریح
۱ اعصابی نبض	منخفض	اعصابی غدی	بلغم	چونکہ اعصابی نبض سب سے نیچے اور غدی نبض اس کے اوپر ہوتی ہے۔ اس لئے جب اعصاب کی تحریک کا تعلق غدد سے ہوتا ہے تو یہ نبض گہرائی میں زیادہ حرکت میں سست اور موٹائی میں نہایت موٹی ہوتی ہے یہ نبض گہری ہونے کی وجہ سے ایک انگلی پر دباؤ دینے سے محسوس ہوتی ہے۔ اس نبض میں قارورہ کا رنگ سفید زردی مائل ہوتا ہے۔
	منخفض	اعصابی عضلاتی	بلغم	جب اعصاب و دماغ کا تعلق جگر سے ہٹ کر عضلات سے ہو جائے تو اس وقت نبض قلب کے تعلق کی وجہ سے قدرے اوپر آجاتی ہے اور دو انگلیوں تک محسوس ہوتی ہے۔ لیکن پہلی یعنی اعصابی غدی کی نسبت تیز ہوتی ہے اور موٹائی میں زیادہ ایسا محسوس ہوتا ہے

نمبر شمار	نام نبض طب یونانی	تحریکات قانون مفرد اعضاء	اخلاط سے تعلق	
				جیسے پانی سے بھری ہوئی ہو معمولی دباؤ سے دب جاتی ہے۔ بعض حالتوں میں نبض اوپر ہوتی ہے۔ اگر اسے ادھر ادھر حرکت دی جائے تو ڈھیلی رسی کی طرح ادھر ادھر ہو سکتی ہے۔ اس میں قارورہ کا رنگ سفید ہوتا ہے۔
۲ عضلاتی نبض	مشرف	عضلاتی اعصابی	سودا	جیسا کہ اوپر کے نوٹ میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ عضلاتی نبض بالکل اوپر ہوتی ہے۔ جب عضلات کا تعلق اعصاب سے ہوتا ہے۔ تو یہ نبض رفتار میں تیز اور ریاح سے پُر ہوتی ہے۔ اعصابی تعلق کی وجہ سے جسمی طور پر قدرے موٹی لیکن حرکت میں تیز ہوتی ہے ہاتھ رکھتے ہی تینوں انگلیوں تک محسوس ہوتی ہے۔ اس میں قارورہ کا رنگ ہلکا سرخ ہوتا ہے۔
	مشرف	عضلاتی غدی	سودا	چونکہ یہ خالص عضلاتی نبض ہے۔ اس لئے جب اس کا تعلق اعصاب سے ہٹ کر غدد و جگر سے ہو جاتا ہے تو یہ نبض حرکت میں انتہائی تیز جسمی طور پر پتلی اور باریک معلوم ہوتی ہے۔ شریانوں میں سکیڑ کی وجہ سے سخت اور منحنی ہوتی ہے۔ ادھر ادھر

نمبر شمار	نام نبض طب یونانی	تحریکات قانون مفرد اعضاء	اخلاط سے تعلق	
				حرکت نہیں کر سکتی۔ ہاتھ رکھتے ہی چار انگلیوں سے بھی کراس کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ قارورہ کا رنگ سرخ زردی مائل ہوتا ہے۔
۲ غدی نبض	معتدل	غدی عضلاتی	صفراً	جب غدد و جگر کا تعلق عضلات سے ہو جاتا ہے تو یہ نبض عضلاتی غدی کی نسبت گہرائی میں آنا شروع ہو جاتی ہے۔ چونکہ اس نبض میں غدد کا تعلق عضلات سے ہوتا ہے اس لئے یہ نبض حرکت میں قدرے تیز ہوتی ہے۔ عضلاتی نبض کی نسبت معمولی سا دباؤ دینے سے معلوم ہوتی ہے۔ ہاتھ رکھنے سے چار انگل سے تین انگل تک محسوس ہوتی ہے۔ قارورہ کا رنگ زرد سرخی مائل ہوتا ہے۔
	معتدل	غدی اعصابی	صفراً	اس نبض میں غدد کا تعلق عضلات سے ہٹ کر اعصاب سے ہو جاتا ہے۔ یہ خالص غدی نبض۔ اس تحریک میں چونکہ حرارت خارج ہوتی ہے اسلئے شریانیں سکڑنا شروع ہو جاتی ہیں اسی وجہ سے نبض باریک اور حرکت میں سست چھونے سے بالکل درمیان میں تیز ہے۔

نمبر شمار	نام نبض طب یونانی	تحریکات قانون مفرد اعضا	اخلاط سے تعلق	
				انگلیوں کے نیچے محسوس ہوتی ہے۔ اس نبض میں قارورہ کا رنگ زرد سفیدی مائل ہوتا ہے

نوٹ:- اوپر جو نوٹ لکھا گیا ہے۔ جس میں نبض کے تین مقام بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل اوّل ان کا یاد کرنا انتہائی ضروری ہے۔ پہلے آپ صرف نبض کے تین مقام تعین کر لیں۔ یہ نبض کی مفرد صورت ہے اس کے بعد مرکب صورت پر غور کریں۔ علاج کی صورت میں کامیابی کے لئے ان تین مقاموں کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ نبض کے ساتھ ساتھ قارورے کا رنگ جسم کا رنگ اور عام جسمانی کیفیت پر بھی غور کرنا چاہیئے۔

شرائط نبض

قانون مفرد اعضا کے تحت نبض میں مہارت اور نام پیدا کرنے کے لئے چھ شرائط مقرر ہیں جو معالج ان شرائط کی پابندی کرے گا۔ وہ کبھی دھوکہ نہیں کھائے گا۔ اسے اپنی تشخیص کی ہوئی نبض پر پورا پورا یقین ہو گا۔

طب یونانی میں نبض کی دس جنسیں مقرر کی گئی ہیں جو ان چھ شرائط کے تحت بخوبی دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ مخصوص قسم کی نبضیں بھی ان چھ شرائط میں ہی ضم ہو گئی ہیں۔ مثلاً

* نبض عظیم و قصیر یہ وہ طویل اور قصیر کا دوسرا نام ہے۔ یہ قانون مفرد اعضا میں مقدار نبض کے تحت دیکھی جاتی ہے۔

عظیم و لمبی نبض عضلاتی۔ قصیر و چھوٹی نبض۔ اعصابی۔
اس طرح غزالی اور دودی رفتار نبض کے تحت دیکھی جاتی ہے۔
بالکل یہی صورت لین اور صلب کی ہے۔ اسے ہم قوام نبض کے تحت دیکھتے ہیں۔
غرضیکہ کوئی نبض بھی ایسی نہیں جو ان چھ شرائط سے باہر ہو۔

چھ اہم شرائط جو نبض دیکھتے وقت محسوس کی جاتی ہیں

مقام — مقدار — حجم — رفتار — قرع — قوام

مفرد نبض

اعصابی
منخفض

غدی
معتدل
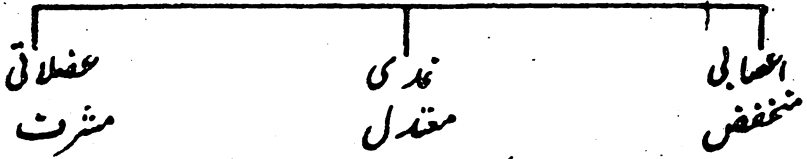
عضلاتی
مشرف

مرکب نبض

اعصابی (دماغی) غدی (کبدی) عضلاتی (قلبی)

اعصابی عضلاتی — اعصابی غدی
غدی اعصابی — غدی عضلاتی
عضلاتی غدی — عضلاتی اعصابی

رفتار — تیز، معتدل، سست
عضلاتی۔ غدی۔ اعصابی

قرع (ٹھوکر) — قوی، معتدل غدی، ضعیف
عضلاتی، اعصابی

قوام — نرم، معتدل غدی، سخت
اعصابی، عضلاتی
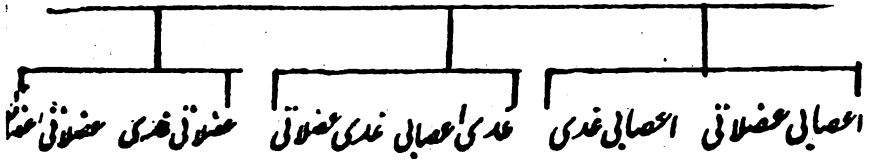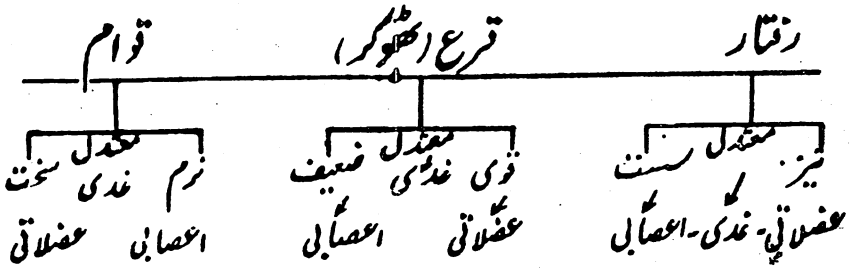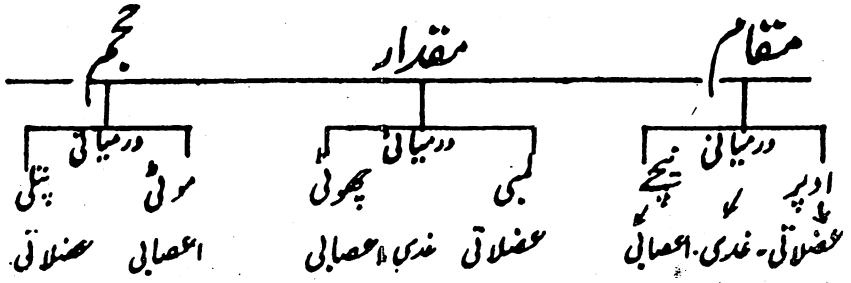
مندرجہ بالا شرائط کے تحت قانون مفرد اعضا اور طب یونانی کی تمام نبضیں دیکھی و پرکھی جا سکتی ہیں۔

تشریح مقامات نبض

(۱) مقام نبض

جب بھی کسی مریض کی نبض دیکھی جاتی ہے۔ یا تو وہ ہاتھ لگاتے ہی اوپر معلوم ہوتی ہے۔ یا کم و بیش دباؤ دینے سے اس کی ٹھوکروں کا احساس ہوتا ہے۔ ہم نے اس حالت کے اظہار کا نام مقام نبض رکھا ہے۔ طب یونانی میں جو نبض مقام کے لحاظ سے دیکھی جاتی ہے۔ اس کا نام مشرف و منخفض اور معتدل ہے۔

مشرف	اوپر عضلاتی	
معتدل	درمیانی غدی	
منخفض	نیچے اعصابی	

مشرف (بلند):- وہ نبض ہے جو ہاتھ لگاتے ہی اوپر معلوم ہو۔ یہ قانون مفرد اعضا میں عضلاتی نبض ہے۔

منخفض (پست):- وہ نبض ہے جو کافی دباؤ دینے سے نیچے ہڈی پر معلوم ہو۔ یہ قانون مفرد اعضاء میں اعصابی نبض کہلاتی ہے۔

معتدل:- وہ نبض ہے۔ جو مشرف اور منخفض کے درمیان معلوم ہو۔ قانون مفرد اعضا میں یہ نبض غدی نبض کہلاتی ہے۔

(۲) مقدار نبض

مقدار سے مراد کسی چیز کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی معلوم کرنا ہوتا ہے لیکن یہاں مقدار نبض سے مراد اس کی لمبائی اور چوڑائی معلوم کرنا ہے۔ اونچائی یا گہرائی کا تعلق مقام نبض سے ہے طب یونانی میں لمبائی اور چوڑائی کے تحت جو نبض دیکھی جاتی ہے اس کے یہ نام دیئے گئے ہیں۔

(۱) طویل۔ قصیر۔ معتدل (۲) عریض۔ ضیق۔ معتدل۔

طویل (لمبی):- وہ نبض ہے۔ جس کے اجزا معتدل شخص کی نسبت لمبائی میں زیادہ معلوم ہوں۔ قانون مفرد اعضا میں یہ عضلاتی نبض کہلاتی ہے۔

قصیر (چھوٹی):- یہ نبض طویل کی متضاد ہے۔ یہ ایک دو انگلیوں پر بڑی مشکل سے محسوس ہوتی ہے۔ یہ اعصابی نبض کہلاتی ہے۔

طویل نبض

معتدل۔ یہ نبض طویل اور قصیر دونوں کے درمیان واقع ہوتی ہے۔ لمبائی میں دو سے تین انگلیوں پر تھوڑا سا دباؤ دینے پر معلوم ہوتی ہے۔

معتدل

قصیر نبض

جانچنے کا معیار

چونکہ نبض انگلیوں سے دیکھی جاتی ہے۔ اس لئے طوالت۔ قصیر اور معتدل کو جانچنے کے لئے انگلیاں ہی معیار مقرر کی گئی ہیں۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ نبض دیکھتے ہیں جو چار انگلیاں استعمال کی جاتی ہیں وہی اس مقصد کیلئے معیار بھی ہیں۔

مثلاً نبض کی لمبائی ان چار انگلیوں تک یا اس سے بھی گزرتی ہوئی محسوس ہو تو ہم ایسی نبض کو طویل کہیں گے۔ اگر اس کی طوالت دو تین انگلیوں تک ہے۔ تو یہ معتدل کہلائے گی۔ اگر دو سے کم ہو جائے تو یہ قصیر کہہ دے گی۔

عریض (چوڑی)

وہ نبض ہے۔ جس کی چوڑائی معتدل نبض کی نسبت زیادہ محسوس ہو۔ اعصابی نبض کہلاتی ہے۔

ضیق (تنگ) یہ نبض عریض کی کمی کا اظہار کرتی ہے یہ غدی نبض کہلاتی ہے۔

اعصابی	عریض
عضلاتی	معتدل
غدی	ضیق

معتدل وہ نبض ہے جو عریض اور ضیق کے درمیان معلوم ہو۔ یہ عضلاتی نبض کہلاتی ہے۔

یادداشت: نبض دو اسباب سے چوڑی ہوا کرتی ہے (۱) رطوبت سے (۲) ہوا سے۔ اور ضیق نبض دو اسباب سے باریک ہوا کرتی ہے۔ (۱) خشکی سے۔ (۲) حرارت کی کمی سے۔

جانچنے کا معیار

نبض پر چاروں انگلیاں اس طرح رکھیں کہ وہ اپنے سروں پر کھڑی ہو

جائیں۔ پھر ان کے پوروں کے سروں سے نبض کا احساس کریں۔ اگر نبض کی چوڑائی نصف پورے کی چوڑائی سے زیادہ ہو تو نبض عریض ہے۔ اگر نصف پورے تک ہے۔ تو معتدل اور اگر نصف سے کم ہے یا چوتھائی کے برابر ہے تو ضیق ہوگی۔

(۳) حجم نبض

جب کسی مریض کی نبض ہم دیکھتے ہیں۔ یا تو وہ نبض بہت موٹی محسوس ہوتی ہے یا بہت باریک یا ان دونوں کے درمیان۔ ایسی نبض کو قانون مفرد اعضاء میں حجم نبض کہتے ہیں۔

موٹی نبض:- وہ نبض ہے جس کے اجزاء معتدل شخص کی نبض کی موٹائی سے زیادہ محسوس ہوتے ہیں۔ یہ نبض رطوبت کی زیادتی کی وجہ سے پھول جاتی ہے۔ اور بہت موٹی معلوم ہوتی ہے یہ اعصابی نبض ہے۔

باریک نبض (پتلی)

وہ نبض ہے۔ جس کے اجزاء معتدل شخص کی نبض کی نسبت کم معلوم ہوں۔ یہ نبض حرارت کے اخراج کا اظہار کرتی ہے۔ قانون مفرد اعضاء میں غدی اعصابی کہلاتی ہے۔

معتدل:- وہ نبض ہے۔ جو موٹی اور باریک کے درمیان محسوس ہو۔ یہ حرارت اور رطوبت کے اعتدال کو ظاہر کرتی ہے۔

موٹی — اعصابی
معتدل — عضلاتی
باریک — غدی

(۴) قرع نبض

یہ حقیقت ہے کہ جب بھی ہم کسی مریض کی نبض دیکھتے ہیں۔ تو وہ کم و بیش قوت

کے ساتھ انگلیوں کے پوروں پر ٹھوکر لگاتی ہے۔ نبض کی ٹھوکروں کی قوت کو احساس کرنا قرع نبض کہلاتا ہے۔ اس کی بھی تین اقسام ہیں (۱) قوی (۲) ضعیف (۳) معتدل

قوی:- وہ نبض ہے۔ جو انگلی کے پوروں کے گوشت کو اس زور سے ٹھوکر لگائے۔ کہ اس کا اثر پورے کی گہرائی تک پہنچتا محسوس ہو۔ ایسی نبض قوت حیوانی کے قوی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ قانون مفرد اعضاء میں یہ عضلاتی نبض کہلاتی ہے۔

ضعیف:- وہ نبض ہے۔ جو قوی کے بالمقابل پائی جائے۔ یہ قوت حیوانی کے ضعف پر دلالت کرتی ہے قانون مفرد اعضاء میں یہ اعصابی نبض کہلاتی ہے۔

معتدل:- وہ نبض ہے جو قوی اور ضعیف کے درمیان ہو۔

قوی	↑↑↑↑↑↑↑↑↑↑	عضلاتی
معتدل	↑↑↑↑↑↑↑↑↑↑↑	غدی
ضعیف	↑↑↑↑↑↑↑↑↑↑↑	اعصابی

جانچنے کا معیار:- چاروں انگلیوں کو نبض پر رکھیں۔ پھر ان کو آہستہ آہستہ دبائیں اس کے بعد معلوم کریں۔ کہ انگلیاں نبض کو آسانی سے دبا رہی ہیں یا نبض ان کو سختی کے ساتھ دھکیل رہی ہے۔ یہی قرع نبض ہے۔

(۵) رفتار نبض

جب بھی کسی مریض کی نبض دیکھی جاتی ہے۔ تو انگلیوں کو نبض کی چال تیز یا سست معلوم ہوتی ہے۔ قانون مفرد اعضاء میں ایسی نبض کو جو چال کے تحت پہچانی جائے رفتار نبض کہتے ہیں۔ اس کی بھی تین اقسام ہیں (۱) سریع (۲) بطی (۳) معتدل۔

سریع:- وہ نبض ہے۔ جس کی حرکت تھوڑی سی مدت میں ختم ہو جاتی ہو۔ یعنی رفتار میں تیز ہو یہ نبض کاربانک ایسڈ گیس (نزلہ) کی زیادتی

کا اظہار کرتی ہے۔ اور عضلاتی نبض کہلاتی ہے۔

بطی رسُست وہ نبض ہے۔ جو سریع کے مخالف ہو۔ یہ اس چیز کی علامت ہے۔ کہ قلب کو ہوائے سرد کی حاجت نہیں۔

رفتار نبض

عضلاتی ~~~~~ سریع

غدی ~~~~~ معتدل

اعصابی ~~~~~ بطی

معتدل:۔ جو سریع اور بطی کے درمیان پائی جائے۔

(۴) قوام نبض (شریان کی سختی نرمی)

یہ نبض شریان کی حالت جسم کا اظہار کرتی ہے۔ یعنی اس سے نبض کی سختی اور نرمی کا پتہ چلتا ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں۔

(۱) صُلب (۲) لین (۳) معتدل۔

صُلب (سخت):۔ وہ نبض ہے۔ جس کو انگلیوں سے دبانے پر اس میں سختی کا اظہار ہو۔ یہ بدن کی خشکی کا اظہار کرتی ہے۔ قانون مفرد اعضاء میں یہ عضلاتی نبض ہے۔

لین (نرم):۔ وہ نبض ہے۔ جو صلب کے مخالف ہو۔ یہ رطوبت کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ اور اعصابی نبض کہلاتی ہے۔

معتدل۔ وہ نبض ہے جو سخت (صلب) اور نرم (لین) کے درمیان ہو۔ یہ حرارت اور رطوبت کے اعتدال کا اظہار کرتی ہے

صُلب (عضلاتی)

معتدل (غدی)

لین (اعصابی)

جانچنے کا معیار

نبض پر انگلیاں رکھ کر جسم نبض کو محسوس کریں۔ اور یہ جانچنے کی کوشش کریں کہ اس کا جسم آسانی کے ساتھ دبتا ہے یا نہیں۔ اس امر کو بھی ذہن نشین کریں کہ یہ نبض جسم نبض کی سختی اور نرمی و اعتدال کو جانچنے کے لئے ہے۔ نبض تنی ہوئی ہے یا ڈھیل ہے۔ جیسا کہ اوپر نقشہ میں عضلاتی نبض باوجود دباؤ کے نہیں دب رہی اور اعصابی نبض کتنی دب چکی ہے۔

حصہ دوم

طبِ عملی

تعریف۔ وہ علم ہے۔ جس میں ایسے مسائل ہوتے ہیں۔ جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے۔ مثلاً ورزش کیسے کی جائے۔

اگر کوئی مرض ہو تو اس کا علاج کیسے عمل میں لایا جائے۔ اگر تندرستی و صحت ہو تو اسے برقرار رکھنے کے لئے کن کن اصولوں کو مدِنظر رکھا جائے۔ گویا طب عملی سے وہ علم مراد ہے۔ جو ہمیں کھوئی صحت کو لوٹانے اور تندرستی کو قائم رکھنے کے عملی طریقے و اصول بتاتا ہے۔

طبِ عملی کی اقسام

طب عملی کی دو اقسام ہیں۔ (۱) علم حفظان صحت (۲) علم العلاج۔

علم حفظانِ صحت

تعریف۔ علم حفظان صحت ایک ایسا علم ہے۔ جس کے ذریعے ہم اپنی صحت کو قائم اور امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ علم کی تین اقسام ہیں۔ (۱) جبلی علم (۲) اکتسابی علم (۳) وہبی علم۔

جبلّی علم

جبلّی علم وہ علم ہے۔ جو حکیم مطلق ہر جاندار کو جبلّی طور پر عطا فرماتے ہیں جیسے چوہا جب بلی کی آواز سنتا ہے۔ تو ڈر کر بھاگ جاتا ہے اسی طرح بل کتے کی شکل دیکھتے ہی راہ فرار اختیار کر لیتی ہے۔ کیونکہ جبلّی طور پر چوہا اور بلی ان کو اپنا دشمن خیال کرتے ہیں۔

اسی طرح سبزی خور جانور پیدا ہونے کے بعد ہی اپنی غذا کے لئے سبزی کھانا شروع کر دیتے ہیں۔

اسی طرح گوشت خور جانور بغیر گوشت بھی وہ نہیں سکتے۔ وہ دنوں اور ہفتوں تک بھوکے رہ سکیں گے۔ لیکن سبزی کھا کر پیٹ نہیں بھریں گے۔ ایسے ہی چرند پرند دانے دنکے پر گزارہ کرتے ہیں۔ بعض پرندوں کا شکار کر کے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ قدرت نے انسان میں بھی اسی قسم کا ایک جبلّی شعور پیدا کر دیا ہے۔ کہ بچہ پیدا ہونے کے فوراً بعد ماں کی چھاتیوں کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسے ماں کی گود میں سکون حاصل ہوتا ہے۔ جبلّی علم ہی انسان کو تمام عمر یہ رہنمائی کرتا رہتا ہے کہ فلاں چیز اس کے لئے مفید ہے یا مضر۔

اکتسابی علم

اکتسابی علم وہ علم ہے۔ جو انسان کو خالق دوجہان نے تجربات مشاہدات اور عقل کی روشنی سے عطا فرمایا ہے۔ یعنی جب وہ کسی چیز کو اپنے تجربات مشاہدات کے بعد مفید یا مضر پاتا ہے۔ تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اس سے اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرے یا نقصان سے بچے اس طرح جب اس کی عقل ان معلومات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جن کی شکل اس نے مفید یا مضر چیزوں پر تجربات و مشاہدات کئے ہوں۔ تو ان کو بھی وہ اپنے استعمال میں ضرورت

کے مطابق لاتا ہے یا پرہیز کرتا ہے۔

موجودہ دور میں اس علم کو سائنسی علم کہتے ہیں۔ کیونکہ سائنس کی بنیاد ہی تجربات و مشاہدات پر رکھی گئی ہے۔

وہبی علم وہبی علم وہ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ انسان کے ذہن میں ادراک کے ذریعے پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ فلاں چیز تمہارے لئے مفید ہے یا مضر اس علم کو وجدانی علم بھی کہتے ہیں۔

میرے خیال میں وہبی یا وجدانی علم کی معلومات پر ہی تجربات و مشاہدات کئے جاتے ہیں یعنی اکتسابی علم کا دارو مدار وہبی علم پر ہی ہے۔

یہ علم اس ضرب المثل کو پورا کرتا ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ جب کسی انسان کو اپنی ضروریات پوری کرنے میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ اس کا موجودہ علم کوئی راہنمائی نہیں کرتا۔ تو وہ ہر وقت اس سوچ بچار میں رہتا ہے۔ کہ وہ کس طرح اپنی ضروریات پوری کرے۔ آخر کار خداوند تعالیٰ اس کے ذہن میں اچانک ان مشکلات کا حل ادراک کی صورت میں پیش کر دیتا ہے۔ جب وہ نئی معلومات کے تحت تجربات کرتا ہے تو وہ سو فیصد صحیح ثابت ہوتی ہیں۔

یہ وہبی علم عام انسانوں کو بھی حاصل ہوتا رہتا ہے۔ لیکن زیادہ تر وہ لوگ اس علم کو پاتے ہیں۔ جن کے دل میں خدمت خلق کا جذبہ شدت سے موجود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم اور حکماء پر اس کا انقاد انکشاف اور فیضان خصوصی طور پر ہوتا ہے۔ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس کو علم اور عقل کی روشنی میں پرکھتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ تجربہ مشاہدہ میں اور عقلاً صحیح ثابت ہوتا ہے۔ تو اس کو عوام کی

خدمت کے لئے پیش کرتے رہتے ہیں۔

حکماء و علماء سے بھی زیادہ اس علم کا انکشاف و القاء اور نبوت و رسالت پر ہوتا ہے۔ وہ اس سے اس زندگی اور کائنات کی ہر چیز کے خواص و فوائد قدرت سے حاصل کرتے ہیں اور دنیا کو مطلع کرتے رہتے ہیں تاکہ دنیا اُن سے مستفید ہو۔ یاد رکھیں علم حفظان صحت کا دارومدار اکتسابی علم پر ہے۔ جہاں تک جبلّی اور وہبی علوم کا تعلق ہے۔ وہ بھی تجربات مشاہدات کے بعد اکتسابی ہی ہو جاتے ہیں۔

ضروریاتِ زندگی

مندرجہ بالا علوم کا مقصد صرف ضروریات زندگی کا بہم پہنچانا۔ اور نقصان دہ چیزوں سے بچانا ہے۔ مثلاً جب انسان یا حیوان شکم مادر سے باہر آتا ہے۔ تو وہ اپنے جبلّی علم کے ذریعے غذا تلاش کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بھوکوں مرنے سے بچاتا ہے۔ یعنی وہ اپنے جسم کے زندہ رہنے کا وہ خود انتظام اور اس کی حفاظت کرتا ہے ورنہ وہ غذا کی کمی کی وجہ سے کمزور اور ناتواں ہو کر بیمار ہو جائے جب وہ ہوش سنبھالتا ہے تو اپنی ضروریات کی چیزوں میں اچھے برُے کی پہچان کے لیے تگ و دو کرتا رہتا ہے۔ تاکہ وہ مفید ترین چیزوں کو استعمال میں لاتا رہے اور اپنی صحت کی حفاظت کرتا ہے۔

بعض اوقات جبلی اور اکتسابی علوم ناکافی اور نامکمل ہو جاتے ہیں۔ اور ضروریات زندگی پوری نہ ہونے کی وجہ سے صحت کے بگڑ جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت خداوند تعالیٰ اس کے ذہن میں القاء و ادراک کے ذریعے معلومات

بہم پہنچا دیتا ہے۔ اس طرح ان علوم کی مدد سے انسان اپنی صحت کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کھانا پینا ہی ضروریات زندگی میں داخل ہے یا کچھ اور بھی انسانی ضروریات زندگی میں [illegible] ہے یا کچھ اور بھی انسانی ضروریات ہیں جن کے بغیر اس کی صحت برقرار نہ رہ سکتی ہو۔

تو جاننا چاہیئے کہ انسانی ضروریات میں سب سے زیادہ جس شئے کو اہمیت حاصل ہے۔ وہ ہے حرارت عزیزی اور رطوبت عزیزی۔

حرارت عزیزی اور رطوبت عزیزی

علم حفظان صحت کا جہاں تک انسان کے جسم سے تعلق ہے اس کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ انسان کے اعضائے جسم اور ان کے افعال کا پوری طرح علم ہو۔ یہ علم اسی وقت سے شروع ہوتا ہے۔ جب انسان کا نطفہ قرار پاتا ہے کیونکہ اس دوران میں بھی اس نطفے کی نگرانی نہ کی جائے۔ تو اس کی نشو نما رک کر ضائع ہو جانے کا احتمال ہے۔

جس چیز کی انسان کے لئے حفظان صحت میں نگرانی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ وہ اس کا مزاج۔ طبیعت اور طاقت کا اعتدال ہے۔ اور یہی چیز قرار نطفہ سے انسان کی موت تک مدِ نظر رہتی ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ مزاج طبیعت اور طاقت کیا شئے ہے۔ اس کی نگرانی کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ نہایت اہم سوال ہے۔ اور صحت کے قیام کے لئے اس

کا ذہن نشین کرنا سب سے پہلی بات ہے۔ جاننا چاہیے کہ نطفہ قرار پانے وقت کرم منی۔ حرارت عزیزی اور رطوبت عزیزی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ نطفہ ایک جسم ہے جس کی پرورش رطوبت عزیزی اور حرارت عزیزی سے عمل میں آتی ہے۔ انہی دونوں چیزوں سے کرم منی کو غذا ملتی ہے۔ اور اس میں نشوو ارتقا اور تصفیہ کا عمل جاری رہتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اگر اعتدال سے اپنا عمل جاری رکھیں۔ تو نطفہ صحت کے ساتھ نشوو ارتقا کے مراحل طے کر لیتا ہے۔ اور اگر ان کا توازن قائم نہ رہے تو نطفہ کے ضائع ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ جس کی صورت یہ ہے۔ کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بڑھ جائے تو دوسری کو فنا کر دے گی۔ جس سے نطفے کی تغذائیت یا تصفیہ و پرورش میں خلل واقع ہو جائے گا۔ مثلاً اگر حرارت بڑھ جائے تو رطوبت کو جلا دے گی۔ اور رطوبت کی زیادتی حرارت کو ختم کر دے گی۔ اسی توازن سے جسم انسان زندہ رہتا ہے۔ اور اگر اس میں نمایاں فرق واقع ہو جائے تو انسان کی صحت نہ صرف خراب بلکہ بعض اوقات تباہ ہو جاتی ہے۔

اطباء کے فرائض

اطباء کے فرائض یہ ہیں۔ کہ وہ انسان کے اندر حرارت عزیزی اور رطوبت عزیزی کے اعتدال کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ البتہ جب ان میں کمی بیشی ہو کر مرض پیدا ہو جائے۔ تو علم حفظان صحت کے اصولوں کے تحت حرارت عزیزی اور رطوبت عزیزی کی کمی بیشی کو بدل ما تحلل کے طریقوں پر پورا کریں۔ اور صحت کے قیام کے لئے یہ کوشش بھی جاری رکھیں کہ رطوبت اصلیہ

ہیں کوئی فساد یا نقص پیدا نہ ہونے پائے۔ اگر وہ ان مقاصد میں کامیاب ہوجائیں تو وہ نہ صرف بھی طبعی عمر پا ئیں گے۔ بلکہ ان کی نگرانی میں رہنے والے قوت اور صحت میں صحیح رہنے کے ساتھ ساتھ طبعی عمر پائیں گے۔

بدل ما یتحلل

اوپر بتایا گیا ہے کہ حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کو بدل ما یتحلل کے طریقوں پر پورا کیا جائے۔ لہٰذا یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ کون کون سے عوامل ہیں۔ جن سے حرارت و رطوبت غریزی کی کمی بیشی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔
سو جاننا چاہیے کہ حرارت غریزی و رطوبت غریزی کو اعتدال پر رکھنے اور صحت کے قیام کے لئے تین اہم امور پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(۱) اغذیہ و اشربہ (۲) استفراغ و احتباس (۳) انسانی قوتوں کا تصرف۔

اغذیہ اشربہ حرارت غریزی اور رطوبت غریزی چونکہ ہر وقت خرچ ہو رہی ہے۔ اس لئے ان کی کمی کو پورا کرنے کے لئے اغذیہ و اشربہ استعمال کی جاتی ہیں۔

اطبائے قدیم نے بدل ما یتحلل کی مثال ایک چراغ سے دی ہے۔ جس کی روشنی بتی اور تیل تینوں بیک وقت کام کرتی ہیں۔ چراغ کی روشنی کے لئے حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کے لئے تیل بدل ما یتحلل ہے۔ یہ بدل ما یتحلل جہاں ایک طرف چراغ کی روشنی کو قائم رکھتا ہے۔ وہاں دوسری طرف اس کی بتی کو بھی جلنے نہیں دیتا۔

چونکہ اغذیہ و اشربہ انسانی زندگی اور اس کی صحت برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ لہٰذا اطبائ نے ان کے استعمال کے متعلق چند شرائط مقرر کی ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے انسان بہت حد تک اپنی صحت کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ شرائط یہ ہیں۔ (۱) ضرورت (۲) مقدار (۳) وقت (۴) طریقہ (۵) عادت (۶) شکل۔

ضرورت جاننا چاہیئے کہ جو شئے بھی ہم کھائیں گے۔ ہم اس سے کم و بیش لازمی متاثر ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جو چیز ہم کھا رہے ہیں۔ اس کی ہمارے جسم کو ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر ضرورت ہو گی۔ تو ہم اس سے مستفید ہوں گے۔ ورنہ نقصان اٹھائیں گے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں ہمیں ہر وقت اس اصول پر عمل کرنا چاہیئے۔ یعنی کسی چیز کے کھانے کی ہمیں صحیح ضرورت ہے۔ تو ہم کھالیں۔ اگر پینے کی ضرورت ہے تو پی لیں ورنہ کسی کو خوش کرنے کے واسطے یا اپنے دل کو خوش کرنے کے واسطے مت کھائیں۔

طالبان صحت کو چاہیئے کہ جب تک سچی بھوک نہ لگے۔ کچھ نہ کھائیں اور جب تک صادق پیاس نہ ہو کچھ نہ پیئں۔

سچی بھوک اور صادق پیاس وہ ہے۔ جو بغیر کسی کھانے پینے والی اشیائ کے دیکھنے کے پیدا ہوں۔ لیکن اگر وہ دیکھنے کے بعد پیدا ہو۔ تو وہ اشتہا سچی نہیں بلکہ جھوٹی ہے۔ مثلاً ایک شخص نہایت مرغوب طبع اور لذیز کھانوں کو دیکھتا ہے۔ دیکھتے ہی اس کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ اس کا نام بھوک نہیں ہے۔

ایسا ہی ٹھنڈے اور لذیذ اور خوشبودار شربتوں کو دیکھ کر ان کے پینے کو دل چاہتا ہے۔ مگر یہ سچی پیاس نہیں کہلاتی۔ خواہ کسقدر انسان کا دل ان کے کھانے

پینے پر للچائے۔ اور بے اختیار ہو جائے۔ اس کا نام صحیح بھوک اور صحیح پیاس کہا جا سکتا اسی طرح جماع کی خواہش بھی انسان کے واسطے ایک قدرتی خواہش ہے وہ بھی بلا ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کی ضرورت اور صحیح استعمال کی تفصیل آگے قوتوں کے تصرف میں بتاؤں گا۔

پس کھانے پینے کی چیزوں میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے۔ کہ ہم کو سچی بھوک اور پیاس ہے یا نہیں۔

قرآن حکیم نے ضرورت کو واضح کرنے کے لئے چند لفظوں میں کھول کر بتا دیا ہے کہ

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا۔ کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا یعنی کھانے پینے میں کھلی اجازت ہے۔ لیکن بغیر ضرورت اگر کوئی شخص کھائے پیئے گا۔ تو وہ لازمی اسراف کریگا۔ جو لوگ اسراف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دوست نہیں رکھتا۔ اب ظاہر ہے کہ اسراف کرنے والوں کو اگر اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھے گا۔ تو یہ لازمی ہے کہ وہ اسے کسی نہ کسی بیماری یا دکھ میں مبتلا کرے گا۔ جو اسراف کے نتیجے میں ایک سزا ہوگی۔

مندرجہ بالا تمام باتیں تقریباً صحت مند لوگوں کے لئے ہیں۔ جو اپنی صحت کو قائم و دائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو بلا ضرورت کھاتے پیتے رہے۔ اور مسلسل اسراف کرتے رہے۔ اور بیمار ہو گئے۔ ان کے لئے مخصوص غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ایک قابل معالج ہی ان کی مرض کے مطابق تجویز کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو یہاں غذا تجویز کرے۔ چاہے۔ خشک اور بھنی ہوئی غذا۔ چاہے

روٹی۔ چاول کھانے کی اجازت دے چاہے صرف سبزی کھانے کے لئے کہے۔

مریض کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے معالج کی بتائی ہوئی غذا ہی کھائے جس سے انشاءاللہ کھوئی ہوئی صحت واپس ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قانون مفرد اعضاء کے معالج بھی دوا کی بجائے مریض کو صحیح غذا ہی تجویز کرتے ہیں۔ انتہائی مجبوری کی بنا پر ہی دوا دیتے ہیں۔ کیونکہ تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ جسم کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اگر غذا صحیح تجویز نہ کی جائے گی تو کلی طور پر مرض جسم سے نہیں نکل سکتی۔ یہ الگ بات ہے کہ چند مخدرات سے کچھ عرصہ کے لئے اسے دبا دیا جائے۔ جب ایسے مخدرات کا اثر ختم ہوتا ہے۔ تو بیماری پہلے سے بھی زیادہ طاقت سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

معالجوں کے لئے ایک راز کی بات

معالجوں کے لئے جہاں امراض و علامات کے دفعیہ کے لئے مجرب المجرب نسخہ جات جاننا ضروری ہوتا ہے۔ وہاں اس سے بھی زیادہ علم الغذا پر عبور ہونا چاہئیے ہر مرض اور علامت کے خاتمہ کے لئے مخصوص قسم کی اغذیہ یاد ہونی چاہئیں۔ تاکہ جب بھی مریض آئے اسے وہ مفید ترین غذا تجویز کر سکے۔ مثلاً کوئی مریض زکام مع البشہ بلغم۔ کھانسی۔ دمہ۔ کثرت بول وغیرہ علامات کا مریض آتا ہے۔ دوسرا خارش۔ تبخیر۔ دردِ معدہ۔ قبض خونی قے۔ بے خوابی کا مریض آتا ہے۔ ایک سمجھدار معالج دونوں کی علامات ایک ایک مفرد عضو کے گرد اکھٹی کرے گا۔ اور پھر مرض کا تعین کر کے علیحدہ غذا تجویز کر دے گا۔ مثلاً پہلے مریض میں رطوبات کی کثرت دماغ و اعصاب کے فعل میں تیزی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے لئے یہ غذا تجویز کی جائیں۔

۱۔ صبح :۔ دو عدد انڈے اور قہوہ دوپہر۔ کوئی گوشت، اچار۔ ساگ۔ ٹماٹر بلیسنی دوبلی۔ چنے کی دال۔ کریلے۔ بینگن۔ دہی بھلے۔ آلو چھوٹے اور کوئی ترش پھل وغیرہ

۲۔ شام : اگر بھوک شدید ہو تو دوپہر والا سالن کھا کر قہوہ۔ ورنہ صرف ایک دو انڈے یا کشمش حسب منشا کھا کر قہوہ دوسرے مریض میں خشکی کی زیادتی رطوبات کی کمی عضلات قلب کی تیزی سے پیدا ہوتی ہے۔ ان کے لئے یہ غذا مفید ہو گی۔ مثلاً صبح۔ مکھن۔ مغز بادام۔ چینی حسب منشا۔ کھا کر دودھ پی لیں

۳۔ دوپہر :۔ سبزی گوشت۔ کوئی ساگ۔ شلغم۔ پالک۔ مونگرے۔ مولی گاجر جو دیسی گھی سے تیار کیا گیا ہو۔ انڈے دودھ گھی وغیرہ۔

یعنی اوّل مریض اگر انگلی و کھاری پن کی زیادتی کا ہے تو اسے زیادہ تر ترش اغذیہ تجویز کی گئی ہیں۔ دوسرا مریض ترشی و تیزابیت کا ہے۔ اسے نمکین و میٹھی اشیاء تجویز کی گئی ہیں۔ آج کل کے اکثر معالج ایک ہی قسم کی اغذیہ یاد کر لیتے ہیں۔ اور وہ ہر مریض کو ایک ہی قسم کی غذا تجویز کر دیتے ہیں۔ اور جب مریض کچھ پرہیز پوچھتا ہے تو چند لفظوں میں یہ بتا دیتے ہیں۔ کہ بھئی کھٹی اور ترش اشیاء سے پرہیز کریں۔ تیل اور کچھ میٹھے والی اشیاء بھی نہ کھائیں تو بہتر ہے۔ حالانکہ ہم نے بارہا ایسے معالجوں کو دیکھا ہے کہ وہ بلغمی مریضوں کو جوارش املی جیسی قاطع بلغم دوا اپنے ہاتھ سے دیتے ہیں۔ جو ایک شدید ترش جوارش ہے۔ لیکن جب مریض پرہیز پوچھتا ہے۔ تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ کوئی کھٹی چیز نہ کھائیں۔ حالانکہ اسے چاہیئے کہ وہ مریض کو ترش اشیاء کھانے کی ہدایت کرے تاکہ جلد شفا حاصل ہو سکے۔

مقدار

ضرورت کے بعد دوسری شرط مقدار کی ہے۔ سو جاننا چاہیے کہ اگر غذا بھی ضرورت سے زیادہ مقدار میں دی جائے۔ تو مضر ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایک زہر بھی ضرورت کے مطابق خاص مقدار میں دینا۔ گویا تریاق ہے۔ پس کسی چیز کا نام محض سم رکھنا بالکل خلاف انصاف ہے۔

جیسا کہ ہمارے عام اطباء سمجھتے ہیں کہ ہر ایک چیز ضرورت کے ماتحت اپنی معینہ مقدار میں تریاق ہے۔ لیکن معینہ مقدار سے زیادہ وزن میں دی چیز زہر ہے۔ مثلاً غذا چھٹانکوں کے وزن میں تریاق ہے۔ لیکن سیروں کے وزن میں زہر۔ اسی طرح فولاد رتیوں کے وزن میں اگر تریاق ہے۔ مگر ماشوں کے وزن میں ضرور زہر ہے علیٰ ہذالقیاس سم الفار اگر رتیوں کے وزن میں زہر ہے۔ لیکن خشخاش سے کم وزن میں تریاق ہے۔ کسی قسم کا نقصان نہیں کرتا۔ اکثر لوگ جو اس کی کم از کم مقدار کو بھی سمیت سے خالی نہیں سمجھتے وہ غلطی پر ہیں۔ اور محض وہم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ہر ایک چیز کے افعال اثرات اس کے وزن مخصوصہ کے تحت ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً جمالگوٹہ خشخاش کے وزن میں بہت اچھا مسہل ہے۔ اور چاول کے وزن میں شدید مسہل ہے۔ اور جمالگوٹہ ایک دو دانوں کے وزن میں آنتوں میں شدید سوزش اور زخم کر دینے والا زہر ہے۔ اس کے برعکس خشخاش کے ۱/۴ حصہ میں نہ صرف دست قے بند کرنے والا تریاق ہے۔ بلکہ نہایت اعلیٰ درجہ کا مقوی معدہ اور ہاضم ہے۔ پس ہر ایک چیز کا اثر اس کے وزن اور مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ جس کی پابندی

کرنی لازمی ہے۔

وقت

کسی دوا غذا شئے کے افعال اثرات پر وقت کا بھی بہت دخل ہے۔ مثلاً مریض صداع یا سرسام کے سر پر تبرید اور خون کے دباؤ کو کم کرنے کے لئے ہم کسی سرد چیز کا استعمال کریں گے۔ تو اس کا اثر وقت کے لحاظ سے ہوگا۔ مثلاً ایک دو منٹ رکھ کر اتار لیں گے۔ تو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا اثر الٹا پڑے گا جونہی ہم اس کو اتار یں گے فوراً وہ جگہ پہلے سے بھی زیادہ گرم ہو جائے گی۔ وہاں تیز بدہونے کے گرم زیادہ ہو جائے گی۔ مرض پہلے سے بھی زیادہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر معقول عرصہ تک وہاں وہ چیز رکھی جائے گی۔ تو اگرچہ اس کا وزن وہی ہوگا۔ مگر زیادہ عرصہ لگا رہنے سے اس کا اثر تبرید تام ہو جائے گا۔ اسی طرح تام ورموں میں جو محللات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ تو ایسے ضمادوں میں وقت کا لحاظ نہایت ضروری ہے۔

ان سے بھی تیز ادویہ جالی و محمر اثرات حاصل کرنے کے لئے ضمادوں و طلاؤں کی صورت میں استعمال کی جاتی ہیں۔

ایسی ادویہ کو اگر صحیح و سالم وجود پر چند منٹ تک لگایا جائے تو محمر یعنی اس جگہ کو سرخ کر دینے والی ثابت ہوں گی۔ لیکن اگر انہیں ایک دو گھنٹہ تک لگائے رکھیں تو اکثر ایسے ضمادوں و طلاؤں سے پھنسیاں و چھالے پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح حاد امراض میں اکثر زہریلی اور تریاقی قسم کی ادویہ استعمال کی جاتی ہیں۔ ایسے موقعہ پر مرض کی شدت کے ساتھ ساتھ زہریلی دوا ہونے کے باوجود نہ صرف

دوا کی مقدار فی خوراک زیادہ کر دی جاتی ہے۔ بلکہ اسے گھنٹوں کے وقفے کی بجائے منٹوں بعد استعمال کرنا پڑتا ہے۔

اس طرح اکثر قیمتی جانیں بچ جایا کرتی ہیں۔ لہٰذا ادویہ اغذیہ اشیائ میں وقت کا تعین بھی ضروری ہے۔

طریق

انسان جتنی بھی اغذیہ ادویہ اشربہ استعمال کرتا ہے۔ وہ انہیں مخصوص طریقہ سے استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ ہر شے کا اثر کسی خاص طریق کے ساتھ مخصوص ہوا کرتا ہے مثلاً بعض اشیا کھانے میں جو اثر رکھتی ہیں۔ وہ سونگھنے سے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ بعض اشیا کے اثرات سونگھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعض صرف لیپ لگانے کے ساتھ علیٰ ہذالقیاس طرح طرح کے طریقوں سے طرح طرح کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں

مثلاً سم الفار ایک تولہ کو باریک کر کے ضماد بنا کر صحیح وسالم جلد پر لگا دیا جائے۔ تو کچھ نمایاں اثر ظاہر نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس مقدار میں کسی تراشیدہ اور زخم والی جگہ پر لگا دیں۔ تو وہ خون میں شامل ہو کر زہریلا اثر پیدا کر دے گا۔ اسی طرح ایک دفعہ کھا لینے سے فوراً ہلاکت کا موجب ہوگا۔ لیکن چاول یا نصف چاول وزن میں سم الفار کھا لینے سے چنداں تکلیف نہ ہوگی۔ اگر کوئی تکلیف ہوگی۔ تو وہ بہت معمولی ہوگی۔ یعنی اس کے معدہ میں قدرے مروڑ کے ساتھ درد ہوگا یا قے ہو جائے گی۔ مگر اسی وزن میں بذریعہ سرنج وریدوں کے اندر داخل کر دینے سے خفقان انقلاب پیدا ہو جائے گا۔ اور وہ آدمی سخت بے چینی کا اظہار کرے گا۔

اسی طرح جمالگوٹہ بوزن ایک رتی کھانے سے قے اور دست آتے ہیں لیکن

اگر اسی مقدار میں بذریعہ حقنہ پچکاری کر دیں تو اسہال تو آجائیں گے لیکن قے بالکل نہیں آئے گی۔ علیٰ ہذا القیاس بہت سی مختلف طریق سے مختلف طرح کے اثرات پیدا کرتی ہیں۔

عادت

اس شرط کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اشیاء کے خواص و افعال و اثرات میں فرق پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ افیون۔ سنکھیا اور کچلہ وغیرہ میں سے اگر کوئی شخص وزن مقررہ سے زیادہ کھالے گا تو وہ فوراً مر جائے گا۔ لیکن جو شخص تھوڑی مقدار میں ہر روز کھاتا رہے اور بتدریج اس کا وزن بڑھاتا رہے حتیٰ کہ سمی مقدار میں کھانے لگ جائے۔ تو اس میں یہ اشیاء کوئی زہریلا اثر پیدا نہیں کریں گی۔

علیٰ ہذا القیاس معمولی غذا چاول اور گیہوں جو کہ ہر روز ہم کھایا کرتے ہیں۔ ہمارے جسموں میں طبعی طور پر طاقت دینے کے لئے کوئی نمایاں قسم کا تغیر و انقلاب پیدا نہیں کرتے۔ لیکن جو لوگ ان کے عادی نہیں ہیں۔ وہ اگر کھا لیں تو ان کے اجسام میں ایک سخت قسم کا تغیر پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً جو شخص گیہوں کھانے کا عادی ہو۔ لیکن چاول کبھی نہ کھاتے ہوں۔ وہ یک لخت گیہوں چھوڑ کر چاول کھانا شروع کر دے تو ضرور اس کے ہاضمہ میں ایک بھاری تغیر آ کر منہ سے پانی جاری ہو جائے گا۔ پیشاب و پاخانہ کی کثرت ہو جائے گی جوڑوں میں درد اور عضلات میں کمزوری واقع ہو جائے گی۔ لیکن جو شخص ہمیشہ چاول

کھانے کا عادی ہو۔ اگر چاولوں کی بجائے گیہوں کھانا شروع کر دے۔ تو فوراً اس کے پیٹ میں خلل پیدا ہو کر مروڑ۔ پیچش اور درد ہو کر پاخانے آنے شروع ہو جائیں گے۔

اسی طرح کوئی شخص میٹھی اشیا اغذیہ کھانے کا عادی ہوتا ہے۔ تو ترش یا نمکین اگر وہ خلافِ عادت چند دن دوسری اشیا کھاتا ہے تو وہ فوراً بیمار ہو جایا کرتا ہے۔ لہٰذا علاج الامراض میں مریض کو اس کی عادت کے تحت اغذیہ اشربہ کا درست کرنا اور مہیا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی چیز کی عادت بھی طبیعت ثانی کا درجہ رکھتی ہے۔ اسے آہستہ آہستہ ہی چھوڑا جا سکتا ہے۔ ورنہ وہ شخص خوفناک بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

شکل

اغذیہ و اشربہ چاہے ایک ہی قسم کی کیوں نہ ہوں اگر انہیں مختلف شکلوں میں استعمال کیا جائے تو وہ اپنے افعال و اثرات میں ضرور تیز و سست ہو جایا کرتی ہیں۔ بلکہ وہ مختلف اشکال میں مرغوب و نامرغوب ہو جاتی ہیں مثلاً کوئی شخص بھنا ہوا گوشت پسند کرتا ہے کوئی شوربہ والا۔ کوئی شخص میٹھے چاول پسند کرتا ہے کوئی سلونے اور چٹپٹے۔

اسی طرح ادویہ کبھی سفوف کی صورت میں مفید اثرات پیدا کرتی ہیں کبھی عرق و روح اور روغن کی صورت میں اسی طرح بعض امراض میں ایک شے کھانے سے فوری فائدہ مند ثابت نہیں ہوتی بلکہ اگر اسے دھونیں کی شکل

ہیں بطور دھونی استعمال کیا جائے تو وہ تریاق ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً چھپاکی کے لئے اجوائن کا سفوف کھانے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اسے دھونی کی صورت میں استعمال کیا جائے تو فوراً مریض کو سکون دے دیا کرتا ہے لہذا علاج الامراض میں امراض و اعضا کی نوعیت کے مطابق مختلف صورتوں میں ادویہ استعمال کرنی چاہئیں۔

مثلاً عضلات کو متاثر کرنے والی اغذیہ و ادویہ اگر خشک صورت اور سفوف ہوں تو زیادہ فائدہ کرتی ہیں۔ اور غدد کو متاثر کرنے والی اشیا زیادہ تر روغنی ہونی چاہئیں۔ اور اعصاب کو متاثر کرنے والی اشیا رقیق یا گیس اور دھونی کی صورت میں استعمال کرنے سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں۔

مثلاً ایک شخص کو اعصابی تحریک سے معدہ و امعا میں مروڑ کے ساتھ درد اور دست و قے آرہے ہیں۔ ایسے شخص کو بھنا ہوا خشک گوشت بلیلہ بلیلہ دار چینی۔ جائفل وغیرہ کا موٹا موٹا سفوف فوراً فائدہ دیتا ہے۔ لیکن اگر اسی شخص کو پیچش اور مروڑ کے ساتھ آؤں یا خون آمیز پاخانے آتے ہوں تو اسے کسٹرائل وغیرہ۔ روغنی اشیاء استعمال کی جاتی ہیں۔ وغیرہ

احتباس و استفراغ

احتباس و استفراغ کے فوائد و نقصانات کی تفصیلات تو اسباب ستہ ضروریہ میں کر دی ہیں۔ لیکن یہاں مزید معلومات کے لئے چند ضروری امور لکھے جاتے ہیں۔

احتباس و استفراغ کے لئے ضروری امور

۱۔ ورزش ۲۔ لباس ۳۔ حمام

یادداشت جاننا چاہیئے کہ یہ تین چیزیں اس لئے اہم ہیں۔ کہ جسم انسان پر ان کے اثرات سے فضلات اندر نہیں رکتے اور اخراج پا جاتے ہیں۔ ان کی ضرورت اس لئے بھی زیادہ ہے۔ کہ دنیا میں کوئی غذا بھی ایسی نہیں جس کا فضلہ نہ بنے۔ اسی طرح کوئی دوا بھی ایسی نہیں جو ان فضلات کو پوری طرح جسم سے خارج کر دے۔ اور اس کا نقصان طبیعت کو نہ پہنچے۔ اس لئے اس مقصد کے حصول کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ جسم کو حرکت و عمل کی عادت ڈالی جائے۔ جس کی تین صورتیں ہیں ۱۔ ورزش ۲۔ لباس ۳۔ حمام

ورزش

ورزش ایک ایسی حرکت ارادیہ ہے۔ جس میں جسم کے اعضا کو مختلف حرکات کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کبھی سانس لمبے لمبے لینے کی پریکٹس کی جاتی ہے۔ کبھی ٹانگوں اور بازوں کو جھٹکے دیئے جاتے ہیں۔ کبھی بیٹھکیں نکالی جاتی ہیں۔ کبھی ٹانگوں بازوں اور پشت و سینہ پر مالش کی جاتی ہے۔

ورزش کی دو اقسام ہیں

۱:۔ وہ جس سے تمام جسم متاثر ہو۔ یعنی اس کا تمام جسم پر اثر پڑے مثلاً دوڑنا۔ گھوڑا دوڑانا۔ کشتی کھیلنا۔ کشتی لڑنا۔ بیٹھکیں نکالنا۔

۲: دوسری وہ جس سے بعض اعضا متاثر ہوں۔ مثلاً اونچی آواز سے پڑھنا۔ جس سے صدر سینہ اور آلات تنفس فضلات سے پاک اور غذا کو قبول کرنے کے لئے مستعد ہوتے ہیں۔ بھاری پتھر اٹھانا۔ گیند بلا کھیلنا۔ ان سے دونوں ہاتھوں گردن سینہ دونوں شانوں اور پشت کا تنقیہ ہوتا ہے۔

تیز چلنا۔ اس سے دونوں سرین دونوں رانوں اور دونوں پنڈلیوں کا تنقیہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض اعضا پر تیل کی مالش بھی ایک قسم کی ورزش ہے۔ جو مخصوص اعضا کے فضلات خشک یا تیل وغیرہ سے مالش کر کے نکالے جاتے ہیں۔ جس سے اکثر جوڑوں کے منجمد فضلات تحلیل ہو جاتے ہیں۔ جن لوگوں کے جوڑ جلد اتر جاتے ہوں ان کے جوڑوں پر خشک اثمرات کی حامل ادویہ یا روغن وغیرہ کی مالش کرتے ہیں۔ جن سے رطوبات خشک ہو کر جوڑ اترنے سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ کمزور اعضا کچھ عرصہ مسلسل مالش سے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ مالش کے طریقہ سے موٹے اعضا کو دبلے اور دبلے اعضا کو موٹا و طاقتور کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس طریقہ سے خون باہر آسانی سے آجاتا ہے۔

بعض اوقات خون کے دباؤ کو بعض اعضا سے کم کرنے کے لئے دور کے اعضا میں مالش کی جاتی ہے۔ مثلاً جب سر گرم ہو۔ آنکھیں سرخ ہوں درد سر شدید ہو اس کے برعکس ہاتھ اور پاؤں سرد ہوں تو ہاتھوں اور پاؤں پر تیل لگا کر یا دودھ بھیڑ۔ یا کھدر کے کپڑے سے مالش کی جاتی ہے۔ خون اوپر کے اعضا سے کھینچ کر ہاتھوں اور پاؤں کی طرف آجاتا ہے۔

جس سے دماغ وغیرہ میں دباؤ کم ہو کر مریض سکھ کا سانس لیتا ہے۔

مقدار ورزش یا احتیاطی امور

جہاں ہر شخص کو ورزش کرنا ضروری ہے۔ وہاں اس کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ اپنی جسمانی طاقت کے مطابق ورزش کرے۔ کیونکہ ورزش کی افراط تفریط بجائے مفید ہونے کے مضر صحت ہو سکتا ہے۔ جیسے کسی مشین کا بیکار پڑے رہنا زنگ لگ کر خراب ہونے کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کا زیادہ استعمال بھی اس کے پرزوں کو گھسا کر جلد خراب کر دیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ورزش بھی حد اعتدال کے اندر رہی رہے۔ مثلاً ایک شخص میں ایک من وزن لکڑی کا گولا اُٹھانے کی طاقت ہے اگر وہ دو من وزن کا گولا اُٹھانے کی کوشش کرے گا۔ تو وہ ورزش اس جسم کے لئے نقصان دہ ثابت ہو گی۔

بچوں اور نوجوانوں کو کسی خاص ورزش کی ضرورت نہیں ہے انہیں کھیلنا کودنا ہی کافی ہے۔ اگر ان کو تمام دن کام میں مشغول رکھا جائے۔ اور کھیلنے کودنے کی اجازت نہ دی جائے۔ تو بھی ان کے لئے مضر ہے۔ ورزش کرنے والوں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ روزانہ اپنی مقررہ ورزش کیا کریں ان کے لئے یہ بہتر نہیں ہے۔ کہ دو چار روز ورزش کی۔ پھر چھوڑ دی۔ اس طرح بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طرح جسم ورزش کا عادی نہیں ہوتا جب دوبارہ ورزش کی جاتی ہے۔ تو جلد تھک جایا کرتا ہے۔ اگر ورزش کرنے سے ضعف قلب اور تنگی تنفس وغیرہ محسوس ہو تو بھی ورزش کو ملتوی کر دینا چاہیئے۔ اسی طرح سخت سردی

اور سخت گرمی میں بھی ورزش نہیں کرنی چاہیئے۔ جہاں عمدہ صحت کے لئے جسمانی ورزش ضروری ہے۔ وہاں دماغی قسم کی ریاضت بھی ضروری ہے۔ اگر جسمانی ورزش پر اکتفا کیا جائے گا۔ تو جسم کے عضلات و غدد تو طاقتور ہوں گے۔ لیکن اعصاب و دماغ کی قوتیں کمزور رہیں گی۔ مالش کے لئے ضروری ہے اول زور سے مالش کی جائے۔ پھر آہستہ آہستہ کم کر کے بند کر دی جائے۔ دماغی محنت کرنے والوں کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ تھکاوٹ دماغ کے وقت نیند سے آرام کرنے کی بجائے دماغ کو آکسیجن زیادہ مقدار میں پہنچائیں۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ کہ باہر کھلے میدانوں یا سبزہ زار کی طرف چہل قدمی اور سیر و تفریح کریں۔ ورنہ بصورت دیگر دماغ کند رہے گا۔ اور نیند میں خواب پریشان کریں گے۔

لباس و پوشاک

تندرست انسان کا درجہ حرارت (ٹمپریچر) ساڑھے اٹھانوے پر قائم رہے تو صحت رہتی ہے اگر کم و بیش ہو جائے تو وہ بیمار ہو جاتا ہے۔ ٹمپریچر کو کم بیش کرنے کے لئے جہاں ادویہ و اغذیہ کام کرتی ہیں وہاں ہماری فضا کا ماحول بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ یعنی گرمیوں میں ٹمپریچر بڑھ سکتا ہے۔ اور سردیوں میں انتہائی کم ہو کر موت واقع ہو سکتی ہے۔ مثلاً گرمیوں میں لُو لگنا، سن سٹروک سردیوں میں نمونیہ وغیرہ۔

ادویہ اغذیہ اشیاء تو کھانے پینے سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کے مفید یا غیر

مفید ہونے کے متعلق انسان کھانے سے پہلے غور کرتا ہے۔ اس کے برعکس ماحول کا نفع نقصان جسم خود بتاتا ہے۔ یعنی اگر شدید گرمی ہو تو طبیعت سرد ماحول کو پسند کرے گی۔ اگر شدید سردی ہو تو گرم ماحول چاہے گی۔ بلکہ یہیں کہوں گا کہ اگر ماحول ۹۸۰۴ ف سے کم بیش ہو گا۔ تو طبیعت بے چین ہو گی۔ جس کے لئے ہمیں تگ و دو کرنی پڑے گی جس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ مختلف طریقوں سے ماحول کو نارمل کیا جائے۔ مثلاً کوئلہ یا ہیٹر وغیرہ سے

۲۔ اپنے جسم کو ماحول کے مطابق گرم و سرد کپڑوں سے محفوظ کریں۔

پہلا طریقہ تو بہت محدود جگہ پہ ہو سکتا ہے۔ اور ہر شخص کے لئے بہت مشکل ہے۔ اس کے برعکس دوسرا طریقہ ہر مرد و عورت۔ بچہ و بوڑھا کے لئے لازمی ہے۔ اسے ہر امیر غریب اپنا سکتا ہے۔ اور اپنے جسم کو ماحول کی شدت سے محفوظ کر سکتا ہے۔

لباس کی اقسام

لباس کی دو اقسام ہیں۔ (۱) سردی کے موسم کا لباس۔
(۲) گرمی کے موسم کا لباس۔

سردی کے موسم کا لباس

موسم سرما میں ہلکے گرم اور ذرا ڈھیلے کپڑے پہننا چاہیئے۔ بچوں، بوڑھوں اور کمزور اشخاص کے سینہ کو موسم سرما میں ضرور گرم رکھنا چاہیئے۔ ورنہ انہیں نمونیا کھانسی وغیرہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس مطلب کے لئے موسم سرما میں کوٹ

یا ہلکا اونی کپڑا جو سویٹر وغیرہ کی صورت میں ہو یا کمبل اوڑھا جائے۔ اسی طرح ململ لین کا کپڑا بھی بہتر ہے۔ نیز کپڑے ہر موسم میں سادہ ہونے چاہئیں جو آسانی سے دھوئے جا سکیں۔ کیونکہ جسم کے اندر سے غلاظت نکل نکل کر کپڑوں میں جذب ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا چند دنوں کے وقفہ کے بعد کپڑوں کو صاف ستھرا کرنا چاہیئے۔

یاد رکھیں سیاہ۔ سرخ اور خاکی رنگ کے کپڑے حرارت زیادہ جذب کرتے ہیں۔ اور خارج بہت کم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سردیوں کے موسم میں جسم کو فوری طور پر گرم کرنے کے لئے اس قسم کے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ سر کی حفاظت کے لئے پگڑی یا ٹوپی صاف اور ہلکی ہونی چاہیئے۔ پاؤں کو سردی سے محفوظ کرنے کے لئے جرابیں اور بند جوتے ہونے چاہئیں۔ جو پسینہ کو جذب کرتے رہیں لیکن اتنے تنگ نہ ہوں۔ جن سے پاؤں کا دوران خون بے قاعدہ ہو کر کمزور اور بے ڈھنگا کر دے۔ انگلیوں میں گٹے اور اٹہن نہ پڑ جائیں۔

موسم گرما کا لباس

بعض قسم کا لباس حرارت کو زیادہ جذب کرتا ہے۔ اور بعض کم۔ چنانچہ جو کپڑے مسامدار بناوٹ کے ہوتے ہیں۔ وہ جسم انسانی کے پسینہ کو جذب کر کے اس کی تبخیر میں مدد دیتے ہیں۔ اسی لئے جسم ایسے کپڑوں کے پہننے سے سرد رہتا ہے۔ اور ان کو گرم موسم میں پہننا مناسب ہے۔

گو موسم گرما میں زیادہ باریک کپڑا آرام دہ ہوتا ہے۔ لیکن اس قسم کے کپڑے مفید نہیں ہوتے کیونکہ بیرونی گرمی کو اثر کرنے سے کم روکتے ہیں۔

لہٰذا موسم گرما میں ایسے کپڑے پہننے چاہئیں جو ذرا موٹے اور مسامدار ہوں.
چونکہ موسم سرما کے لئے مختلف رنگ کے کپڑے استعمال ہوتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ذیل میں ان مختلف اقسام کے کپڑوں کا بیان کریں۔ جو موسم گرما کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ یاد رکھیں سفید رنگ بمقابلہ اور رنگوں کے گرمی کو کم جذب کرتا ہے اس لئے گرمی کے موسم میں سفید رنگ کا کپڑا زیادہ موزوں اور ٹھنڈک رکھنے کے لئے مناسب ہے۔ اس کے بعد یا دامی اور ہلکا آسمانی رنگ کا کپڑا درست ہے۔
سر پر ہلکی ٹوپی جو اگر کپڑے کی بنی ہو تو بہتر ہے۔ یا پگڑی یا ہیٹ و ٹوپی اور سادہ ترین کپڑا یا رومال درست ہے۔
پاؤں میں چپل یا چمڑے کے جوتے یا ہلکے بوٹ مفید ہوتے ہیں۔

حمام

حمام سے مراد بند کمرے میں گرم پانی یا گرم بخارات سے غسل کرنا ہے یا اس کمرہ میں اس وقت تک ٹھہرنا ہے کہ جس سے جسم کے فضلات پسینہ کے ذریعے اخراج پا جائیں۔

شرائط حمام

۱:۔ حمام میں سرد پانی سے غسل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی حمام کے کمرہ کا درجہ حرارت جسم کے درجہ حرارت سے کم ہونا چاہیئے۔ یاد رکھیں حمام میں گرم پانی یا گرم بخارات کا استعمال لازمی ہے۔
۲:۔ حمام کے تین کمرے ہونے چاہئیں۔ پہلا کمرہ جسم کے درجہ حرارت کے برابر

دوسرے کمرے کا پانی اور ماحول نیم گرم ہونا چاہیئے اور تیسرے کمرے کا پانی اور ماحول نیز گرم ہونا چاہیئے۔ جس سے فوراً پسینہ وغیرہ آ سکے۔ لیکن اتنا گرم بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ جسم پر چھالے پڑ جائیں۔ یا جسم میں زیادہ تحلیل ہو جائے۔ ان کمروں میں حمام اس کمرے میں کیا جائے جس کا پانی اور ماحول طبیعت کو پسند ہو۔

۳:۔ حمام سے باہر نکلنے سے پہلے جسم کو اچھی طرح خشک کر لینا چاہیئے۔

۴:۔ اگر فضا کا ماحول حمام سے سرد ہو تو حمام کے اندر ہی کپڑے پہن کر نکلنا چاہیئے۔

۵:۔ حمام نہ تو نہار منہ کرنا چاہیئے اور نہ زیادہ شکم سیر ہونے کی حالت میں کیونکہ نہار منہ حمام کرنا بدن کو خشک کرتا ہے۔ اور غذا کھانے ہی حمام کرنا ہضم غذا کے فعل کو روک دیتا ہے۔

۶:۔ حمام میں کسی چیز کے کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حمام سے دوران خون باہر جلد کی طرف آ جاتا ہے۔ اور کسی چیز کے ہضم کے لئے معدہ و امعاء میں ضرورت کے مطابق دوران خون ہونا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں کھائی ہوئی چیز فضلات میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اکثر غذا کی خواہش (بھوک) ساقط ہو جاتی ہے۔

انسانی قوتوں کا تصرف

انسانی قوتوں کی اقسام ان کے افعال اثرات کی تشریح و تفصیل نوفزی کے باب میں تفصیل سے درج کر دی ہے۔ یہاں ان کے بے جا استعمال اور ان کے نقصانات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے صحیح مواقع استعمال اور فوائد بیان کر رہا ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ انسانی قوتیں تین صورتوں میں استعمال کی جاتی ہیں۔ اگر ان کا استعمال ضرورت کے مطابق ہو تو صحت برقرار رہتی ہے ورنہ جسم میں ان کے غلط استعمال سے شدید تحلیل واقع ہوتی ہے۔

ان کی تین صورتیں یہ ہیں۔

(۱) جسمانی اور دماغی محنت (۲) جذبات کی زیادتی (۳) مباشرت۔

جسمانی اور دماغی محنت

جسمانی اور دماغی محنت کی کثرت سے جسم میں زیادہ تحلیل پیدا ہوتی ہے جس کو بدل ما یتحلل پورا نہیں کر سکتا۔ اور ضعف واقع ہو جاتا ہے۔

عام طور پر جسمانی محنت زیادہ سے زیادہ ایک وقت میں چار گھنٹے اور ایک گھنٹہ کے وقفہ کے بعد دو گھنٹہ سے زیادہ نہیں کرنی چاہیئے۔

جسمانی محنت کرنے والوں کے لئے لازمی ہے کہ غذا پیٹ بھر کر کھائیں اور اس میں گوشت کی کافی مقدار ہونی چاہیئے۔

دماغی محنت کرنے والوں کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک وقت میں تین گھنٹہ اور ایک گھنٹہ کے وقفہ کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ دماغی محنت نہیں کرنی چاہیئے۔ اس سے زیادہ دماغی محنت کرنے سے اعصاب میں تحلیل اور اعضاء رئیسہ میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔

دماغی محنت کرنے والوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی غذا میں غلہ کم اور دودھ۔ گھی۔ پھل اور میوہ جات کا استعمال زیادہ کریں۔ گوشت کا استعمال ان کے دل چاہنے کے مطابق کرنا چاہیئے۔ اور نہ چاہے تو نہ بھی کریں البتہ مچھلی کا استعمال اُن کے لئے بہت مفید ہے۔ دماغی محنت کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنے کام سے چھٹی کریں۔ اور وہ وقت تفریح میں خرچ کریں۔

جذبات کی زیادتی

جذبات کی شدت نہ صرف جسم میں امراض پیدا کرتی ہے۔ بلکہ جسم کو کثرت سے تحلیل کرتی ہے۔ زیادہ غصہ اور غم سے دل میں تحلیل پیدا ہوتی ہے۔ غصے کی حالت میں فوراً ٹھنڈا پانی پینا چاہیئے یا لیٹ جانا چاہیئے۔

غم کی حالت میں مسرت کے ایام اور خدائے رحیم کی رحمت کا تصور ذہن میں تازہ کرنا چاہیئے۔

خوف اور ندامت سے ضعف جگر اور غدد میں تحلیل پیدا ہوتی ہے جس سے خون کی کمی واقع ہو کر ہارٹ فیل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

لذت و مسرت سے اعصاب میں تحلیل پیدا ہوتی ہے۔ جس سے بعض اوقات انسان مغلوب الشہوت ہو کر بیہوش ہو جاتا ہے۔

اعتدال سے زیادہ لذت و مسرت میں گرفتار نہیں رہنا چاہیئے زیادہ قہقہے بھی نہیں مارنا چاہیئے۔ اس سے سر کے پچھلے حصوں میں تحلیل ہو کر درد سر ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

مباشرت

فعل مباشرت کا حقیقی مقصد تو نسل انسانی کا قائم رکھنا ہے۔ جس کو ضرورت کے وقت ہی عمل میں لانا چاہیئے۔ خداوند تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان جذبہ محبت کو اسی فعل مباشرت سے قائم رکھا ہے۔ اسی فعل کی کمی بیشی سے اکثر خاندان برباد ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب فعل مباشرت کی ضرورت ہو تو اسے ضرور کرنا چاہیئے۔ ورنہ اگر ضرورت نہ ہو گی۔ تو بعض اوقات ایسی خوفناک امراض اور تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن سے چھٹکارا ملنا مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً حیض و نفاس کے ایام میں مباشرت سے اکثر سوزاک ہوا کرتا ہے۔ عورتوں کو سوزش رحم اور سوزش خصیۃ الرحم ہو جاتا ہے۔ بازاری عورتوں سے مباشرت کرنے سے اکثر آتشک کا خوفناک اعصابی مرض ہو جاتا ہے۔ لہٰذا فعل مباشرت کی ادائیگی کے لئے درج ذیل باتوں پر شدت سے عمل کیا جائے۔

(۱) خالی پیٹ مباشرت نہ کی جائے۔ اور شکم سیر کی حالت میں بھی نقصان رساں ہے

(۲) بیماری کی حالت میں مباشرت سے قطعاً پرہیز کیا جائے۔

(۳) جسم میں اگر کسی کیفیت کی زیادتی ہو تو اس وقت بھی مباشرت سے پرہیز کیا جائے۔

(۴) غم اور خوف کی حالت میں بھی اس سے دور رہنا چاہیئے۔

(۵) حیض اور نفاس کے ایام میں تو اس فعل سے بالکل احتراز کرنا چاہیئے۔

(۶) کم عمر لڑکیوں اور ہمیشہ کنواری لڑکیوں کے پاس جانا بھی مضر ہے اکثر ایسے اشخاص کے اعضائے تناسل کی رگیں ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ وہ صحیح فعل مباشرت ادا نہیں کر سکتے۔

(۷) بڑھیا اور بدصورت عورتوں سے بھی فعل جماع نہ کیا جائے۔ کیونکہ ان سے مل کر طبیعت خوش نہیں ہوتی۔

(۸) کثرت جماع سے پرہیز کیا جائے۔ اس سے اعصاب کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ اور عام طور پر اس سے فالج۔ رعشہ اور تشنج کی علامات پیدا ہوتی ہیں۔ اکثر بینائی میں ضعف واقع ہو جاتا ہے۔

فعل جماع ترک کرنا

مردوں میں مباشرت سے پرہیز کرنے سے دوران سر۔ گرانی بدن۔ تاریکی چشم۔ ورم خصیہ۔ ورم کنج ران جیسی تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں۔

عورتوں میں اختناق الرحم۔ دوران سر۔ ضعف قلب۔ اور اکثر غشی کے دورے شروع ہو جاتے ہیں۔

فعل مباشرت کا صحیح موقع

(۱) فعل مباشرت اسی وقت مفید و موثر صحت ہو سکتا ہے۔ جب اس کی شدید

خواہش پیدا ہو۔ یعنی بغیر کسی بیرونی تحریک کے شہوت کا غلبہ ہو۔

(۲) مکمل تنہائی ہو۔ کیونکہ دوسرے کا خوف ضعف قلب پیدا کرتا ہے۔

(۳) جب جسم میں فرحت و انبساط اور ایک خاص قسم کا سرور پایا جائے۔

ذیل کی چیزیں شہوت کو بڑھانے والی ہیں

(۱) پیڑو کے بالوں کو مونڈنا۔

(۲) لذیذ اغذیہ کا استعمال۔

(۳) عشق و محبت کے قصے اور افسانے پڑھنا۔

(۴) سریلی آواز اور نغموں کا سننا۔

(۵) رقص و سرود کا دیکھنا وغیرہ

فعل جماع کی صحیح صورت

مباشرت کے روز نہانا دھونا۔ خوشبو لگانا عمدہ کپڑے پہننا ضروری ہے۔ اور سب سے ضروری یہ بات ہے کہ جس دن مباشرت کرنی ہو اس دن عورت کو لازمی مطلع کرنا چاہیئے۔ مباشرت کی تمام شکلوں میں بدترین صورت یہ ہے کہ عورت مرد کے اوپر آئے۔ اس طرح مرد کے اعصاب اور اعضائے مخصوصہ میں نقصان واقع ہوتا ہے۔

یادداشت

مباشرت سے پہلے جسم کے مخصوص حصوں میں مساس کرنا چاہیئے۔ اور جب تک جسم میں جوش اور لذت کی شدت پیدا نہ ہو اس وقت تک مباشرت نہیں کرنا چاہیئے۔ اس سے میاں بیوی کے انزال میں سہولت ہوتی ہے۔ کیونکہ دونوں کا انزال (مغلوب الشہوت)

ہونا ضروری ہے۔ تاکہ دونوں کے رکے ہوئے مواد مکمل طور پر خارج ہو جائیں۔ اگر یہ صورت دونوں میں سے کسی ایک میں نہ ہو تو اس کے اعضائے رئیسہ میں شدید نقصان واقع ہوتا ہے۔ اول تو اوپر بیان کردہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ ورنہ ایک دوسرے کے خلاف جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اکثر نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔

اگر مباشرت ضرورت کے مطابق کی جائے تو اس سے جسم ہلکا پھلکا محسوس ہوتا ہے۔ تھکن دور ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد بہت اچھی تسلی بخش نیند آتی ہے۔ بھوک بڑھ جاتی ہے دماغی و جسمانی محنت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

اگر فعل جماع کے بعد تھکن۔ سستی اور کمزوری واقع ہو تو یہ جان لینا چاہیئے۔ کہ مواصلت ضرورت کے مطابق نہیں کی جا رہی۔ بلکہ لذت و شوق کے تحت عمل میں لائی جا رہی ہے۔ یہ صورت نقصان رساں ہے۔ اور اس سے ضعف اعضائے رئیسہ پیدا ہوتا ہے اور بڑھاپا جلد آتا ہے۔

مباشرت کے بعد تھوڑی دیر سونا ضروری ہے بعض لوگ اس کے بعد دودھ۔ حلوہ یا کوئی اور مقوی غذا یا دوا اس خیال سے استعمال کرتے ہیں تاکہ مواصلت کا بدل ما تحلل ہو جائے۔ لیکن یہ عادت بجائے فائدہ کے نقصان دہ ہے۔ کیونکہ اس وقت دوران خون میں تیزی ہوتی ہے۔ اور وہ دور دور سے اپنے فضلات کا اخراج کر رہا ہوتا ہے۔ اور ایسے وقت پر کھانے سے ان کا ایک طرف اخراج رک جاتا ہے۔ اور دوسری طرف طبیعت نئی کھائی

چیز کی طرف توجہ نہیں دے سکتی۔ اس طرح اس میں فساد پیدا ہوجاتا ہے کم از کم ڈیڑھ گھنٹے بعد جب بدن اعتدال پر آجائے تو اوّل غسل کرنا چاہیئے اور بعد میں کچھ کھایا پیا جائے۔ اگر ایسے موقع پر کوئی چیز مفید ہوسکتی ہے۔ تو وہ پان یا کوئی اور خوشبو دار شے ہو۔

عورتوں کو ایام رضاعت میں جب تک بچہ دودھ نہ چھوڑے مباشرت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے بچہ کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور اس کو اکثر قے۔ اسہال پیچش اور بخار کی شکایت رہتی ہے۔ اور بعض اوقات دق الاطفال اور ام الصبیان ہوجاتا ہے۔ جس سے بچہ سوکھ کر کانٹا ہوجاتا ہے

مقوی باہ ادویہ

تندرست اشخاص کو شوق کی خاطر مقوی باہ یا ممسک ادویہ کا استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کن اعضا کیلئے مفید ہیں اکثر اوقات کسی عضو کو زیادہ تیز کرنے سے بھی اس میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح طلاء وغیرہ کا استعمال بھی بجائے فائدہ کے نقصان دہ ہے۔ یہ سب چیزیں مریضوں کے لئے ہیں۔

مانع حمل تدابیر

بعض لوگ حمل کی روک تھام کے لئے ایسی صورتیں عمل میں لاتے ہیں جس سے قرار حمل میں رکاوٹ۔ مثلاً عزل (انزال کے وقت عضو مخصوص کو

باہر نکال دینا) یا عضو مخصوص پر باریک کپڑا لپیٹ دینا یا ربڑ کی تھیلی (فرینچ لیدر) یا عورتوں کے جسم میں مواصلت کے بعد ایسی ادویہ رکھنا جن سے نطفہ ضائع ہو جائے۔ یہ ساری صورتیں مرد و عورت دونوں کے لئے مضر ہیں۔ ان سے دل و دماغ دونوں پر اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ ان سے پوری طرح منی اخراج نہیں پاتی۔ تحریکات چلتے چلتے ایک دم رک جاتی ہیں۔ جس سے دونوں فریقوں کے جذبات کی پوری تسکین نہیں ہوتی اس طرح میاں بیوی کے ملنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ بعض ایسے مرد جنون۔ مالیخولیا۔ اور دوران سر کی تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اکثر عورتیں اختناق الرحم اور سیلان الرحم کی مستقل مریضہ بن جاتی ہیں۔

اسقاط حمل

موجودہ خاندانی منصوبہ بندی کی اسکیم سے متاثر ہو کر بے شمار خاندان اس گناہ عظیم میں مبتلا ہو کر اسقاط حمل کرا رہے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں جانتا کہ اسقاط حمل کا عورت کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یاد رکھیں ایک اسقاط دس بچوں کی پیدائش کے برابر اثرات رکھتا ہے۔ اکثر عورتیں سوزش رحم۔ سوزش خصیۃ الرحم۔ لیکوریا عسر الطمث۔ دق الامعاء۔ اور تپ دق جیسی خوفناک تکالیف میں ایسی مبتلا ہوتی ہیں کہ پھر تمام عمر انکی صحت بحال نہیں ہوتی۔ یاد رکھیں بچے کی پیدائش سے عورت کی صحت پر برا اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ اس کیلئے توانائی کا اثر رکھتا ہے۔ ہر بچہ جو پیٹ میں پرورش یا نشوونما پاتا ہے۔ اور اس میں زندگی کے نئے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو اس کی نمی کا ماں پر بھی اثر پڑتا ہے اور اس میں نئی زندگی اور حرارت پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر عورتیں حمل ہوتے ہی موٹی تازی ہو جاتی ہیں۔ بلکہ بعض عورتوں کی حمل سے خوفناک قسم کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ لہذا اسقاطِ حمل سے ہمیشہ بچنا چاہیئے

طبِ عملی

(۲) علم العلاج

علم العلاج کا مقصد یہ ایک ایسا علم ہے جس میں ایسے طریقوں اور تدابیر کو عمل میں لاکر کھوئی ہوئی صحت کو لوٹانے کی کوشش کی جاتی ہے مثلاً اگر اسہال اور قے آ رہے ہوں تو کسی غذا، دوا یا تدبیر سے انہیں روک دیا جائے۔ اسی طرح اگر سردی لگ رہی ہو تو چاہیے اسے کسی دوا سے یا چائے اور قہوہ پی کر دور کر دیا جائے۔ یا آگ وغیرہ سینک کر یا گرم لباس پہن کر جسم کو سردی سے محفوظ کر دیا جائے۔ یہی علم علاج کا مقصد ہے۔

طریقہ علاج کا نام چونکہ طب یونانی میں اس علم کے تحت ہر علامت کو روک دینے کی کوشش کی جاتی ہے لہٰذا اس طریقہ علاج کو علاج بالضد کہتے ہیں۔

طریق علاج طب یونانی میں امراض و علامات کے دفیعہ کے لئے تین طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ (۱) علاج بالتدبیر (۲) علاج بالدوا (۳) علاج بالید یا دستکاری۔

علاج بالتدبیر یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ اس میں دوا وغیرہ مریض کو نہیں دی جاتی بلکہ اسے غذا۔ پانی اور ہوا میں مناسب تصرف کرنے

کے لئے کہا جاتا ہے۔

اسباب ستہ ضروریہ کے ساتھ ساتھ کیفیات کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔ یعنی گرم کیفیت کے مریضوں کو سرد ماحول اور سرد اغذیہ اور دیگر تدابیر سے بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی طرح سرد۔ خشک اور تر کیفیات کے مریضوں کی کیفیات کو بدلنے کے لئے ان کے برعکس تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔

علاج بالدوا

علاج بالدوا میں ہر قسم کی ادویہ و اغذیہ اندرونی اور بیرونی طور پر استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اور ان میں مرض کے بالضد اثرات کا خیال مدنظر رکھا جاتا ہے۔ یعنی ایک طرف علامات کو مفرد اعضا کے ساتھ تطبیق دیکر ان کا مزاج قائم کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف ان کے برعکس مزاج کی ادویہ اغذیہ اشیاء استعمال کی جاتی ہیں۔ اس طرح یقینی شفا کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معالج کو نہ صرف علم افعال الاعضا پڑھایا جاتا ہے بلکہ اغذیہ ادویہ اشیا کے افعال اثرات کے ساتھ ساتھ ان کے مزاج سے بھی متعارف کرایا جاتا ہے۔

علاج بالید یا دستکاری

علاج کے اس طریقہ میں اعضائے جسم کو ضرورت کے مطابق چیرنا پھاڑنا۔ جوڑوں کا درست کرنا۔ اور بٹھانا۔ بعض امراض میں حصہ جسم کو داغنا۔ فصد و حجامت ٹوٹی ہوئی ہڈی کا جوڑنا وغیرہ شامل ہیں۔

علاجِ کلّی

علاج کلی سے مراد ان قوانین و اصولوں کا جاننا ہے جن کے تحت کوئی تدبیر یا دوا یا کوئی دستکاری (اپریشن) کا عمل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان قوانین کو ذہن نشین کئے بغیر کوئی علاج کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علاج میں صرف یہ جاننا کافی نہیں ہوتا کہ فلاں دوا فلاں مرض کے لئے ہے۔ بلکہ چند احکام بھی مدنظر رکھے جاتے ہیں

جن کے تحت بعض اوقات ادویہ کی مقدار میں کمی بیشی کبھی غذا میں تغیر و تبدل کہیں ماحول میں تبدیلی اور بعض وقت مریض کے کیفیاتی و نفسیاتی اثرات کو سمجھ کر غذا یا دوا کھلائی پلائی جاتی ہے۔ کیوں کہ بعض وہمی و مالیخولیا کے مریض کسی حکیم یا ڈاکٹر کی دوا کھانا تو کجا کسی سے پانی یا غذا لیکر بھی نہیں کھاتے۔ کیونکہ وہم ہوتا ہے کہ غذا یا دوا جو مجھے دی جا رہی ہے۔ اس میں زہر نہ ملا ہو۔ یا میری صحت کے لئے مضر نہ ہو۔ ایسے مریض دوستوں کے کہنے سننے سے مختلف معالجوں کے پاس جاتے ہیں اور وہاں سے ادویہ تجویز کرا کر لے آتے ہیں۔ لیکن گھر آتے ہی اسے اس خیال سے رکھ دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ معالج کو میری بیماری سمجھ نہ آئی ہو۔ اور مجھے یہ دوا نقصان دے دے۔ گھر والے جتنے جتن کریں وہ دوا نہیں کھاتا۔

ایسے مریض کا علاج وہ معالج ہی کر سکتا ہے جو اس کی نفسیات کو سمجھ لے اور اس مریض کو اپنا ہمنوا بنا لے۔ مریض کے ذہن میں یہ بات سما جائے کہ معالج ہی میرا ہمدرد اور دکھ کا ساتھی ہے۔ پھر مریض ایسے معالج کی دوا یا غذا کھائے گا۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنی حقیقت کو ہی بھول گیا۔ وہ اپنے آپ کو گائے تصور کرنے لگا۔ اس کے ذہن میں یہ بات سما گئی کہ چونکہ وہ ایک گائے ہے لہٰذا اس کی قربانی ہونی چاہیے۔ وہ گھر والوں کو یہی کہتا کہ اب عید الضحیٰ کے موقع پر میری قربانی

کر دیں. گھر والے اسے بیوقوف کہتے. اور وہ اسے کہتے کہ تو انسان ہے. انسان کی قربانی نہیں ہوا کرتی. لیکن وہ بضد تھا کہ چونکہ میں گائے ہوں لہٰذا میری قربانی ہونی ضروری ہے
مریض کے وارث بہت سے حکماء کے پاس لے کر گئے لیکن مریض کسی کی دوا یا تدبیر پر عمل نہیں کرتا تھا. آخر کار مریض کے ورثاء ایک ایسے معالج کے پاس لے کر گئے جو ماہر نفسیات بھی تھا. اس نے مریض سے کہا کہ تو واقعی ایک گائے ہے. تیرے وارث غلط فہمی میں مبتلا ہیں. اب تو مجھے بتا کہ تو کیا چاہتا ہے. اس نے کہا کہ اب کے بار عید قربان کے موقع پر میری قربانی ہونی چاہیئے. گھر والے مجھے بے وقوف کہتے ہیں.
معالج نے کہا کہ عید قربان میں چند روز باقی ہیں. عید کے دن تو میرے پاس آجا. میں خود تیری قربانی کر دوں گا. مریض بہت خوش ہوا. اپنے وارثوں کو کہنے لگا کہ عید کے دن مجھے یہاں لے آنا. وہ کہنے لگے کہ درست ہے. جب مریض کو عید کے دن معالج کے پاس لایا گیا. تو معالج نے مریض کے سامنے چھری وغیرہ تیز کی. اور کہا آؤ تمہاری قربانی کر دوں. مریض معالج کے کہنے پر لیٹ گیا. معالج نے مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور پسلیاں ٹٹولتے ہوئے مریض سے کہا کہ بھئی تو تو بہت کمزور ہے. آپ کے جسم پر گوشت اور چربی بہت کم ہے. کمزور اور ناتواں گائے کی قربانی منظور نہیں ہو سکتی. اگر آپ کی قربانی ضائع گئی تو کیا فائدہ آپ میرے کہنے پر ایک سال تک ایسی اشیاء کھائیں جن سے آپ کا جسم موٹا تازہ ہو جائے. آئندہ سال میں خود قربانی کر دوں گا. مریض کہنے لگا کہ آپ ہی بتائیں کہ میں کس قسم کی غذا کھاؤں اگر موٹا ہونے کے لئے کوئی دوا بھی ہو وہ بھی مجھے دے دیں. اب معالج کو علاج کا کھلا موقع مل گیا. مریض موٹا ہونے کے شوق میں ہر قسم کی بتائی غذا اور دوا پابندی کے

ساتھ کھانے لگا ایک سال کے اندر وہ نہ صرف موٹا تازہ ہوگیا بلکہ اس کی بیماری نکل گئی اور وہ اپنے آپ کو پھر انسان سمجھنے لگا۔ اس طرح اسے شفا کلی مل گئی۔ یہ کارنامہ معالج کا تھا جس نے اس کی نفسیات کو سمجھ کر علاج کیا۔

مندرجہ بالا مثال سے واضح ہے کہ کسی مریض کے لئے صرف دوا تجویز کر دینا کافی نہیں۔ بلکہ علاج کے اصول کلی کو ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے۔ بلکہ معالج کو ہر مرض و علامت کے اصول کلی ذہن نشین رکھنے چاہیئیں۔

ذیل میں ہم علاج کے جن اصول کلی پر بحث کریں گے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) احکام غذا۔ (۲) احکام دوا (۳) استفراغ (۴) احکام امالہ (۵) احکام فصلہ

احکام غذا

غذا کے متعلق سب سے اہم بات یہ ہے کہ بغیر شدید بھوک کے مریض کو غذا بالکل نہ دیں۔ اور جب بھوک سے غذا کے لئے اصرار کرے تو اول اسے لطیف اغذیہ مثلاً دودھ کا پانی پھلوں کا رس۔ چائے کا پانی (قہوہ) رقیق شوربہ۔ انڈے کی سفیدی یا انڈے کی زردی کا شوربہ وغیرہ استعمال کرائیں۔ اور جب ان کے بار بار کھانے سے بھی بھوک رفع نہ ہو تو انہی لطیف اغذیہ میں گھی کا اضافہ کر دیں۔ مثلاً دودھ گھی۔ یا گھی والی چائے۔ شوربے میں گھی وغیرہ اور اگر اس کے بعد بھی مریض بھوک کی شکایت کرے تو دلیا۔ چاول۔ خشکہ ڈبل روٹی چپاتی وغیرہ دیں۔ مگر جس ترکاری کے ساتھ ان کو استعمال کرائیں ان میں گھی بہت زیادہ ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ذہن نشین رکھیں۔ کہ ہر غذا کا وقفہ کم از کم چھ گھنٹے ضرور ہونا چاہیئے۔

یادداشت | یاد رکھیں کہ غذا کو ہضم کرنے کے لئے حرارت کی ضرورت ہے۔

اور جسم میں حرارت کی کمی کے وقت جو غذا مریض یا تندرست آدمی کھاتا ہے وہ ہضم نہ ہونے کی صورت میں اندر متعفن ہو کر باعث فساد ہوتی ہے۔ اس لئے اگر جسم میں حرارت کی کمی ہو۔ تو سرد اغذیہ بند کر دینی چاہیئں۔ کیونکہ بغیر ضرورت ٹھنڈی اغذیہ مثلاً شربت۔ لسی وغیرہ جسم کو سرد کر دیتی ہیں۔ یاد رکھیں حرارت ایک ایسی چیز ہے جس پر زندگی کی نشوونما کا دارومدار ہے اس لئے طبیب کو مریض کی حرارت کو خاص طور پر مدنظر رکھنا چاہیئے۔

اس طرح بغیر ضرورت مسہلات اور مدلات کا استعمال بھی منع ہے کیونکہ ان سے جسم کی حرارت کم ہوتی ہے۔

غذا استعمال کراتے وقت درج ذیل احکام کو خاص طور پر مدنظر رکھیں۔

(۱) جب مرض رفع ہو رہا ہو۔ اس وقت غذا پر مکمل کنٹرول ہونا چاہیئے ورنہ اگر ایسے وقت بغیر ضرورت غذا کھائی گئی تو طبیعت غذا کی طرف متوجہ ہو جائے گی جس سے حصول شفاء میں رکاوٹ ہو گی یا دوبارہ مرض شدت اختیار کر جائے گا۔ خاص طور پر باری کے بخاروں میں باری کے اوقات پر اس دن غذا بند رکھنی چاہیئے۔ جب تک باری کا وقت گزر نہ جائے۔

(۲) جب مریض کو بھوک زیادہ تنگ کرے اور وہ بار بار اس کی شکایت کرے تو اس کو اس قسم کی غذا دینی چاہیئے۔ جس میں مقدار کی زیادتی۔ مگر تغذیہ میں کمی ہو۔ مثلاً سبزیوں کا استعمال۔ بغیر دودھ کی چائے۔ چاول وغیرہ۔ اور اگر اس کے بعد بھی بھوک کی زیادتی رہے۔ تو ان میں گھی کی مقدار بڑھا دینی چاہیئے۔ ایسی کوشش کی جائے کہ اس کی غذا میں نشاستہ دار اغذیہ نہ ہوں یا بہت کم ہوں۔

کرایا جائے۔ لیکن اگر کمزوری شدید ہو۔ تو مقوی اغذیہ قلیل مقدار میں استعمال کرائی جائیں۔

(۱۰) گردوں کے امراض میں محلول اغذیہ مثلاً دودھ چائے۔ پھلوں کا رس استعمال کرائیں۔

(۱۱) آنتوں کے امراض خصوصاً جب پیچش ہو تو اغذیہ خصوصاً چبا کر کھانے والی اغذیہ بند کر دینی چاہیئے۔ اس وقت صرف دودھ کا پانی۔ انڈے کی سفیدی استعمال کرائی جائے۔

(۱۲) نزلہ زکام کی حالت میں غذا بالکل روک دینی چاہیئے۔ البتہ اگر مریض اصرار کرے تو خشک اغذیہ مثلاً چنے۔ مکئی۔ باجرہ۔ انڈے۔ پکوڑے۔ کریلے۔ بینگن ٹماٹر وغیرہ کھلائیں۔

(۱۳) بخار کی حالت میں غذا بالکل بند کر دینی چاہیئے۔ مریض کے شدید اصرار پر پھلوں کا رس استعمال کرائیں۔

(۱۴) قبض کے مریضوں کو عام طور پر غذا زیادہ مقدار میں استعمال کرائی جائے۔ خصوصاً چربی اور مرچ مصالحے والی غذا۔ یہی وجہ ہے کہ قانون مفرد اعضاء کے معالج دائمی قبض کے مریضوں کا علاج صرف سالن کھلا کر ہی کرتے ہیں۔

احکام دوا

دوا استعمال کرانے سے پہلے مرض کی صحیح تشخیص کرنا ضروری ہے جب تک تشخیص و تجویز میں شک ہو دوا استعمال نہ کرائیں۔ بلکہ ایسی صورت میں بہتر یہ ہے

یاد رہے کہ بھوک کی زیادتی اکثر معدے کی سوزش یا خشکی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

(۳) بعض اوقات مریض کی بھوک بالکل بند ہوجاتی ہے۔ اور وہ نقاہت محسوس کرتا ہے ایسی حالت میں تھوڑی مقدار میں مقوی اور زود ہضم اغذیہ استعمال کرائی جائیں۔ جیسے شوربہ یا انڈے کی زردی وغیرہ ان سے طاقت بھی بحال رہے گی۔ اور ہاضمہ پر زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا۔ بھوک کی کمی بعض وقت معدے میں خمیر اور بلغم کی زیادتی سے ہوتی ہے اور کبھی ضعف جگر سے۔

(۴) جب بدن میں ضعف کے ساتھ رطوبات کی زیادتی ہو تو غذا مقدار اور کیفیت دونوں کے اعتبار سے کم کرادی جائے۔

(۵) جب جسم میں غذا کو ہضم کرنے کی استعداد زیادہ ہوجائے اور طبیعت صحت کی طرف راغب ہو تو غذا میں مقدار اور کیفیت دونوں کو بڑھا دینا چاہیے

(۶) جب آنتوں اور جگر میں خرابی ہو تو ایسی غذا استعمال کرائی جائے جو معدے میں ہی ہضم ہوجائے جیسے نشاستہ دار اور لحمی اغذیہ۔

(۷) جب معدے میں سوزش ہو۔ تو ایسی غذائیں استعمال کرائی جائیں جن سے معدے کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ یعنی انہیں ہضم کرنے کے لئے معدہ کو زیادہ محنت نہ کرنی پڑے۔

(۸) جب قبض شدید ہو یا سدوں کا احتمال ہو تو اس وقت غذا کے ساتھ روغنی اشیاء کا اضافہ کر دینا چاہیئے۔ جیسے گھی دودھ۔ بادام روغن وغیرہ۔

(۹) جب تک جسم کے اندر زہریلے مواد ہوں تو اس وقت غذا خصوصاً مقوی اغذیہ کا استعمال بند رکھنا چاہیئے۔ جب فضلات کا اخراج ہوجائے اور اعضاء میں غذا کے طلب کی استعداد پیدا ہوجائے۔ تو اس وقت مقوی غذا کو شروع

کہ صرف غذا روک دیں اور تسلی ہونے پر دوا استعمال کرائیں۔

مرض کی تشخیص اور دوا کی تجویز میں ضروری امور (۱) مزاج مریض اور مرض (۲) دوا کی کیفیت (۳) اوقات استعمال دوا (۴) مفرد ادویہ (۵) مرکب ادویہ۔

مزاج مریض

تشخیص مرض میں سب سے ضروری امر یہ ہے کہ مریض کا موجودہ مزاج کیا ہے۔ کیونکہ بیماری کی حالت میں جو مزاج مریض کا ہوتا ہے اس کے تحت علامات مرض پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی ان علامات کا مزاج بھی وہی ہوتا ہے۔

دوا کی کیفیت اور مقدار

دوا استعمال کرنے سے پہلے اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ مریض کے مزاج کے مطابق ہو۔ اس میں ذیل کی باتوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) مزاج مریض (۲) قوت مریض (۳) عمر مریض (۴) مریض میں احتباس و استفراغ کی حالت۔ (۵) رہائش مریض یعنی میدانی علاقہ میں رہتا ہے یا پہاڑی یا سمندر کے نزدیکی علاقوں میں (۶) ماحول مریض (۷) موجودہ موسم۔

جب مندرجہ بالا امور کی وضاحت ہو جائے تو پھر مریض کے مزاج کے ضد کیفیت کی حامل دوا کو منتخب کریں۔ وہ دوا مجرب المجرب ہونی چاہیئے۔ مریض کی عمر۔ قوت اور مرض کی شدت خفت کے تحت دوا کی مقدار مقرر کریں۔

اوقات استعمال ادویہ

اس کے فیصلے میں بھی چند باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے (۱) مرض کے اوقات ابتدا اور انتہا کے اعتبار سے یعنی مرض کس حالت میں ہے۔ مثلاً ورم کی حالت میں اس امر کو خاص طور پر ملحوظ

رکھا جاتا ہے کہ اس کی ابتدا ہے یا درمیانی حالت۔

اگر اس کی ابتدا ہو تو رادع ادویہ استعمال کی جاتی ہیں۔ درمیانی حالت میں رادع اور محلل ادویہ ملا کر اور ورم کی انتہا میں صرف محلل ادویہ استعمال کی جاتی ہیں۔

(۲) مریض کی قوت :۔ اگر مریض قوی ہو تو استفراغ میں دیر نہ کریں۔ لیکن اگر وہ ضعیف ہو تو استفراغ کرنے میں اس وقت تک دیر کریں جب تک بذریعہ غذا قوت کو نہ لوٹایا جائے۔

(۳) مرض کی شدت و خفت :۔ یعنی اگر مرض شدید اور خوفناک ہو تو دوا کا وقفہ استعمال بڑھا دینا چاہیے۔ مثلاً جو دوا دست اور قے روکنے کے لئے ایک ایک ماشہ کی مقدار میں دن میں چار بار کھلائی جاتی ہے۔ جب ہیضہ جیسی خوفناک تکلیف ہو گی اور مریض کے جلد تلف ہونے کا خطرہ ہو تو ایک طرف دوا کی مقدار فی خوراک تقریباً دوگنی کر دی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف جہاں دوا کی خوراک ۳ گھنٹے بعد دی جاتی ہے وہاں دوا کا وقفہ گھٹا کر ۱۰ سے ۱۵ منٹ بعد دوا کی خوراک کھلائی جائے گی۔ ورنہ اگر عام طریقہ سے دوا استعمال کرائی جائے تو مریض کو آرام آنے کی امید بہت کم ہوتی ہے۔

(۴) بعض اوقات مرض کی شدت میں مریض شدید گرمی اور جلن کی شکایت کرتا ہے اکثر سرد پانی یا سرد چیزیں کھانے کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔ ہاتھ پاؤں پر اکثر سرد اور بھیگا ہوا کپڑا رکھتا ہے۔ مثلاً نمونیہ اور ہیضہ کی حالت میں ایک طرف پیاس ہوتی ہے دوسری طرف شدید گرمی کا احساس ہوتا ہے۔ ایسے مریضوں کے لئے سرد پانی زہر قاتل ہے۔

(۵) کسی مرض کو دُور کرنے کے لئے اس وقت تک دوا نہ دیں۔ جب تک مریض کے کیفیات اور مزاج کو درست نہ کر لیں۔

(۶) کسی مریض کو اس وقت تک دوا نہ دی جائے جب تک مریض معالج کی تشخیص سے مطمئن نہ ہو جائے

(۷) مریض جب کسی علامت یا مرض کا ذکر کرے تو فوراً اسے دوا نہیں دینی چاہیئے بلکہ معالج خود تشخیص کرے۔ اگر کچھ باتیں پوچھنے والی ہوں تو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے پوچھ لینی چاہیئیں۔ مثلاً ایک نوجوان عورت اگر کہتی ہے کہ میرے پیٹ میں درد ہے۔ معالج کو چاہیئے۔ کہ وہ مریضہ سے پوچھے کہ اسے کس مقام پر درد ہے۔ اگر وہ ناف کے نیچے درد بتائے تو پھر اسے پوچھنا چاہیئے کہ اسے خون حیض (ماہواری) کا درد تو نہیں ہے۔ اسی طرح پیچش یا پاخانے تو نہیں آرہے۔ پیٹ میں ہوا تو نہیں ہے۔ اسی طرح درد جگر طحال اور معدہ کا بھی ہو سکتا ہے۔

(۸) کسی عضو کی مقوی دوا اس وقت استعمال کریں۔ جب اس عضو کو دوا کے جذب کرنے کے لئے تیار کر لیا ہو۔

(۹) بغیر سوچے سمجھے شدید مسہلات۔ مدرات اور مقیات کا استعمال نہ کریں

(۱۰) جسم میں فاسد فضلات کی موجودگی میں مقویات کا استعمال نہ کریں۔

مفرد ادویہ جہاں تک ممکن ہو۔ مفرد دوائیں استعمال کریں۔ اور جب تک ہلکی دوا سے کام چل سکے تیز ادویہ استعمال نہ کریں۔

جو دوا بھی استعمال کی جائے اس کے افعال اثرات خواص فوائد سے معالج کو پوری واقفیت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دوا مریض کو کوئی تکلیف دے۔ جس سے مریض بے چینی کا اظہار کرے ایسی صورت میں کھلائی ہوئی دوا کی تریاق دوا اگر فوراً کھلادی جائے تو مریض کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص کو درد روکنے کے لئے افیون

اتنی مقدار میں کھلا دی گئی ہو جس سے اس کا جسم سرد ہو جائے۔ ایسی گہری نیند آجائے کہ جگانے سے بھی نہ جاگے۔ سانس لمبا اور خراٹے دار آنے لگے۔ تو اس وقت افیون کے بد اثرات کو ختم کرنے کے لئے اس کا تریاق کچلہ کھلانا پڑے گا۔ جس کے کھلاتے ہی تمام غیر طبعی علامات رفع ہو جائیں گی اور مریض ہر قسم کے نقصان سے بچ جائے گا۔ لیکن اگر معالج کو اس کے تریاق کا پتہ ہی نہ ہو تو پھر نقصان لازمی ہے۔

یاد رکھیں بعض زہریلی ادویہ کے مخصوص تریاق تلاش کر لئے ہیں۔ جو بعید مفید ہیں۔ لیکن بعض دفعہ زہر کا تریاق اگر میسر نہ آئے تو بعید پریشانی ہوتی ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے قانون مفرد اعضاء نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ جو مزاج کھلائی ہوئی زہریلی دوا کا ہے۔ اس کے بعد کا مزاج رکھنے والی تمام ادویہ اس کی تریاق ہیں۔ مثلاً عضلاتی اعصابی ادویہ کی تریاق عضلاتی غدی ادویہ اور عضلاتی غدی ادویہ کی تریاق غدی عضلاتی۔ اسی طرح غدی عضلاتی ادویہ کی تریاق غدی اعصابی ادویہ ہیں۔

(۲) مفرد دواؤں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ ان سے جسم میں کوئی کیمیائی عمل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس مرکب دوائیں بعض دفعہ شدید کیمیائی عمل کرتی ہیں۔ جو نہایت نقصان کا باعث ہو سکتا ہے۔ مثلاً گلیسرین اور پوٹاشیم پرمینگنیٹ کے ملانے سے شعلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر خدانخواستہ اندر ایسا کیمیائی عمل ہو جائے تو فوراً موت واقع ہو سکتی ہے۔

(۳) مفرد دواؤں کے افعال و اثرات مفرد صورت میں کھلانے سے ہی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ ورنہ کلی طور پر ان کی دوا کے ساتھ اس مرکب کے افعال اثرات مفرد نہیں کئے جا سکتے۔

مرکب دوائیں عام طور پر جتنے نسخہ جات کتب طبیہ میں درج ہیں۔ وہ نوے فیصد مرکب ہی ہیں۔ بعض نسخوں کے اجزاء سو یا ڈیڑھ سو ادویہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جن کے اکٹھا کرنے پر ایک پنساری کی تمام دکان ہلانا پڑتی ہے۔ بعض اوقات پھر بھی تمام اجزاء نہیں ملتے۔ اور نسخہ بنوانے والا پریشان اور اس کے فوائد سے مایوس ہو جاتا ہے۔

لہٰذا بہت زیادہ اجزاء کا نسخہ نہیں ہونا چاہیئے۔ قانون مفرد اعضا دو اجزاء سے لیکر زیادہ سے زیادہ نو اجزاء کی اجازت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانون مفرد اعضاء کے فارماکوپیا کے نسخہ جات دو چار سے لیکر چھ سات اجزاء تک ہی محدود ہیں۔ جو افعال اثرات میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

احکام استفراغ استفراغ کے معنی جسم کے فضلات پاک کرنا ہے۔ اطبا کی اصطلاح میں لفظ استفراغ سے ان چیزوں کا بدن انسان سے خارج کرنا مراد ہے۔ کہ اگر وہ جسم میں پڑی رہیں۔ تو بدن میں طرح طرح کے فساد پیدا ہو کر افعال انسانی صحیح طور پر صادر نہیں ہو سکتے۔

استفراغ کرنے کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں۔

(۱) بذریعہ مسہل یا ملین (۲) بذریعہ حقنہ (۳) فصد (۴) قے (۵) حجامت (۶) حمام یا غسل (۷) علق یا سنگیاں۔

یادداشت ان امور میں مسہل۔ قے اور فصد عمومی ہیں اور باقی مقامی۔

عمومی عمومی استفراغ اس وقت کیا جاتا ہے جب مواد تمام جسم میں پھیلا ہوا ہو۔ یا دوسرے الفاظ میں اخلاط میں اثر انداز ہو۔ اور مقامی استفراغ

اس وقت کیا جاتا ہے۔ جب مادہ کسی خاص مقام پر رکا ہو۔

شرائط استفراغ ہر استفراغ میں مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی کرنا ضروری ہے (۱) امتلا (۲) قوت (۳) مزاج (۴) فربہی لاغری (۵) عوارض لازمہ (۶) عمر (۷) وقت (۸) پیشہ (۹) عادت۔

(۱) امتلا اس سے مراد جسم کا مواد سے بھرا ہوتا ہے۔ جب تک جسم میں مواد پایا جائے استفراغ درست ہے۔ اور بدن مواد سے خالی ہونے پر استفراغ روک دیا جائے۔

(۲) قوت قوت سے مراد یہ ہے کہ مریض کے جسم میں اس قدر قوت ہے کہ استفراغ سے اس کو ضعف و ناتوانی واقع نہ ہوگی۔

اگر مریض میں ضعف و ناتوانی ہوگی۔ تو استفراغ سے پرہیز کریں۔ البتہ اگر مواد کی شدت سے نقصان کا خطرہ ہو تو استفراغ ضرور کر دینا چاہیئے۔

(۳) مزاج مزاج میں اگر گرمی خشکی یا سردی خشکی کی شدت ہو تو بغیر اشد ضرورت استفراغ سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۴) فربہی ورلاغری فربہی اور لاغری میں بغیر ضرورت استفراغ کرنے سے انتہائی نقاہت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۵) عوارض لازمہ بغیر مرض کا تعین کیے استفراغ مہلک ہوتا ہے جیسے تپ محرقہ زخم امعا اورام دبواسیر اسی طرح حمل کے دوران میں بھی استفراغ منع ہے۔ لیکن اگر ضروری ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ مریض کی طاقت اور مزاج کے مطابق دوا دیکر استفراغ کرانا ہے۔

(۶) عمر | بغیر اشد ضرورت بچوں۔ بوڑھوں اور نازک مزاج مستورات کو استفراغ نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ بچوں کو اگر ڈبہ اطفال کی شکایت ہو تو انہیں قے کرادی جائے تو فوراً بلغم نکل کر آرام آجاتا ہے۔ اس کے برعکس ۷، ۸ ماہ کی حاملہ کو قے کرانا حمل ساقط کرنے کے مترادف ہے۔

(۷) وقت | شدت گرمی و سرما۔ بارش اور رات کے وقت بغیر اشد ضرورت کے استفراغ سے پرہیز کریں۔

(۸) پیشہ | جن پیشوں میں مواد ویسے ہی تحلیل ہوجاتا ہو۔ ان کو استفراغ درست نہیں۔ حمامی۔ محنت کش مزدور مثلاً انجنوں کے بائکر پر کام کرنے والے مزدور یا۔ وزن اٹھانے والے مزدور

(۹) عادت | جن لوگوں کو استفراغ کی عادت نہ ہو۔ انہیں استفراغ نہ کریں۔ البتہ ضرورت کے وقت ہلکا سا استفراغ کرنا واجب ہے۔

مقاصد استفراغ

(۱) موذی مواد کا بدن سے نکالنا (۲) موذی مادے کا بقدر برداشت نکالنا (۳) استفراغ اس طرف کیا جائے۔ جس طرف مادے کا میلان ہو۔ (۴) جو مواد نکالے جاتے ہیں ان کے راستے طبعی ہوں مثلاً گردوں کا مواد پیشاب کی راہ جگر کا مادہ پاخانے کی راہ (۵) استفراغ سے قبل مادے کو منضج سے پکالیا جائے نضج مواد کی اس حالت کا نام ہے جس سے وہ قوام میں معتدل ہوجائے اور آسانی سے خارج ہوسکے کیونکہ زیادہ غلیظ اور لیس دار مواد آسانی سے خارج نہیں ہوسکتا

البتہ اشد ضرورت کے وقت بغیر نضج کے بھی استفراغ کرایا جا سکتا ہے۔

یادداشت | اگر استفراغ سے مادہ بکثرت خارج ہو رہا ہو تو گھبرانا نہیں چاہیئے اور جب تک قابل اخراج مادہ نکلتا رہے اور مریض برداشت کر سکے۔ تو اس وقت مادہ کی کثرت سے قطعاً نہ گھبرائیں۔ لیکن جب مواد خارج ہو جائے۔ یا کمزوری کا خدشہ ہو۔ تو استفراغ بند کر دیں۔

مسہلات | مسہلات استعمال کرنے میں یہ امر لازمی ہے کہ ادویات نہ صرف مزاج و کیفیات کے مطابق ہوں بلکہ ہر مرض اور عضو کے بھی مطابق ہوں کیونکہ قدرت نے ہر مرض اور علامت کا ایک جدا مسہل بنایا ہے اور کسی مسہل کا غیر مناسب جگہ پر استعمال باعث نقصان ہوتا ہے۔

مسہلات جسم میں ذیل کے طریق پر عمل کرتے ہیں۔

(۱) جسم میں قوت انقباض کو بڑھا دیتے ہیں۔ اور ان کے بعد طبیعت اس کے ردعمل کی صورت میں اسہال لے آتی ہے جیسے مصبر اور حنظل وغیرہ۔

(۲) ادویات جسم میں حرارت پیدا کر کے مواد کو تحلیل کر کے اسہال لاتی ہیں

(۳) بعض ادویات جسم میں لیس اور لزوجیت پیدا کر دیتی ہیں اور طبیعت ان کو خارج کرنے کی کوشش میں اسہال لے آتی ہے۔ جیسے اسبغول۔

(۴) نمکین ادویہ کے استعمال سے جسم میں ملاحت بڑھ جاتی ہے اور طبیعت اس کا اخراج لازمی سمجھتی ہے۔ اور اسہال لاتی ہے۔ جیسے لاہوری نمک

(۵) بعض ادویات جسم میں سوزش پیدا کر دیتی ہیں۔ اور طبیعت ان کو رفع کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور اسہال لے آتی ہے۔ جیسے جمال گوٹہ۔

(۶) جسم میں جب ترشی یا کھار کی زیادتی ہوجاتی ہے۔ تو طبیعت ان کو اسہال کے ذریعے خارج کرتی ہے۔ جیسے ترشی کی صورت میں املی آلو بخارا اور کھار کی صورت میں سجی کھار وغیرہ۔

(۷) جسم میں روغنی ادویہ آنتوں میں پھسلن پیدا کر کے اسہال لاتی ہیں جیسے بادام روغن کسٹرائل وغیرہ۔

احکام مسہلات

(۱) اگر مرض میں شدت نہ ہو تو پہلے منضجات کا استعمال کر کے مادے کو پکا کر قابل اخراج بنا لیا جائے مثلاً رقیق مادہ کو غلیظ اور غلیظ کو رقیق اس کے بعد اول ملینات استعمال کر لئے جائیں بعد ازاں مسہلات کا استعمال کیا جائے۔

(۲) مسہل کھلانے کے بعد مریض کو آرام اور سکون اختیار کرانا چاہیئے اگر دوا سے قے یا متلی کی صورت پیدا ہو تو خوشبودار ادویہ سونگھائیں۔ جیسے پودینہ وغیرہ اگر پھر وہی مسہل کھلانا پڑے تو پہلے سے اس کی مقدار کم کر دینی چاہیئے تاکہ دوبارہ ایسی حالت پیدا نہ ہو۔

(۳) اگر مسہل سے بکثرت اسہال آنے شروع ہو جائیں۔ اور مریض کمزوری محسوس کرنے لگے تو انہیں حابسات کھلا کر بند کر دیں۔ لیکن اس بات کا خیال ضرور رہے کہ جس مزاج (تحریک) کا مسہل ہو اس کے بعد والے مزاج کی حابس ادویہ سے اسہال روکیں۔ مثلاً جمال گوٹہ کے اسہال کو روکنے کے لئے اعصابی غدی محرکات فوری اثر ہیں۔ جن میں گوندکیترا۔ ملٹھی۔

(۴) اگر مسہل شدید سے بھی پاخانے نہ آئیں تو آئندہ ایسے مسہل نہیں کھلانے چاہئیں

ورنہ معدہ امعاء میں شدید سوزش ہونے کا خطرہ ہے۔ ایسے اشخاص کو کسٹرائل یا بادام روغن ملے ہوئے پانی سے حقنہ کرنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے ان کی آنتوں میں خشکی کم ہو کر خود بخود صحیح پاخانے آنے لگ جاتے ہیں۔

(۵) مسہل کھلانے کے بعد مریض کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ فوراً سرد پانی استعمال نہ کرے ورنہ مسہل کا فعل باطل ہو جائے گا۔ البتہ مسہل سے قبل ایسا کرنا معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح عمل مسہل ختم ہونے کے بعد حمام کرنے سے بقیہ مواد تحلیل ہو جاتا ہے

(۶) عمل میں ختم ہونے سے قبل یا فوراً بعد کھانا کھانا اس کے فعل کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ ایسے وقت میں طبیعت غذا کے ہضم میں مصروف ہو کر مواد کے رفع کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتی۔

(۷) نہار منہ کبھی بھی مسہل نہیں کھلانا چاہیئے۔ ورنہ ضعف کا خطرہ ہے۔ اول مریض کو ہلکا سا ناشتہ کرائیں۔ جیسے دودھ۔ چائے۔ پھلوں کا رس اور پھل وغیرہ ناشتہ کے گھنٹہ بعد مسہل کھلائیں۔

(۸) نازک مزاج اشخاص کو مسہل نہیں دینا چاہیئے انہیں مزاج (تحریک) کے مطابق ملینات ہی دیں۔ مثلاً ہلیلہ سیاہ۔ گلقند۔ منقہ۔ انجیر۔ بادام روغن گھی وغیرہ

(۹) اگر کسی تیز مسہل سے پیٹ میں مروڑ۔ درد پیچش ہو جائے تو اسبغول۔ گوند کیترا دہی۔ لسی وغیرہ میں سے کوئی شے دیں۔ فوراً سکون ہو جائے گا۔

(۱۰) مسہل کے بعد اسی مزاج کی مقوی غذا کھلائیں۔ یہ نہ ہو کہ مسہل تو اعصابی وبلغمی مزاج کا ہو اور غذا عضلاتی یا غدی مزاج کی تجویز کی جائے۔ اس طرح مسہل کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔

حقنہ (انیما)

حقنہ ایک دستی عمل ہے جس میں ضرورت کے وقت کسی شخص کی آنتوں میں بذریعہ ایک ربڑ کی نالی کے مقعد کے راستے پانی یا صابن ملا ہوا پانی یا روغن ملا ہوا پانی یا خالص روغن غذائی محلول داخل کیا جاتا ہے۔ جس کا مقصد آنتوں کے مواد کو تلین سے خارج کرنا ہے یا کمزور اور بیہوش مریض کو غذائی انیما کر کے غذا پہنچانا ہے۔

فوائد (۱) چونکہ حقنے کی تاثیر زیادہ تر امعاء مستقیم اور امعاء کے نچلے حصہ پر ہوتی ہے جس سے آنتوں کے مواد خارج ہو کر آنتوں کے درد اور مروڑ رفع ہو جاتے ہیں۔

(۲) اس کے علاوہ جب امعا خالی ہو جاتی ہیں تو بدن کے بالائی حصوں کے مواد آنتوں میں کھینچ کر چلے آتے ہیں۔ جس سے دماغ اور پھیپھڑوں میں دباؤ کم ہو کر مریض کو سکون ہو جاتا ہے۔

(۳) قولنج۔ آنتوں کی خشکی یا آنتوں کے زخموں کا بہترین علاج حقنہ ہے۔

(۴) جب کسی مریض کو کسی صورت میں قے نہ رکتی ہو۔ پانی کے چند قطرے بھی بذریعہ قے نکل جاتے ہوں یا مریض گلے کی کسی تکلیف کی وجہ سے کھا پی نہ سکتا ہو یا مریض کئی دن سے بیہوش ہو۔ اور اس کا غذا کی کمی وجہ سے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں مخصوص قسم کی غذا کو محلول کر کے بذریعہ حقنہ آنتوں میں پہنچایا جاتا ہے۔ جس سے غذائی ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ اس طرح مریض مہینوں

اور سالوں تک زندہ رہ سکتا ہے ۔ اور اسے علاج کا بخوبی موقع مل سکتا ہے ۔

(۵) جب اسہال کسی دوا یا غذا سے نہ رک سکیں تو قابض و حابس ادویات بذریعہ اینما آنتوں میں پہنچاتے ہیں جس سے فوراً اسہال بند ہو جاتے ہیں ۔

اقسام حقنہ | (۱) مسہل آور حقنے (۲) ملین حقنے (۳) غذا پہنچانے والے حقنے (۴) زخم صاف کرنے والے حقنے (۵) آنتوں کے زخم بھرنے والے حقنے (۶) اسہال بند کرنے والے حقنے ۔

اوقات حقنہ | حقنہ کے لئے بہترین وقت صبح اور شام کا ہے ۔ اس کے برعکس شدید ضرورت کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں اور ہر وقت حقنہ کیا جا سکتا ہے ۔ خواہ کوئی موسم ہو یا دن رات کا کوئی حصہ ۔

قے

جس طرح پھیپھڑوں وغیرہ میں بلغم جیسی کوئی غیر طبعی چیز کے خارج کرنے کے لئے کھانسی آتی ہے ۔ اسی طرح معدہ میں جب غذا متغیر ہو کر آنتوں کی طرف نہیں جاتی تو اسے خارج کرنے کے لئے معدہ میں الکائی اور متلی پیدا ہوتی ہے اگر مواد قابل اخراج ہوتا ہے اور معدہ کے عضلات قوی اور طاقت ور ہوتے ہیں تو وہ بذریعہ قے تمام مواد خارج کر دیتے ہیں ۔ اگر شدید قے آئے تو پھیپھڑوں تک کے مواد بھی خارج ہو جاتے ہیں ۔

احکام قے | (۱) جس مریض کو قے کی عادت نہ ہو ۔ اسے تیز قے آور ادویات نہ دی جائیں ۔ کیونکہ بعض اوقات بینائی اور سماعت کو شدید

نقصان پہنچاتا ہے۔ اور کبھی کوئی شریان پھٹ جاتی ہے جس سے بہت خون خارج ہو کر موت واقع ہو سکتی ہے

(۲) ٹی بی اور دل کے مریض کو جسے کبھی کبھی کھانسی کے ساتھ خون یا خونی قے آجاتی ہو۔ تو اسے قطعاً قے کی دوا نہیں دینی چاہیئے ہاں البتہ اگر قے کی دوا دینی ہو تو وہ شدید اعصابی ہو۔ تاکہ اگر قے آئے تو خون نہ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی مریض کو خونی قے آتی ہے۔ اس وقت اگر اسے تریاق تپ دق (۱ حصہ شیر عشر + ۱۵ حصہ ہلدی) سے قے کرائی جائے تو نہ صرف خون بند ہو جاتا ہے بلکہ دل کی گھبراہٹ اور ضعف بھی رفع ہو جاتا ہے۔

(۳) بعض لوگ روزانہ صبح حلق میں انگلی ڈال کر گلے اور سینے کو صاف کرتے ہیں یہ غلط ہے اس سے پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور بڑھاپا جلد آتا ہے۔

(۴) موٹے جسم کے مریضوں کو قے نہیں کرانی چاہیئے۔ ان کا دل بیٹھ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ جیسے ہیضہ میں دل بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح جن مریضوں کو اسہال آتے ہوں یا دماغی امراض میں مبتلا ہوں قے نہیں کرانی چاہیئے۔

(۵) قے کرانے کے بعد پانی میں تھوڑا سا سرکہ ملا کر کلی وغیرہ کرانی چاہیئے

(۶) جس مریض کو خود بخود قے آرہی ہو۔ اور قے میں غذائی اجزاء اخراج پا رہے ہوں تو ایسے شخص کی قے کو فوراً بند نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ہلکی قے آور دوا دیکر فاسد مواد کا اخراج کر کے بند کی جائے۔ یہی صورت ہیضے میں مدنظر رکھنی چاہیئے۔

قے کے فوائد (۱) جس طرح آنتوں کی صفائی کے لئے مسہل کا عمل ہے اسی

طرح معدہ اور پھیپھڑوں کی صفائی کے لئے قے کا عمل ہے۔ کبھی یہ اعمال طبیعت خود بخود انجام دیتی ہے کبھی ہم مسہل یا قے آور ادویات دیکر یہ عمل پورا کرتے ہیں

(۲) ڈبہ اطفال، دمہ بلغمی کا فوری علاج قے ہے۔

(۳) قے کے عمل سے گردوں کی حالبین میں پھنسی ہوئی پتھریاں واپس گردوں میں چلی جاتی ہیں جس سے درد گردہ کا دورہ فوراً رک جاتا ہے۔

احکام جذب و امالہ

اس طریقہ علاج کا مقصد یہ ہے کہ مواد جسم کو کسی دوسرے حصہ جسم میں جذب یا پھیر دیا جائے مثلاً پیٹ یا پھیپھڑوں میں درد ہو۔ تو پیٹ کے اوپر یا پھیپھڑوں کے درد کے عین اوپر پسلیوں پر پلستر یا سنگیاں یا گلاس کھینچنا۔ اس میں ذیل کی باتوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

(۱) اگر مادہ کسی عضو کی طرف گرنے کے لئے تیار ہو تو اسے ایک مقام کی طرف جذب کیا جائے۔ خواہ وہ مقام جہاں جذب کیا جا رہا ہے دور واقع ہو۔

(۲) اگر مادہ کسی عضو میں آچکا ہو اور اسے آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہو تو اس مادہ کو اس عضو کے قریبی عضو کی طرف جذب کیا جائے جیسے رحم کا مادہ سنگیوں کے ذریعے پنڈلیوں کی طرف جذب کیا جاتا ہے۔

(۳) اگر اس عضو میں مادے کو آئے ہوئے زیادہ زمانہ ہو چکا ہو اور وہ وہاں ٹھہر چکا ہو تو اس مادے کو کسی طرف جذب نہ کیا جائے بلکہ اسی عضو سے بہا کر خارج کیا جائے۔ جیسے اس جگہ میں چیرا دیکر یا جونکیں لگا کر خارج کیا جائے

امالہ اور جذب جس طرح سنگیوں. گلاس اور جونکوں سے کیا جاتا ہے اسی طرح مسہل قے حقنہ اور حجامت سے کیا جاتا ہے امالہ وجذب کا مقصد مواد کو ایک طرف سے دوسری طرف یا تکلیف کے مقام سے صحت کے مقام کی طرف پھیر دینا ہے۔

فصد

فصد ایک ایسی صورت کا نام ہے جس میں رگوں سے بوقت ضرورت خون کو خارج کیا جاتا ہے۔

یادداشت عام اطبا کا خیال یہ ہے کہ فصد سے گندے اخلاط یا گندہ خون خارج کیا جاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ فصد سے مراد صرف یہ ہے کہ کسی مقام یا عضو کی طرف خون کے دباؤ کو کم کرنا ہے۔ مثلاً اعصابی امراض میں خون کا دوران عضلات کی طرف کرنے کے لئے دائیں طرف رگوں کا فصد کیا جاتا ہے۔ جیسے رگ صافن کی فصد بند حیض جاری کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اسی طرح جگر و گردوں سے خون کا دباؤ کم کرنے کے لئے بائیں اسلیم کی فصد کی جاتی ہے جس سے جگر اور تلی کے دردوں کو فوراً آرام آجاتا ہے۔

یادداشت (۲) بعض اوقات خون میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے مریض بے چین ہو جاتا ہے۔ اور اکثر پاگل ہو جاتے ہیں۔ وہ نہ سوتے ہیں۔ نہ آرام کرتے ہیں۔ بلکہ دوسروں کو مارتے ہیں یا دوڑنے اور بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے وقت میں فصد کر کے اگر کافی مقدار میں خون نکال دیا جائے جس سے مریض کمزور اور ناتواں ہو جائے اور اس میں یہ طاقت نہ رہے کہ وہ بھاگے یا دوڑے

یا کسی کے ساتھ لڑنے کا حوصلہ کرے۔ اس کے بعد اس کا تحریک کے مطابق علاج کیا جائے تو فوری آرام آجاتا ہے۔

نوٹ :- اکثر پاگل اعصابی تحریک یا غدی تحریک سے ہوتے ہیں۔ ان کی تشخیص پیشاب دیکھ کر یا نبض دیکھ کر بخوبی ہو جاتی ہے۔ اعصابی تحریک سے پاگل ہو جس کا پیشاب سفید ہوگا اور نبض دبی ہوئی ہوگی۔ ایسے مریض کے دائیں بازو یا دائیں ٹانگ کی کسی رگ کی فصد کر دیں۔

اور اگر پاگل غدی تحریک سے ہو تو اس کے بائیں بازو یا بائیں ٹانگ کی کسی رگ کی فصد کرنے سے فوراً سکون ہو جایا کرتا ہے۔

یادداشت (۳) فصد ہمیشہ پرانی اور خطرناک امراض میں کریں۔ معمولی اور نئی مرض میں فصد نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ عارضی اور وقتی ہوتی ہیں۔

احکام فصد (۱) فصد سے قبل تھوڑی سی ہلکی غذا کھلانی چاہیئے۔ اور فصد کے بعد مقوی ادویہ مثلاً خمیرہ۔ جوارش اور دیگر مفرح مرکبات کا استعمال کریں۔ غشی کی صورت میں مقویات قلب جیسے خمیرہ عنبری جواہر والا۔ یا دواءالمسک معتدل جواہر والی کا استعمال کیا جائے۔

(۲) فصد کے بعد کافی دیر تک آرام کرنا چاہیئے۔

(۳) کافی دیر تک بغیر اشد ضرورت کے غذا نہیں دینی چاہیئے۔

(۴) حاملہ عورت کو فصد نہیں کرنا چاہیئے۔ اس سے جنین کے مرجانے یا ساقط ہو جانے کا خطرہ ہے۔

(۵) ایام حیض میں فصد نہ کیا جائے۔ اس سے خون حیض بند ہو جایا کرتا ہے۔

(۶) لاغر اندام اور قلیل اندام اشخاص کو فصد تجویز نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی طرح لحیم و شحیم جن کے بدن ڈھیلے ڈھالے ہوں۔ ان کو بھی بلا اشد ضرورت کے فصد منع ہے۔

(۷) شدت گرما و سرما میں بلا اشد ضرورت فصد سے احتراز کیا جائے۔

(۸) رنج و غم اور خوف میں بھی فصد منع ہے۔

(۹) تپ دق کے مریضوں کو فصد نہ کریں۔

(۱۰) ۱۴ سال سے کم اور ساٹھ سال سے اوپر والوں کو بغیر اشد ضرورت کے فصد منع ہے

(۱۱) فصد کو آخری علاج نہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ اس کے بعد مریض کا باقاعدہ علاج کرنا چاہیئے۔ فصد سے تو صرف مرض کا امالہ ہوتا ہے۔

امراض اور فصد کرنے کے مقامات اور رگیں

(۱) عام طور پر کہنی کی رگ کا فصد کیا جاتا ہے۔ لیکن رگ قیفال سے سر کے مرض اور فصد رگ باسلیق سے جسم کے زیریں حصے میں مرض کو جلد نفع ہوتا ہے۔ اور رگ اکحل (ہفت اندام) کی فصد میں دونوں رگوں کے فصد کے فوائد جمع ہیں۔

(۲) داہنی اسلیم کی فصد جگر کے دردوں اور بائیں کی فصد تلی کے دردوں کو دور کرتی ہے

(۳) رگ عرق النسا کی فصد مرض عرق النسا اور نقرس میں بھی فائدہ مند ہے۔

(۴) رگ صافن کی فصد حیض جاری کرنے میں کارآمد ہے۔ اور ساتھ ہی اس سے وہ فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ جو فصد رگ عرق النسا سے حاصل ہوتے ہیں۔

سنگیاں لگانا طبی اصطلاح میں سنگیاں لگانے کو حجامت کہتے ہیں۔ سنگیوں کا عمل دو طرح کا ہوتا ہے۔

(۱) کسی ماؤف و بیمار مقام پر جہاں گندہ خون یا مواد جمع ہو گیا ہو پچھنے لگا کر سنگیوں سے خون و مواد جذب کیا جاتا ہے۔

(۲) بغیر پچھنے لگائے ایسے ہی سنگیاں لگائی جاتی ہیں۔ تاکہ اس طرف دوران خون تیز ہو جائے اور وہ اپنے ساتھ فضلات کو بہا کر طبعی راستوں کی طرف خارج کر دے۔

یادداشت یہ فعل فصد کی نسبت ضعیف ہے کیونکہ اس عمل سے اس ماؤف عضو کے آس پاس کا خون جذب ہو کر آتا ہے۔ برعکس اس کے فصد سے دور دور کے اعضا کا خون خارج ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کچھ دیر بند نہ کیا جائے تو تمام جسم کا خون نکل جاتا ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذرا زیادہ خون نکلنے کے بعد بعض مریضوں کو غشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔

سنگیاں لگانے کے مخصوص مقامات

بلحاظ فوائد سب سے قوی حجامت پنڈلیوں کی ہے۔ کیونکہ یہ عمل فصد کے قریب قریب ہے۔ یہ حیض جاری اور خون کو صاف کرتا ہے۔

اسی طرح جب آشوب چشم گندہ دہن۔ نہ آنا۔ درد سر جیسی تکالیف میں گدی پر سنگیاں کھنچوانا مفید ہے۔ کیونکہ اس سے ان مقامات کا خون بھی جذب ہو کر آجاتا ہے اور امالہ ہو جاتا ہے۔ لیکن بار بار ایسا کرنے سے نسیان پیدا ہو جاتا ہے۔

سنگیاں لگانے میں بھی وہی شرائط و پابندیاں ہیں۔ جو فصد میں بیان کی گئی ہیں۔

البتہ سنگیاں جسم کے ہر حصہ میں ضرورت کے وقت لگائی جا سکتی ہیں دن رات میں کسی وقت کی پابندی نہیں۔ لیکن جہاں تک ہو سکے بچوں کو اور ناتواں مریضوں کو اس سے پرہیز کرانا چاہیئے۔ انہیں اس عمل سے اکثر غشی کا دورہ پڑ جایا کرتا ہے۔

چند اہم نصائح برائے اطبا

(۱) علم طب ایک شریف فن ہے اور اس کا تعلق حکمت (عقل) کے ساتھ ہے اس لئے اس کے حاملین کا فرض ہے کہ وہ اپنے اخلاق۔ عادات اور گفتار میں اعتدال پیدا کریں۔

(۲) حکمت اتنی بڑی نعمت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں "خیراً کثیراً" کہا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص فن طب پر پوری طرح حاوی ہوئے بغیر علاج کرے گا وہ گنہگار ہوگا

(۳) طبیب کو ہمیشہ لالچ سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ سچ کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے

(۴) کسی شخص کو دکھ پہنچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

(۵) کسی غریب کے علاج کے دوران میں اس کو نظر انداز کر کے کسی امیر کے علاج کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیئے۔ نیز علاج کے دوران میں قیمتی سے قیمتی دوا استعمال کرنے میں دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ بے شک مریض دوا کی قیمت بہت کم دے یا بالکل نہ دے۔

(۶) کسی مریض کا علاج اس لئے نہیں روک دینا چاہیئے۔ کہ وہ غریب ہے اور قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ غیب سے امداد فرماتا اور رزق و معاوضہ عطا کر دیتا ہے۔

(۷) ہمیشہ خدا ترسی کو اپنا شعار بنانا چاہیئے۔ اور بے دھڑک خدمت خلق کرنی چاہیئے
(۸) بغیر تسلی بخش تشخیص اور تجویز کے دوا اور علاج شروع نہیں کردینا چاہیئے۔
(۹) جب تک کوئی مریض علاج کا خود خواہش مند نہ ہو اس وقت تک علاج تجویز کرنا اور دوا بنانا نہیں چاہیئے۔ اس سے طبیب کی خودداری میں فرق پڑتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے، کہ مریض دوا کے استعمال اور پرہیز کی پابندیوں پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔
(۱۰) خواہ مخواہ امرا اور روسا کے دروازوں پر علاج کی غرض سے یا ان سے تعلقات پیدا کرنے کے لئے نہیں جانا چاہیئے۔ اس سے فن طب کے وقار پر حرف آتا ہے۔
(۱۱) اگر علاج کے دوران میں مریض کو تسلی بخش فائدہ نہ ہو تو دوبارہ تشخیص و تجویز پر غور کرنا چاہیئے۔ اپنی غلطی پر جما نہیں رہنا چاہیئے۔
(۱۲) خوفناک اور حاد مرض کے مریض کو جس کا یعنی علاج معالج کے پاس نہ ہو تجربہ کے لئے نہیں روک لینا چاہیئے۔ بلکہ مریض اور اس کے ورثا کو ایسی جگہ کا پتہ بتا دینا چاہیئے جہاں اس مرض کا علاج ممکن ہو۔ مثلاً باؤلے کتے کے کاٹے کا مریض یا کزاز کا مریض وغیرہ۔
(۱۳) علاج کی ابتدا غذا اور عادات میں تدبیر سے کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد ضرورت کے مطابق مفرد اور ہلکی ادویہ سے کام لینا چاہیئے۔ اس کے بعد اگر ضرورت پڑے تو تیز ادویہ استعمال کریں۔
(۱۴) تشخیص کے دوران جب مریض بہت سی مختلف علامات کا ذکر کرے۔ تو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ تمام علامات کسی ایک تجویز کے تحت آجائیں۔ ہر علامت کے لئے علیحدہ علیحدہ دوا تجویز نہ کی جائے۔
(۱۵) طبیب کا فرض ہے کہ وہ علاج شروع کرنے سے قبل ہر مرض کی ماہیت، علامات

اسباب، اصول علاج اور ہر مرض کے لئے کم از کم بیس تیس مفرد ادویہ اور دس پندرہ مرکبات ذہن میں رکھے۔

(۱۶) علاج میں سب سے اول اسباب مرض کو رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر مریض میں ضعف زیادہ ہوگیا۔ تو مرض کے علاج سے قبل ضعف کو رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۱۷) اگر کسی مریض میں درد ورم اور بخار کی حالت ہو تو ان کو فوراً رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ درد اس امر کی علامت ہے۔ کہ جائے درد پر خون کی کمی ہے اور طبیعت اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

اسی طرح بخار حرارت غریبہ کا نام ہے۔ جو تعفن۔ سوزش یا دوران خون کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے اور ان علامات کو فطری طور پر رفع کرنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ جب جسم کے اندر تعفن یا سوزش ختم ہو جائے گی۔ اور دوران خون صحیح صورت پر آجائے گا۔ اول درد پھر ورم اور بخار اتر جائے گا۔ اگر واقع حرارت مبردات اور دافع بخار مرکبات ادویہ سے اتارنے کی کوشش کی گئی تو مریض کی طاقتیں ختم ہو جائیں گی۔ اور اس کا صحت یاب ہونا مشکل ہو جائے گا۔ درد ورم کی صورت میں بھی اس کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر علاج کریں۔

(۱۸) علاج کے دوران جو نئی علامات پیدا ہوں۔ بغیر سوچے سمجھے ان کو روکنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ بعض اوقات قوت مدبرہ انہی علامات کے ذریعے خود جسم کا علاج کر رہی ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر قوت مدبرہ بدن کی مدد کرنی چاہیئے۔ مثلاً میعادی بخاروں میں چیچک۔ خسرہ۔ تورکی مبارکی کے دانوں کو زیادہ سے زیادہ نکالنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اھ

(تمت بالخیر)

حکیم محمد یسین دنیاپوری
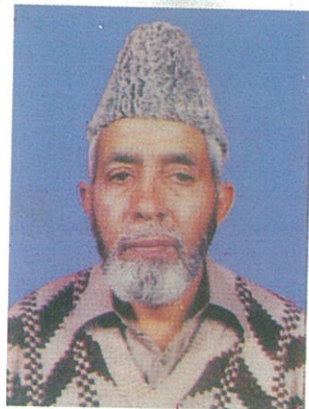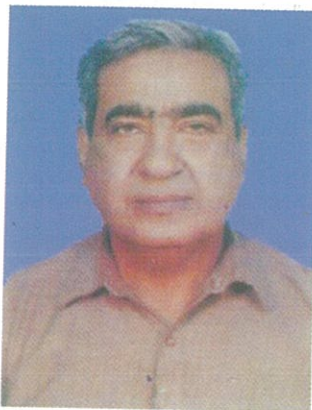
صاحبزادہ مسلم ناصر شکیل

ماہنامہ قانون مفرد اعضاء کے سابقہ شمارے

یہ ماہنامہ **1975** سے باقاعدہ شائع ہو رہا ہے اس میں یکے بعد دیگرے مختلف موضوعات پر تحقیقاتی مضامین شائع ہوتے ہیں جن میں میرا مطب، طبی استفسارات، طبی اصلاحات، طبع مشورے، علم الا مراض، تاریخ طب واطبا، امراض اطفال، امراض معدہ وامعا، اور استاد صابر ملتانی کا مرد عورت کے تعلقات پر لکھا ہوا مضمون اسلام اور جنسیات شامل ہیں اس کے علاوہ قانون مفرد اعضاء کے ماہرین کے مضامین بھی شائع ہوتے رہتے ہیں ہر سال کی الگ الگ فائل بنائی گئی ہے قیمت فی فائل 1975 سے **2010** تک **150** روپے ہے مکمل سیٹ پر خصوصی رعایت (سرپرست حکیم محمد الیاس دنیاپوری)

مرکز کتب و رسائل

حکیم محمد الیاس دنیاپوری یسین دواخانہ وطبی کتب خانہ

علم دین سنٹر نزد کربلا گامے شاہ چوک لاہور

فون☆ 03334229479 , 03014759408 مطب 042-37358721